خلفاءِ راشدینؓ

کی بیگماتؓ

از

منشی عبدالرحمن خاں

ملنے کا پتہ

جاوید اکیڈمی۔ چہلیک ملتان ◉ صدیقی ٹرسٹ نسیم پلازا کراچی

تم ہو آپس میں غضبناک، وہ آپس میں رحیم
تم خطا کار و خطا بیں، وہ خطا پوش و کریم

خلفائے راشدینؓ کی یگانگت

روایاتِ اہلبیتؑ کی روشنی میں

از

منشی عبدالرحمٰن خان

ناشر
صدیقی ٹرسٹ رجسٹرڈ، النسیم پلازا، نشتر روڈ، کراچی

اشاعت اوّل ——— ۱۹۸۱ء
تعداد ——— ایک ہزار
طابع ——— رحمانی پریس ملتان
ناشر ——— صدیقی ٹرسٹ کراچی
قیمت ——— ۲۴/- روپے

انتساب

ان کے نام

جو چودہ سو سال سے تفرقہ
کی آگ کو ہوا دے رہے ہیں

منشی عبدالرحمٰن خان

جماعتِ حق اور معیارِ حق

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ :-

"میری امت میں ایک گروہ (فرقہ) ہمیشہ حق پر رہے گا" (ترمذی)

ایک دوسری روایت کی رو سے آپؐ نے اس کی یوں وضاحت فرمائی :-

"بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ایک فرقہ کے سوا باقی سب کے سب جہنم میں جائیں گے"

لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہوں گے (جو جنت میں جائیں گے) ؟

آپؐ نے فرمایا :-

مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوں گے۔ (ترمذی)

اس ارشاد نبوی کی روشنی میں جماعت حق کی شناخت آسان ہو جاتی ہے کہ وہ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ کی کسوٹی پر پوری اترتی ہو۔ قولاً و فعلاً حضور نبی کریمؐ اور ان کے صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلتی ہو نہ کہ ضد اور ہٹ دھرمی میں صحابہ کرامؓ کو نشانہ سب و شتم بناتی ہو۔

فہرس

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ!

ہم مرتبہ ہیں یاران نبیؐ کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

شیعہ ماخذات

	نام کتاب	نام مصنف
۱	اصولِ کافی	محمد بن یعقوب کلینی رازی
۲	فروعِ کافی	محمد بن یعقوب کلینی رازی
۳	کتاب الشافی	سید مرتضیٰ علم الہدیٰ
۴	الصافی شرح اصول کافی	ملا خلیل قزوینی
۵	نہج البلاغہ	سید شریف الرضی ابوالحسن
۶	شرح نہج البلاغہ	ابو حامد عبد الحمید حدیدی
۷	شرح نہج البلاغہ	کمال الدین میثم
۸	شرح نہج البلاغہ	علامہ فتح اللہ کاشانی
۸	شرح نہج البلاغہ	مفتی جعفر حسین
۹	کشف الغمہ	علی بن عیسیٰ اربلی
۱۰	کتاب سلیم	سلیم بن قیس کوفی
۱۱	تاریخ یعقوبی	احمد بن ابی یعقوب عباسی
۱۲	فرقِ الشیعہ	ابو محمد الحسن نوبختی
۱۳	عمدۃ الطالب فی انساب علی الطالب	سید جمال الدین
۱۴	احتجاج طبرسی	شیخ ابو منصور طبرسی
۱۵	امالی شیخ صدوق	ابو جعفر محمد قمی

۱۶	کتاب الامالی	شیخ ابوجعفر طوسی
۱۷	منتہی الآمال	شیخ عباس القمی
۱۸	تفسیر قمی .	علی بن ابراہیم القمی
۱۹	منار الہدیٰ	شیخ علی بحرانی
۲۰	اخبار الطوال	ابی حنیفہ احمد بن داؤد دینوری
۲۱	معانی الاخبار	شیخ صدوق ابوجعفر قمی
۲۲	مروج الذہب	ابوالحسن علی مسعودی
۲۳	قرب الاسناد	عبداللہ بن جعفر الحمیری
۲۴	کتاب الارشاد	شیخ محمد بن نعمان المفید
۲۵	تنقیح المقال	عبداللہ المامقانی
۲۶	حملہ حیدری	مرزا رفیع باذلی ایرانی
۲۷	مناقب ابن شہر	محمد بن علی مازندرانی
۲۸	مناقب خوارزمی	اخطب خوارزم الموافق بن احمد مکی
۲۹	الاستبصار	شیخ ابوجعفر محمد طوسی
۳۰	تہذیب الاحکام	شیخ ابوجعفر محمد طوسی
۳۱	ناسخ التواریخ	مرزا محمد تقی لسان الملک
۳۲	درۃ النجفیہ	شیخ ابراہیم بن حاجی حسین الدنبلی
۳۳	جلاء العیون	ملا محمد باقر مجلسی
۳۴	بحار الانوار	ملا محمد باقر مجلسی
۳۵	حق الیقین	ملا محمد باقر مجلسی
۳۶	مرآۃ العقول	ملا محمد باقر مجلسی

۳۷	مجالس المومنین	قاضی نوراللہ شاستری
۳۸	احقاقِ حق	قاضی نوراللہ شاستری
۳۹	اطواق الحمامہ	امام مؤید باللہ یحییٰ ابن حمزہ شیعی
۴۰	دربارِ اکبری	مولانا محمد حسین آزاد
۴۱	کتاب الاخبار	شیخ صدوق

دیگر ماخذات

۱	صحیح بخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاری
۲	تاریخ الکبیر	امام محمد بن اسماعیل بخاری
۳	منہاج السنۃ	ابن تیمیہ
۴	تذکرۃ الحفاظ	ابوعبداللہ بن عثمان ذہبی
۵	انساب الاشراف	احمد بن یحییٰ بلاذری
۶	ریاض النضرۃ	ابوجعفر احمد المحب الطبری
۷	اسد الغابہ	ابن اثیر الجزری
۸	کتاب المصاحف	ابی بکر عبداللہ سجستانی
۹	فتوح البلدان	احمد بن یحییٰ بلاذری
۱۰	کتاب الفائق	جاراللہ زمخشری
۱۱	درمنثور	جلال الدین سیوطی
۱۲	مقدمہ ابن خلدون	عبدالرحمٰن ابن خلدون
۱۳	ذخائر العقبیٰ	حافظ محب الدین طبری
۱۴	الدرۃ المفیۃ	علامہ سفارینی

۱۴	کتاب نسب قریش	مصعب زبیری
۱۵	تاریخ الامم والملوک	ابن جریر طبری
۱۶	کتاب الآثار	امام محمد بن حسن
۱۷	کتاب الخراج	امام ابو یوسف
۱۸	کتاب الخراج	یحییٰ بن آدم قرشی
۱۹	اوہام الطبع والتفریق	ابی بکر احمد بن علی
۲۰	تہذیب التہذیب	ابن حجر عسقلانی
۲۱	البدایہ والنہایہ	ابن کثیر عماد الدین دمشقی
۲۲	کتاب اصفہان	نعیم الاصفہانی
۲۳	حلیۃ الاولیاء	نعیم اصفہانی
۲۴	فضائل ابوبکرؓ	طالب بن علی العشاری
۲۵	تاریخ عمر بن خطابؓ	امام ابن جوزی
۲۶	کتاب الاموال	ابوعبید القاسم بن سلام
	اصول سرخسی	امام سرخسیؒ
۲۷	سیر الاعلام	ابوعبداللہ بن عثمان ذہبیؒ
۲۸	کتاب الکنیٰ	ابی بشیر محمد دولابی
۲۹	الصواعق المحرقہ	ابن حجر مکی
۳۰	الاستیعاب	ابن عبدالبر
۳۱	جمہرۃ الانساب العرب	ابن حزم
۳۲	طبقات ابن سعد	محمد بن سعد
۳۳	المصنف	عبدالرزاق بن ہمام

نمبر	کتاب	مصنف
۳۴	جمع الزوائد	محمد بن سلیمان
۳۵	مجمع الزوائد	نورالدین ہیثمی
۳۶	کنزالعمال	علی متقی الہندی
۳۷	فضائل ابی طالب	ابی طالب عشاری
۳۸	تاریخ ابن خلکان	احمد ابن خلکان
۳۹	تاریخ خلیفہ بن خیاط	ابوعمرو
۳۹ ۸	تاج العروس	سید ابوالفیض محمد مرتضےٰ
۴۰	ازالۃ الخفاء	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۴۱	تحفہ اثناء عشریہ	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
۴۲	کتاب السنن	سعد بن منصور
۴۳	سنن بیہقی	ابی بکر احمد بن حسین
۴۴	مسند احمد	امام احمد بن حنبل
۴۵	ابن ماجہ	ابوعبداللہ ابن ماجہ
۴۶	مسلم شریف	مسلم بن حجاج قیشری
۴۷	مسند ابوداؤد	الطیالسی
۴۸	مسند امام ابی حنیفہ	امام ابی حنیفہ
۴۹	عبقری ابوبکرؓ	محمود احمد عباس
۵۰	عبقریت الامام	محمود احمد عباسی
۵۱	مقام صحابہ	مولانا مفتی محمد شفیع
۵۲	رحماء بینہم	مولانا محمد نافع
۵۳	التاریخ — اکثر تراجم بشکریہ "رحماء بینہم"	ابن جریر طبری

۷۸۶

لمحۂ فکریہ

طلوعِ اسلام سے قبل دنیا کی حالت دگرگوں تھی۔ ہر طرف جہالت کے بادل چھائے ہوئے تھے کفر و شرک کی آندھیاں چل رہی تھیں بت پرستی، آتش پرستی، نجوم پرستی، توہم پرستی اور شخصیت پرستی کا دور دورہ تھا۔ باہمی نااتفاقی، بغض و عناد، حسد، رقابت اور عداوت عام تھی۔ ذرہ ذرہ سی بات پر ٹھن جاتی جنگ و جدل کا بازار گرم ہو جاتا اور انتقام در انتقام کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا۔ غرض کہ اس دور میں امن و امان رخصت ہو چکا تھا اور سکون و اطمینان غارت ہو چکا تھا ہر طرف شیطنت و دندنا رہی تھی اور ننگا ناچ، ناچ رہی تھی۔

اسلام نے آتے ہی **واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا** کا ایسا سبق پڑھایا کہ برسوں کی دشمنیاں دوستیوں میں بدل گئیں۔ اخوت و محبت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ ہر نوع کی مالی، مادی، نسلی، نسبی، اور وطنی تفریق مٹ گئی۔ ہر قسم کا افتراق و انتشار ختم ہو گیا۔ فخر و تعلی کی جڑیں کٹ گئیں مودت و یگانگت کی بہار آگئی۔ اتفاق و اتحاد اور ایمان و ایقان کی روح پرور ہوائیں چلنے لگیں اطاعتِ الٰہی اور اتباعِ نبوت کے بصیرت افروز نظارے نظر آنے لگے۔ کفر و شرک کے بادل چھٹ گئے شہنشاہیت اور آمریت کے بت پاش پاش ہو گئے اور قیصر و کسریٰ کی حکومتیں حرفِ غلط کی طرح مٹ گئیں مسلمان اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے کی بدولت مشرق سے مغرب تک چھا گئے اور ان کے ورود و عروج سے دنیا کو مثالی امن و سکون نصیب ہوا۔

اسلام کا زریں اور تابناک دور خلفائے راشدین کا دور تھا۔

خلفائے راشدین میں سے :

حضرت صدیق اکبرؓ ۲ سال ۳ ماہ ۱۰ دن منصبِ خلافت پر فائز رہے۔

حضرت عمر فاروقؓ ۱۰ سال ۵ ماہ ۴ دن امیر المومنین رہے۔

حضرت عثمان غنیؓ ۱۲ سال — ۱۱ دن خلیفۃ المسلمین رہے۔

حضرت علی المرتضیٰؓ ۴ سال ۹ ماہ مسندِ خلافت پر متمکن رہے۔

خلفاء ثلاثہ کے ۲۴ سال ۸ ماہ ۲۵ دن کے عہدِ خلافت میں حضرت علی المرتضیٰ:-

۱۔ روزمرہ کی پنجگانہ نماز خلفائے ثلاثہ کے پیچھے باجماعت مسنون طریقہ پر پڑھتے رہے۔

۲۔ نمازِ تراویح کے آغاز کو پسند فرمایا۔ اور اسے جاری کرنے والے کے حق میں دعاءِ خیر فرمائی۔

۳۔ قولاً و فعلاً خلفائے ثلاثہ کی امانت دیانت اور خلافت کی تصدیق و توثیق اور تائید فرماتے رہے۔

۴۔ ان کے عہدِ خلافت میں مسلسل ان کے مشیر، سفیر، معین، معاون اور رفیق و انیس اور مفتی رہے

۵۔ جب بھی جہاد کی ضرورت پیدا ہوئی یہ خلفائے ثلاثہ کے ہمراہ شریک جہاد رہے۔

۶۔ جب بھی خلفائے ثلاثہ کو امورِ مملکت کی انجام دہی کے لیے مدینے سے باہر جانا پڑا تو وہ حضرت علی کو اپنا نائب اور خلیفہ نامزد کرتے رہے۔

۷۔ مجلسِ مشاورت میں زیادہ تر حضرت علیؓ کے مشوروں کو خلفائے ثلاثہ ترجیح دیتے رہے اور ان کو عملی جامہ پہناتے رہے۔

۸۔ حدود جاری کرنے میں خلفائے ثلاثہ حضرت علی کی رائے کو ترجیح اور فوقیت دیتے رہے

۹۔ خلفائے ثلاثہ کی شادی غمی میں حضرت علیؓ برابر شریک ہوتے رہے۔

۱۰۔ خلفائے ثلاثہ کے عطیات، ہدیات اور مراعات حضرت علی بہ طیبِ خاطر قبول و وصول فرماتے رہے۔

۱۱۔ اپنی اولاد کے نام خلفائے ثلاثہ کے نام پر رکھ کر حسنِ مودت و یگانگت کا ثبوت بہم پہنچاتے رہے۔

۱۲۔ حضرت علی جب خود مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو امور خلافت کی انجام دہی میں خلفائے ثلاثہ کے نقش قدم پر چلنے کو ترجیح دیتے رہے۔

جن کی تفصیل اہل بیت کی زبانی اہلِ تشیع کی مستند و معتبر تاریخی مذہبی اور علمی کتب میں موجود اور محفوظ ہے۔ اور جن کی فہرست اس کتاب کے شروع میں دیدی گئی ہے۔

خلفائے ثلاثہ کے عہد معدلت مہد میں ہی اسلام کو شاندار فتوحات ہوئیں مسلمان مشرق سے مغرب تک چھا گئے اور چار دانگ عالم میں اسلام کا طوطی بولنے لگا۔ ان تاریخی فتوحات کی وجہ سے دشمنانِ اسلام کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگے۔ انہوں نے اپنی تاریخی شکستوں کا انتقام لینے کے لیے عالم اسلام کے خلاف مختلف النوع ریشہ دوانیاں شروع کردیں جن کے نتائج حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں نمودار ہونے شروع ہوئے اور تحریک تفریق المسلمین کی بنیاد پڑی جس کے فوری طور پر مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوئے۔

الف: عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنادیا تھا مگر مسلمانوں کی ایک جماعت نے ترقی کرکے ازراہِ محبت و عقیدت حضرت علی کو خدا بنادیا۔ اور اس کی پرستش شروع کردی۔

ب: دوسری جماعت نے خلفائے ثلاثہ کو غاصب، جابر اور ظالم قرار دے کر ان کیخلاف سب و شتم کو لازم بنالیا۔

ج: تیسری جماعت نے ردعمل میں حضرت علیؓ کے خلاف کفر و بے دینی کا الزام لگاکر پہلے تو ان کی ولایت، امامت، اور خلافت کا انکار کیا اور بالآخر انہیں جام شہادت پلاکر دم لیا۔

اسطرح ع۔ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

جس کی وجہ سے حضرت علیؓ کے دور خلافت میں اسلامی سلطنت میں توسیع و اضافہ کی بجائے تشتت وافتراق بڑھتا چلا گیا جس کا حضرت علیؓ کو بالفاظ ذیل اعتراف کرنا پڑا۔

"اب تم دیکھو کہ اشراف و بزرگان قوم کیونکر آپس میں جمع تھے؟ نیتیں واحد تھیں۔ خواہشیں متفق۔ دل راستی کی طرف مائل۔ ہاتھ ایک دوسرے کے معاون۔ تلواریں

ایک دوسرے کی مددگار نفیس اور نگاہیں انجام کو دیکھتی تھیں مگر اب ان میں فرقہ پرستی آگئی ہے۔ الفتیں پراگندہ ہو گئیں۔ دل اور زبانیں مختلف ہو گئیں۔ اور یہ ایک دوسرے کے مخالف ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے؛" (نہج البلاغہ اردو ص ۲۹۸ عربی ص ۲۱۴)

حضرت علی المرتضےٰ نے اس تفرقہ کو مٹانے کے لیے اپنے عہد خلافت میں مندرجہ ذیل اقدام کیے

۱۔ ان کو زندہ نذر آتش کرادیا جو انہیں خدا مانتے تھے۔

۲۔ ان کو اللہ کا دشمن قرار دیا جو صحابہ کبارؓ پر سب و شتم کرتے تھے۔

۳۔ ان کو مفتری قرار دیا جو صحابہ کبارؓ پر انہیں فضیلت دیتے تھے۔

۴۔ ان کے لیے اسی دروں کی سزا مقرر کی جو خلفائے ثلاثہ کی تنقیص کرتے تھے۔

۵۔ ان کو شہر بدر کر دیا جو ان کے شہر میں شیخین پر زبان درازی کرتے تھے۔

۶۔ ان کی غلط بیانیوں کی اپنے خطبات کے دوران اعلانیہ تردید فرماتے رہتے تھے۔ اور

۷۔ ان سے اظہار لاتعلقی اور بیزاری فرماتے رہے جو دشنام طرازی کرتے تھے۔

ان عملی اقدامات کے علاوہ آپ فتنہ پروروں کو ازراہ تنبیہ و ترہیب وقتاً فوقتاً فتنہ انگیزی کے نتائج و عواقب سے بھی آگاہ فرماتے رہے۔ جیسا کہ حضرت علیؓ کے مندرجہ ذیل ارشادات سے ظاہر ہے:۔

(۱)

- اے بندۂ خدا! کسی گناہ کے سبب کسی کی عیب جوئی نہ کر شاید وہ بخش دیا گیا ہو۔
- تو اپنے نفس کے صغیرہ گناہ پر بھی بے خوف نہ رہ۔ کیا عجب اسی سبب سے تو عذاب دیا جائے۔
- بہتر یہی ہے کہ تم میں سے جو شخص کسی کے عیب پر مطلع ہو تو اپنے عیبوں پر نظر کر کے اس کی عیب جوئی سے باز رہے۔"

(نہج البلاغہ اردو ص ۱۵۳ عربی ۲۷۷)

(۲)

"تم خود کو دین میں فرقہ بندی سے دور رکھو کیونکہ برسرِ حق جماعت جسے تم مکروہ سمجھتے ہو بہتر ہے باطل فرقہ بندی سے جسے تم پسند کرتے ہو۔ بے شک پروردگار عالم نے ان اگلوں اور پچھلوں میں سے کسی (فرقہ پرست) کو بہتری نہیں بخشی" (نہج البلاغہ اردو صہ ۲۰۳ عربی صہ ۳۵۱)

(۳)

"اے لوگو! فتنوں کی موجوں کو نجات کی کشتیوں سے چیر کر پار ہو جاؤ۔ منافرت کی راہ چھوڑ دو۔ منافرت اور بزرگی کے تاج سر سے اتار کر زمین پر پھینک دو۔ جو پروبال کے ساتھ اٹھا وہ کامیاب ہوا" (نہج البلاغہ)

(۴)

"آگاہ رہو! جو شخص لوگوں کو اس (تفریق) کی خصلت کی طرف بلائے۔ اس کو قتل کر ڈالو اگرچہ میرے اس عمامہ کے نیچے ہی کیوں نہ چھپا ہوا ہو" (نہج البلاغہ اردو صہ ۱۴۲ عربی صہ ۲۶۱)

(۵)

"تم نے فرمانبرداری کی رسی سے ہاتھ اٹھالئے۔ الفت ختم ہوگئی دلوں ہیں اور کلمے میں اتفاق نہ رہا۔ فرقہ فرقہ ہوگئے اور آپس میں لڑ لڑ کر ادھر ادھر پھیل گئے جس کی وجہ سے اللہ نے اپنی دی ہوئی عزت کا لباس چھین لیا اور اپنی نعمتوں کی فراوانی روک لی" (نہج البلاغہ صہ ۲۹۶۔ ۲۹۷)

اس پند و نصیحت کے ساتھ ساتھ افراط و تفریط کے شکار، اپنے محبوں کو کھلے لفظوں میں ان کے انجام سے بھی آگاہ فرما دیا کہ :۔

"بعض لوگ مجھ سے محبت میں اتنا غلو کریں گے کہ آگ میں جھونک دیے جائیں گے

اور کچھ لوگ مجھ سے اتنی نفرت کریں گے کہ انہیں دوزخ کی ڈانٹ سننا پڑے گا۔"
(نہج البلاغہ و علی شخصیت و کردار)

مگر افسوس کہ اس تلقین و ترہیب کا کوئی اثر مرتب نہ ہوا۔ اور تفریق بین المسلمین کی تحریک کو بانیانِ اسلام نے ہر دور میں آگے بڑھائے رکھا جس کے اثرات آج بھی ہمارے معاشرے میں نمایاں ہیں۔ اس افسوسناک صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے ایرانی ڈاکٹر صادق نقوی (طہران) نے لکھا ہے کہ

"جناب علیؓ واحد شخص ہیں جن کے نام پر اسلام کے دشمنوں نے اسلام میں اختلاف پیدا کیا۔ حالانکہ ان کا کلام مسلمانوں کے اختلافات کو ختم کرنے میں اپنی نظیر نہیں رکھتا بشرطیکہ مسلمان اپنے اختلافات کو ختم کرنا چاہیں۔" (فیض الاسلام راولپنڈی، علی المرتضےٰ نمبر صہ ۱۰۳ اکتوبر ۱۹۶۷ء)

دنیائے عرب کے صف اول کے مؤرخ اور نقاد عباس محمود العقاد نے اس صورت حال کا اپنی معروف تصنیف "عبقریت الامام" میں یوں نقشہ کھینچا ہے:-

"ایک طرف غالی روافض ہیں جن کا یہ حال ہے کہ انتہائے عقیدت و محبت میں حضرت علیؓ کی پرستش شروع کر دی ہے۔ اور جب حضرت علیؓ انہیں اس فعل قبیح سے روکتے ہیں تو کسی طرح ماننے پر نہیں آتے حضرت علیؓ انہیں توبہ استغفار کی ہدایت فرماتے ہیں لیکن ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ اور وہ اپنے کفر پر برابر اصرار کئے جاتے ہیں یہاں تک کہ حضرت علیؓ کو مجبوراً انہیں نذر آتش کرا دینے کا حکم دینا پڑتا ہے اور اس پر بھی وہ اپنی گمراہی سے باز نہیں آتے بلکہ آگ کے الاؤ کی طرف بڑھتے ہوئے بھی یہ کہتے ہیں کہ علیؓ (نعوذ باللہ) خدا ہے اور ہمیں آگ میں ڈلوا کر آزما رہا ہے۔

دوسری طرف انتہا پسند خوارج ہیں جن کی بدبختی کا یہ عالم ہے کہ شدتِ بغض و عناد میں حضرت علیؓ پر کفر کا الزام لگاتے ہیں اور ان سے توبہ کا مطالبہ کرتے ہیں یہ ستم ظریفی نہیں تو اور کیا ہے کہ ایک ہی شخصیت کو کچھ لوگ خدا ماننے پر مصر ہیں۔ اور کچھ لوگ

اس پر الحاد و بے دینی کا الزام لگا رہے ہیں"۔ (علی شخصیت و کردار صہ ۱۱ - ۱۲)

دوسری ستم ظریفی یہ ہے کہ خود حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ (۷: ۴۳) فرما کر اس امر کی تصدیق کر دی ہے کہ صحابہ کبار کے دل میں بدو فطرت سے کینہ و کدورت کا مادہ نہیں رکھا گیا تھا۔ بلکہ وہ تو رحماء بینہم یعنی آپس میں رحیم و شفیق اور ایک دوسرے کے دوست اور محب تھے۔ مگر اس ارشاد ربانی کو چودہ سو سال سے علانیہ جھٹلایا جا رہا ہے۔ اور یہی پروپاگنڈا کیا جا رہا ہے کہ صحابہ کبار ظالم جابر اور غاصب تھے جس کی بنا پر انہیں سب و شتم کا ہدف بنایا جا رہا ہے اور جس کی وجہ سے اتحاد بین المسلمین کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو رہا ہے۔

تیسری ستم ظریفی یہ ہے کہ خود محبان علیؓ و آئمہ کرام ان کے اصلاحی و تعمیری ارشادات عالیہ کو درخور اعتنا اور قابل عمل نہیں سمجھتے نہ ان پر عمل کرتے ہیں۔

چوتھی ستم ظریفی یہ ہے کہ پیشہ ور واعظ اور کرایہ کے مقرر ہمیشہ اپنی مجالس میں خلفاء راشدین کا مدح و ذم پر تو زور دیتے ہیں مگر کبھی ان کے خاندانی تعلقات، باہمی معاملات، تعمیری اقدامات اور ذاتی عادات پر روشنی نہیں ڈالتے۔ جس سے کوئی سبق مل سکے۔

یہی وجہ ہے کہ چودہ سو سال کی لگائی ہوئی آگ آج تک بھڑکتی چلی جا رہی ہے جسے بجھانے کی کبھی نیک نیتی سے کوشش نہیں کی گئی۔ اگر اب بھی ایسی کوشش کی جائے تو عالم اسلام میں موجودہ انتشار و خلفشار نظر نہ آئے۔

اس سلسلہ میں اثنا عشری عقیدہ کے مالک شیعہ فاضل مولانا محمد حسین آزاد نے اپنی معروف تصنیف "دربار اکبری" میں بڑے پتہ کی بات لکھی ہے کہ:۔

" ذرا خیال کر کے دیکھو! اسلام ایک، خدا ایک، پیغمبر ایک، شیعہ سنی کا اختلاف ایک منصب خلافت پر ہے جس کے واقعہ کو آج چودہ سو برس گزر چکے ہیں وہ ایک حق تھا سنی بھائی کہتے ہیں کہ جنہوں نے لیا حق لیا۔ شیعہ کہتے ہیں کہ نہیں حق اوروں کا تھا ان

کا نہ تھا۔ اگر پوچھیں کہ انہوں نے اپنا حق خود کیوں نہ لیا؟ جواب دیں گے صبر کیا، اور سکوت کیا۔ تم پینے والوں سے لیکر اس وقت دلوا سکتے ہو؟ نہیں! لینے والے موجود ہیں؟ نہیں! طرفین میں سے کوئی ہے؟ نہیں۔ اچھا جب یہ صورت ہے تو آج تیرہ سو برس کے بعد اس معاملے کو اس قدر طول دینا کہ قوم میں ایک فساد عظیم کھڑا ہو جائے، چار آدمی بیٹھے ہوں تو صحبت کا مزہ جاتا رہے۔ کام چلتے ہوں تو بند ہو جائیں۔ دوستیاں ہوں تو دشمنی ہو جائے۔ دنیا جو مزرعۃ الآخرت ہے اس کا وقت کار ہائے مفید سے ہٹ کر جھگڑے میں جا لپٹے۔ قوم کی اتحادی قوت ٹوٹ کر چند در چند ٹکڑے پڑ جائیں یہ کیا ضرورت ہے، بہت خوب تم ہی حق پر سہی۔ لیکن انہوں نے صبر اور سکوت کیا۔ پس اگر ان کے ہو تو تم بھی صبر اور سکوت کرو۔ زبانی بدگوئی اور بدکلامی کرنی اور دھینگا مشتیاں کیطرح لڑنا کیا عقل ہے اور کیا انسانیت ہے۔ کیا تہذیب ہے اور کیا حسن خلق ہے؟

تیرہ سو برس کے معاملے کی بات ایک بھائی کے سامنے اس طرح کہہ دینی جس سے اس کا دل آزردہ بلکہ جل کر خاک ہو جائے۔ اس میں خوبی کیا ہے؟ میرے دوستو اول ایک ذرا سی بات تھی، خدا جانے کن کن لوگوں کے جوش اور کن کن سببوں سے تلواریں درمیان آکر لاکھوں خون بہہ گئے۔ خیر اب وہ خون خشک ہو گئے۔ زمانہ کی گردش نے خاک پہاڑوں اور جنگلوں کی مٹی ان پر ڈال دی۔ ان جھگڑوں کی ہڈیاں اکھیڑ کر تفرقہ کو تازہ کرنا، اور اپنائیت میں فرق ڈالنا کیا ضرور ہے۔ اور دیکھو اس تفرقے کو تم زبانی باتیں نہ سمجھو یہ وہ نازک معاملہ ہے کہ جن کے حق کے لیئے تم آج جھگڑے کھڑے کرتے ہو۔ وہ خود سکوت کر گئے۔ تقدیری بات ہے۔ اسلام کے اقبال کو ایک صدمہ پہنچنا تھا۔ سو نصیب ہوا۔ فرقے کا تفرقہ ہو گیا۔ ایک کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ پورا زور تھا آدھا ہو گیا اور دیکھو تم تیرہ سو برس کے حق کے لیے آج جھگڑتے ہو؛ نہیں سمجھتے کہ ان جھگڑوں کو تازہ کرنے میں تمہاری تھوڑی جمعیت اور مسکین فرقے میں ہزاروں حقداروں کے

حق برباد ہوتے ہیں۔ بنے بنائے کام بگڑتے ہیں روزگار جاتے ہیں روٹیوں سے محتاج ہو جاتے ہیں آئندہ نسلیں لیاقت اور علم و فضل سے محروم رہی جاتی ہیں میرے شیعہ بھائی اس کا جواب ضرور دیں گے کہ جوش محبت میں مخالفوں کے لیے حرف بلا زبان سے نکل جاتے ہیں۔ اس کے جواب میں فقط اتنی بات کا سمجھنا کافی ہے کہ عجب جوش محبت ہے جو دو لفظوں میں ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ اور عجب دل ہے جو مصلحت کو نہیں سمجھتا۔ ہمارے مقتداؤں نے جو بات نہ کی ہم کریں۔ اور قوم میں فساد کا منارہ قائم کریں یہ کیا اطاعت اور پیروی ہے؟

ہم سب ایک ہی منزل مقصود کے مسافر ہیں۔ اتفاقاً گذرگاہ دنیا میں یکجا ہو گئے ہیں رستے کا ساتھ ہے بنا بنایا کارواں چلا جاتا ہے اتفاق اور ملنساری کے ساتھ چلو گے۔ مل جل کر چلو گے ایک دوسرے کا بوجھ اٹھاتے چلو گے۔ ہمدردی سے کام بٹاتے چلو گے تو ہنستے کھیلتے رستہ کٹ جائے گا۔ اگر ایسا نہ کرو گے اور ان جھگڑالوؤں کے جھگڑے تم بھی پیدا کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے آپ بھی تکلیف پاؤ گے، اور ساتھیوں کو بھی تکلیف دو گے۔ جو مزے کی زندگی خدا نے دی ہے بدمزا ہو جائیگی۔

مذہب کے معاملے میں انگریزوں نے خوب قاعدہ رکھا ہے ان میں بھی دو فرقے ہیں اور ان میں سخت مخالفت ہے۔ پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک دو دوست بلکہ دو بھائی بلکہ کبھی میاں بیوی کے مذہب بھی الگ الگ ہوتے ہیں۔ وہ ایک گھر میں رہتے ہیں اور ایک میز پر کھانا کھاتے ہیں۔ ہنسنا بولنا۔ رہنا سہنا سب ایک جگہ مذہب کا ذکر بھی نہیں۔ اتوار کو اپنی اپنی کتابیں اٹھائیں۔ ایک ہی گھی میں سوار ہوئے باتیں چیتیں کرتے چلے جاتے ہیں۔ ایک کا گرجا رستے میں آیا وہاں اتر پڑا دوسرا گھی میں بیٹھا اپنے گرجا کو چلا گیا۔ گرجا ہو چکا وہ گھی میں سوار ہو کر رفیق کے گرجا پر آیا اسے سوار کر لیا گھر پہنچے۔ اس نے اپنی کتاب اپنی میز پر رکھ دی، اس نے اپنی میز پر۔ پھر ہنسنا

بولنا، کاروبار۔ اس کا ذکر بھی نہیں کرتم کہاں گئے تھے اور وہاں کیوں نہ گئے تھے جہاں ہم گئے تھے۔" (دربار اکبری صہ ۸۳ - ۳۸۲)

اگر ہم کم از کم حضرت آزاد کے اس مشورہ پر ہی عمل کرلیں تو نہایت خوشگوار نتائج برآمد ہوں گے ایک عرصے سے مذکرہ بالا حالات اس امر کا تقاضا کر رہے تھے کہ چودہ سو سال سے جس ظلم جبر اور غصب اور حق تلفی کی طوطے کی طرح رٹ لگائی جارہی ہے آسمان سر پر اٹھایا جارہا ہے اور من گھڑت افسانے سنائے جارہے ہیں۔ ان کے متعلق خود اہل بیت کے نظریات وارشادات معلوم کئے جائیں۔ تاکہ صحیح صورت حال سامنے آسکے۔ اس غرض کے لئے حسب بہ توفیق ایزد متعال مخالفین ---- کی مستند ومعتبر تاریخی علمی اور مذہبی کتابوں کی ورق گردانی کی گئی تو صورت حال بالکل مختلف پائی اور آئمہ کرام کو قدم قدم پر مخالفین کے اتہامات کی برملا تردید وتکذیب کرتے پایا اس لئے عوام وخواص کی آگاہی کے لیے اس ضمن میں اہل بیت عظام کے ارشادات، اعترافات اور روایات کو حسن ترتیب کے ساتھ اس کتاب میں جمع کر دیا ہے ممکن ہے ان تاریخی حقائق کی روشنی میں اتحاد بین المسلمین کا دیرینہ خواب شرمندہ تعبیر ہو سکے۔ اور دلی کدورتیں دور ہو سکیں۔

اسی لیے علامہ اقبال نے کہا ہے :۔

سوتدابیر کی اے قوم یہ ہے اک تدبیر
چشم اغیار میں بھی بڑھتی ہے اسکی توقیر
در مطلب ہے اخوت کے صدف میں پنہاں
مل کے دنیا میں رہو مثل حروف کشمیر

(علامہ اقبال رح)

احقر العباد
منشی عبدالرحمٰن خان

۲۰ اپریل ۱۹۸۱ء
چھیلک۔ ملتان

۱

قولِ فیصل

مقامِ صحابہؓ | صحابہ کرامؓ کس طبیعت اور طنیت کے مالک تھے۔ اس پر قرآن کا یوں روشنی ڈالتا ہے:۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ — لیکن اللہ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اسے وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ — تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا اور کفر اور فسق وَالْعِصْيَانَ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ — اور عصیان سے تمہیں نفرت دیدی۔ ایسے ہی فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً (الحجرات ۲۶/۱) — لوگ نور راہِ راست پر ہیں اللہ کے فضل اور انعام

اس ارشادِ ربانی کی وجہ سے جو طبعاً گناہوں سے نفور ہو اس سے غلط کاری از قسم جبر، غصہ ظلم وغیرہ کا صدور ممکن ہی نہیں۔

جماعت صحابہ مہاجرین و انصار پر مشتمل ہے سورہ حشر میں حق تعالیٰ نے ان کی مندرجہ ذیل صفات بیان کی ہیں مہاجرین کے متعلق ارشاد ہے۔ کہ:۔

اولٰئک ہم الصادقون — یہی لوگ سچے ہیں

انصار کے متعلق فرمان ہے کہ:۔

اولٰئک ہم المفلحون — یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں

ان ہی خصوصیات کی بناء پر انہیں اللہ جل شانہٗ نے تبلیغ و اشاعت دین کیلئے منتخب فرما

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا — پھر ہم نے اس کتاب (قرآن) کا ان کو وارث

مِنْ عِبَادِنَا ۔ (الفاطر ۱۶/۱۹) | بنایا جن کا ہم نے اپنے بندوں میں سے انتخاب کیا۔

اعزازِ صحابہؓ | صحابہ کرام کی امانت، صداقت، عدالت کی بنا پر حق تعالیٰ نے ان سے راضی اور خوش ہونے کا اعلان فرما دیا کہ :۔

والسابقون الاولون من المھجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعدلھم جنّٰت تجری تحتھا الانھٰر خٰلدین ابدا ذالک الفوز العظیم (التوبہ ۱۱/۱۰)

جو مہاجرین اور انصار (ایمان لانے میں) سابق اور مقدم ہیں اور (بقیہ اُمت کے) جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سے راضی ہوا۔ اور وہ سب اس (اللہ) سے راضی ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی یہی بڑی کامیابی ہے

صحابہ کرام کے کارہائے نمایاں سے حق تعالیٰ اتنے خوش ہوئے کہ ان پر اپنا سلام بھیجا۔

قل الحمد للہ وسلٰمٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی (النمل ۱۹/۲)

آپؐ کہہ دیجئے کہ ہر تعریف اللہ کے لیے ہے اور اس کے ان بندوں پر سلام ہو جنہیں اس نے منتخب کیا۔

پھر صرف سلام بھیجنے پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس امر کی بھی ضمانت دیدی کہ دن قیامت کے:

لا یخزی اللہ النبی والذین اٰمنوا معہ ۔ (التحریم ۲۸/۲۵)

جس دن کہ اللہ تعالیٰ نبی کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے رسوا نہیں کریگا۔

ان ارشادات ربانی سے خلفائے ثلاثہ کے خلاف ہمہ قسم کی اتہام بازی، بہتان تراشی اور سب وشتم کی خود بخود تردید وتکذیب ہوجاتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آخری لمحات میں اپنے اہل وعیال کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ :۔

"تقویٰ الٰہی اختیار کرو اپنے دین کے کاموں کا انتظام کرو آپس میں تمام مسلمین صلح و آشتی رکھیں کیونکہ رسولِ خدا نے فرمایا ہے کہ باہمی صلح و صفائی نماز روزے سے بھی افضل ہے" (نہج البلاغہ)

تاکیدِ نبویؐ

"تم میں جو شخص میرے بعد رہے تو بہت اختلاف دیکھے گا تو تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت کو اختیار کرو اس کو دانتوں سے مضبوط تھامو اور نو ایجاد اعمال سے پرہیز کرو کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے" (ترمذی)

خصائل صحابہ کرام

اللہ جل شانہٗ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء و صحابہ کرام کے متعلق واضح اور بین اعلان فرمایا ہے کہ:

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم (الفتح ۲۹/۲۶)	محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت اور آپس میں مہربان ہیں۔

اور ان کا مقصدِ حیات یبتغون فضلا من اللہ ہر وقت اجر و ثواب کی فکر و جستجو میں لگے رہنا ہے اور ورضوانا قربِ الٰہی کی تلاش میں مصروف رہنا ہے۔

ظاہر ہے کہ جو مہربان اور رحم دل ہوتے ہیں وہ کسی کی حق تلفی نہیں کرتے اور جبر و غصب، اور ظلم کے قریب نہیں جاتے۔ اور جو کوئی جابر۔ ظالم۔ غاصب ہوتا ہے وہ بالفاظِ قرآن نافرمان ہوتا ہے فان اللہ لا یرضیٰ عن القوم الفٰسقین (توبہ ۹۶/۱۱) اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا

چونکہ صحابہ کرام ان مذموم خصائل سے پاک تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگیوں میں انکی باہمی محبت و یگانگت کی بنا پر ان کو رحماء بینہم کی سند عطا فرمائی۔ رسولِ خدا نے ان کو جنتی ہونے کی خوشخبری سنائی اور جنہوں نے اس اعلان خداوندی و نبوی کی تردید کی کہ وہ رحم دل کی بجائے ظالم، جابر، غاصب تھے حق تعالیٰ نے خود ہی ان کو ظالم قرار دیا۔

فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او کذب بآیٰتہ (اعراف ۳۷/۸)	پھر اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کے حکموں کو جھٹلائے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُکِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّہٖ فَاَعْرَضَ عَنْھَا ۔ (کہف ۵/۱۵)

اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جس کو اللہ کی آیتیں سمجھائی جائیں اور وہ ان سے منہ موڑ جائے ۔

معیار حق و باطل

ان واضح اعلانات ربانی کے باوجود ایک فرقہ نے شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم پر حق تلفی کا اتہام لگا کر انہیں جابر، غاصب، اور ظالم قرار دے دیا ۔ اور ان پر سب وشتم کرنا شروع کر دیا ۔ ان کے مابین منازعت و مناقشت کی ہوائیاں اڑانی شروع کر دیں ۔ اور ان کی رنجیدگی و کشیدگی کے افسانے سنانے شروع کر دیے اور اس طرح اس فرقہ نے اعلانیہ ارشادات ربی و نبوی کی تردید کا آغاز کر دیا اس فرقہ کی اس بہتان طرازی کا سد باب کرنے کے لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بروایت امام محمد باقرؒ خطبہ حجۃ الوداع میں یہ اصول ناطق بیان فرمایا کہ :۔

" جب تمہاری طرف کوئی حدیث پہنچے تو اس کو کتاب اللہ اور میری سنت پر پیش کرو جو کتاب اللہ اور میری سنت کے موافق ہو اس کو قبول کرو اور جو کتاب اللہ اور میری سنت کے خلاف ہو اسے تسلیم نہ کرو "۔ (احتجاج طبرسی شیعی صہ ۲۲۹)

یہی قول فیصل متذکرہ بالا شیعہ کتاب کے علاوہ اصول فقہ کی مشہور و معتبر کتاب اصول سرخسی میں یہ الفاظ ذیل موجود ہے :۔

" میرے بعد تمہارے پاس بیشتر روایات پہنچیں گی ۔ جب بھی کوئی روایت تمہارے سامنے آئے تو اس کو کتاب پر پیش کرو ۔ جو کتاب اللہ کے موافق ہو اس کو قبول کر لو یقیناً اس کا انتساب میری طرف درست ہو گا ۔ اور جو کتاب اللہ کے معارض اور مخالف ہو اس کو رد کر دو اور یقین کر لو کہ میں اس سے بری ہوں (اصول سرخسی جلد اول صہ ۳۶۵) "

جنہیں کتاب اللہ رحم دل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیں ۔ انہیں ظالم، جابر اور غاصب قرار دینا صریحاً ایک ظلم عظیم ہے ۔

اعلان علی المرتضیٰؓ

اسی لیے ایسی جعلی من گھڑت جھوٹی فرضی اور بے بنیاد روایات وحکایات بیان کرنے والوں کو خود حضرت علی المرتضیٰؓ نے ہدایت فرمائی کہ:

"جو بات کتاب اللہ کے موافق پائی جائے اس کو قبول کرو۔ اور جو بات کتاب اللہ کے مخالف معلوم ہو اس کو چھوڑ دو" (امالی شیخ صدوق شیعی صدا۲۲ طبع قدیم ایران)

ایک اور روایت کی رو سے حضرت علی المرتضیٰ نے کذابوں کو یوں متنبہ فرمایا کہ:۔

"معروف ومشہور چیزیں بیان کرو منکر یعنی معروف ومشہور کے خلاف باتیں عوام میں بیان نہ کرو کیا تمہیں پسند ہے کہ اللہ اور رسول اللہ کی تکذیب کی جائے (تذکرۃ الحفاظ جلد اصدا۲)"

چونکہ حضرت علی المرتضیٰ کی افضلیت وفضیلت کا قضیہ خود حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کے دور میں شروع ہوا تھا اس لیے انہوں نے اس ضمن میں دوسرا اعلان یہ فرمایا کہ:

"جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ساتھیوں وزیروں، قریش کے سرداروں اور مسلمانوں کے اکابر کو برائی کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور جو ان کو برائی کے ساتھ یاد کرے گا میں ایسے شخص سے بری اور بیزار ہوں اور اس پر دنیا و آخرت کی سزائیں لازم وملزوم ہیں (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی جلد نمبر ۴ صدا۲۰۱)"

چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ نے ایسے فتنہ پردازوں کے لیے اسی درّے سزا مقرر فرمادی۔ ان کو ساقط الشہادت یعنی ناقابل اعتبار قرار دیا۔ اور بعض کو اس جرم میں شہر بدر کر دیا۔ معروف شیعہ کتاب الطواق الحمامۃ از امام مؤید باللہ یحییٰ بن حمزۃ الزیدی میں اعلان بالاتفضیل کے ساتھ یوں درج ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ ابوبکرؓ وعمرؓ کی تنقیص کی خبر پا کر اسی وقت اٹھے مسجد میں تشریف لے گئے اور:

"اپنی سفید داڑھی مبارک پر ہاتھ رکھا آپ کے آنسو بہنے لگے۔ ریش چشم گریاں سے تر ہو رہی تھی پھر آپ نے خطبہ دیا حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کی فضیلت بیان کرنے کے بعد فرمایا، اس ذات کی قسم جس نے دانہ اور روح کو پیدا کیا۔ بلند درجہ کا مومن ہی ان سے ساتھ محبت رکھتا ہے۔ اور بے نصیب اور دین سے بے بہرہ شخص ہی ان کے ساتھ بغض وعداوت

رکھتا ہے۔ ان کے ساتھ دوستی، نیکی، خدا کی نزدیکی ہے اور ان کے ساتھ عداوت و بدگمانی دین سے خارج ہونا ہے۔" (منقول از تحفہ اثنا عشری باب سوم)

مگر ان واضح اعلانات و اقدامات کے باوجود فتنہ پرور بے پر کی اڑانے سے باز نہ آئے اس لیے آلِ علی المرتضیٰ بھی ان کی تردید و تخویف فرماتی رہی کہ فضائل و عقائد کے سلسلہ میں قرآن و سنت کے خلاف کوئی بات نہ کی جائے۔

تنبیہہ ائمہ کرام امام باقرؒ نے بھی اس طبقہ کو یہی درس دیا کہ:۔
" جو چیز تمہارے سامنے آئے وہ اگر قرآن کے موافق پائی جائے تو اس کو اخذ کرو۔ اگر وہ قرآن کے موافق نہیں ہے تو اسے رد کر دو" (امالی شیخ طوسی شیعی جلد ا صد ۲۳۷۔ طبع نجف اشرف)

حضرت امام جعفر صادق نے ایسے کذابوں کو سختی سے ڈانٹتے ہوئے فرمایا:۔
" خدا سے ڈرو! جو چیز کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ علیہ السلام کے برخلاف ہو اس کو ہماری طرف منسوب کر کے مت قبول کرو" شیعی کتاب رجال کشی صد ۱۹۵ طبع جدید تہران ایران)"

ارشادِ ربانی مذکرہ بالا واضح حقائق کے باوجود خلفائے راشدین کے خلاف بہتان بازی اور دشنام طرازی کی مہم بدستور جاری ہے اور ان کی تنقیص شیخین کے ذریعے تفرقہ طرازی کو جزو ایمان و ایقان بنایا جا رہا ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد ربانی سے عیاں ہے۔

من الذین فرقوا دینھم	جنہوں نے اپنے دین میں پھوٹ ڈالی اور ہو گئے
وکانوا شیعا کل حزب بما	ان میں بہت فرقے (فرقہ) ہر گروہ اپنے اس
لدیھم فرحون (الروم ۳۲/۴)	طریقہ پر جسے وہ اپنائے ہوئے ہے نازاں ہے

اس لیے حق تعالیٰ نے ایسے بدزبانوں اور تفرقہ پردازوں سے سروکار نہ رکھنے کا امر فرمایا ہے کہ:

ان الذین فرقوا دینھم وکانوا — جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور ہو گئے بہت

شیعاً لست منھم فی شیءٍ — سے فرقے بنے تجھ کو ان سے کوئی سروکار نہیں ان کا
انما امرھم الی اللہ ثم — کام اللہ کے حوالے کر دے پھر وہی ان کو جتلائے
ینبئھم بما کانوا یفعلون۔ (انعام ۸/۱۹) — گا جو کچھ وہ کرتے تھے۔

کیونکہ جو تعلیمات وہدایات سننے سمجھنے کے باوجود اپنے عقائد ونظریات کی صحت نہیں کرتے وہ تو قرآن کریم کے الفاظ میں اسی دنیا میں عذابِ عظیم میں مبتلا کر دیئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ اس ارشاد ربانی سے ظاہر ہے۔

ان العذاب علیٰ من کذب — بیشک جس نے (حق کو) جھٹلایا اور (اس سے)
وتولیٰ (طہ ۲/۱۶) — منہ پھیرا اس پر عذاب ہے۔

یہ عذاب کیسے نازل ہوتا ہے اس کی بھی قرآن کریم میں وضاحت فرمادی کہ اعراض حق کرنے کی پاداش ہیں:۔

ختم اللہ علیٰ قلوبھم وعلیٰ سمعھم — اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر
وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ ولھم — مہر لگادی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے
عذاب عظیم (البقرہ ۱/۱) — اور ان کے لیے (بہ) بڑا ہی عذاب ہے

یعنی انسان جب اپنے ارادہ اور عقل کا غلط استعمال کرنے لگتا ہے احکاماتِ ربی اور ارشاداتِ نبوی سے منہ موڑ لیتا ہے۔ اور غلط روی اختیار کرتا ہے تو وہ سلسلہ غضب میں آجاتا ہے نصرتِ الٰہی اس کا ساتھ چھوڑ جاتی ہے اور نبوی سلسلہ رحمت سے خارج ہو جاتا ہے

اسی لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

"جو شخص اقتدا کرنا چاہتا ہے اس کو چاہیئے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرے کیونکہ یہ حضرات ساری امت سے زیادہ اپنے قلوب کے اعتبار سے، پاک اور علم کے اعتبار سے گہرے تکلف و بناوٹ سے الگ اور عادات کے اعتبار سے معتدل اور حالات کے اعتبار سے بہتر ہیں۔" (شرح عقیدہ سفارینی جلد ۲ صہ ۲۸۰)
جس کی تفصیل اگلے صفحات میں نذر قارئین کرام ہے۔

رشتہ داریاں

مسلّمہ حقیقت

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ خلفائے راشدین میں دورِ خلافت سے قبل گہرے خاندانی روابط تھے جو ادوارِ خلافت کے بعد تک نسلاً بعد نسلاً قائم رہے باہمی رشتہ داریوں کی اہمیت کسی سے پوشیدہ نہیں اور فتنہ و فساد کی راہ میں ہمیشہ مانع رہی ہیں یہی وجہ ہے کہ ان خانوادوں میں کبھی قسم کا کوئی جھگڑا فساد رونما نہ ہوا۔ نہ ایک دوسرے کی اہانت اور عداوت کا کبھی کوئی واقعہ ہوا۔

خلفائے راشدین میں گہری رشتہ داریوں کی وجہ سے باہمی بڑی اخوت و محبت، ہمدردی و خاطر داری پائی جاتی تھی۔ بنی ہاشم۔ آل ابی طالب، اور قبیلہ صدیق اکبر میں کوئی منازعت و منافست نہ تھی حضرت علی المرتضیٰ حضرت فاروق اعظم، اور حضرت عثمان غنی کے مابین بھی گہری رشتہ داریاں اور تعلقداریاں تھیں ان کے مابین ہر قسم کے روابط و مراسم قائم تھے۔ اور مدت مدید سے مخلصانہ دوست داری چلی آ رہی تھی۔ جو خلافت راشدہ کے دور میں بدستور قائم رہی اور اس میں کبھی کوئی خلل یا خدشہ پیدا نہ ہوا۔ خلفائے راشدین کی رشتہ داریوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

صدّیقی رشتے

۱۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق کے داماد ہیں۔

۲۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت صدیق اکبر خسر ہیں۔

۳۔ بالفاظ قرآن ازواجہ امھاتھم سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ تمام امت مسلمہ کی ماں ہیں۔

۴۔ متذکرہ بالا اعلانِ قرآن کی رو سے حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت علی المرتضیٰ۔ حضرت فاطمۃ الزہرا

اور دیگر دختران رسول کی والدہ محترمہ ٹھہریں

۵۔ اسماء بنت عمیس حضرت علی کے برادر حقیقی جعفر طیار کی اہلیہ محترمہ ہیں۔

۶۔ جعفر طیار کی شہادت کے بعد حضرت علی کی بھاوج اسماء بنت عمیس مذکورہ نے حضرت ابوبکر صدیق سے نکاح کر لیا۔

۷۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے ان کی بیوہ اسماء بنت عمیس مذکورہ سے نکاح کر لیا۔

۸۔ اسماء بنت عمیس کے بطن سے جعفر طیارؓ کے دو لڑکے عبداللہ و محمد، صدیق اکبر کا ایک لڑکا محمد اور علی المرتضیٰ کے دو لڑکے عون بن علی اور یحییٰ بن علی پیدا ہوئے جو سب مادر زاد بھائی ٹھہرے

نسبی رشتے

۹۔ اسماء بنت عمیس مذکورہ بالا کی نو عدد ماں جائی بہنیں ہیں جو اخوات الام کہلاتی ہیں

(الف) ان میں سے اسماء کی ایک بہن ام المومنین میمونہ بنت الحارث ہے۔

(ب) اسماء کی دوسری بہن ام الفضل لبابہ بنت الحارث حضرت عباس بن عبدالمطلب کی بیوی ہے

(ج) اسماء کی تیسری بہن سلمیٰ بنت عمیس سید الشہدا حضرت حمزہؓ کی بیوی ہے۔

۱۰۔ اس طرح حضور نبی کریمؐ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور حضرت عباس بن عبدالمطلب حضرت صدیق اکبر کے باہم ہمزلف ٹھہرے

۱۱۔ حضرت صدیق اکبر کی اہلیہ اسماء بنت عمیس حضور نبی کریمؐ، حضرت حمزہ اور حضرت عباس کی سالی ہوئیں

(الاستیعاب از عبدالبر جلد ۴ صفحہ ۲۳۱ - ۲۳۲)

اسماء بنت عمیس کی ان رشتہ داریوں کو شیعی کتب "

(ا) کشف الغمہ جلد اول ص ۵۰۰ و ص ۵۱۰ طبع طہران جدید

(ب) مجالس المومنین قاضی نور اللہ شستری شیعی مجلس چہارم

(ج) حق الیقین از ملا باقر مجلسی

(د) درۂ نجفیہ، میں تسلیم کیا گیا ہے۔

۱۲۔ حضرت صدیق اکبر کی پوتی (حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ) سیدنا امام حسین بن علی کی منکوحہ ہیں (طبقات ابن سعد صـ ۳۴۴)

۱۳۔ حضرت صدیق اکبر کے پوتے قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ اور حضرت علی المرتضیٰ کے پوتے زین العابدین آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔ (منتہی الآمالی شیخ عباس قمی شیعی جلد دوم صـ ۳)

۱۴۔ حضرت ابوبکر صدیق کے پوتے قاسم بن محمد بن ابی بکر کی لڑکی جو اُمِّ فروہ کی کنیت سے مشہور ہیں امام محمد باقرؒ کی بیوی ہیں جن سے امام جعفر صادق اور ان کا بھائی عبداللہ پیدا ہوئے (تاریخ ابن خلکان تذکرہ علی بن الحسین جلد اول صـ ۳۲۰)

ان سب رشتہ داریوں کا تذکرہ فرق الشیعہ۔ اصولِ کافی۔ الصافی شرح اصولِ کافی۔ کشف الغمہ۔ عمدۃ الطالب وغیرہ شیعہ کتب میں موجود ہے۔

اسمی رشتے

مذکرہ بالا رشتہ داریوں کے علاوہ خلفائے راشدین میں اخوت و محبت، و شفقت کے رشتے اتنے گہرے تھے کہ بنی ہاشم اور آلِ ابی طالب، اور صدیقی خاندان نے اپنی اولاد کے نام بھی ازراہِ یگانگت اپنے اکابر کے ناموں پر رکھے جیسے

اولادِ علی المرتضیٰ میں پانچویں نمبر کے صاحبزادہ کا نام عمر بن علی۔ ساتویں نمبر کے پسر کا نام ابوبکر بن علی، اور آٹھویں نمبر کے بیٹے کا نام عثمان بن علی ہے یہ اپنے برادر حسین ابن علی کے ساتھ میدانِ کربلا میں شہید ہوئے۔ (جمہرۃ الانساب العرب جلد اول صـ ۳۹ - ۳۷ طبع مصری)

- سیدنا امام حسنؓ کے تیسرے نمبر کے صاحبزادہ کا نام عمر بن الحسن ہے۔ اور پانچویں نمبر کے نورِ نظر کا نام ابوبکر بن الحسن ہے ان میں سے ابوبکر اپنے چچا امام حسینؓ کے ساتھ میدانِ کربلا میں شہید ہوئے (النسب قریش صـ ۵۰ از مصعب زبیری)

- ان کے بعد حضرت امام زین العابدین علی بن حسین نے اپنے چوتھے پسر کا نام عمر رکھا یعنی عمر بن علی بن حسین (النسب قریش صـ ۶۱)

- امام موسیٰ کاظمؒ نے سولہ نمبر پر اپنی دختر کا نام حضرت عائشہؓ صدیقہ بنتِ ابوبکرؓ کے نام پر عائشہ

(۵) امام علی رضا نے بھی اپنی اکلوتی بیٹی کا نام بھی عائشہ رکھا۔ (کتاب الارشاد شیخ مفید صہ ۲۸۳ طبع جدید طہران)

یہ رسمی نسبتیں اس امر کی شاہد عدل ہیں کہ ان اکابر اور ان کی اولاد میں گہری محبت و الفت تھی۔ اگر ان کے مابین کوئی خلش ہوتی تو وہ اپنے خاندانوں میں ان اکابر کا نام و نشان تک باقی نہ رہنے دیتے کیونکہ مخالفین کبھی اپنی اولاد کا نام، اپنے مخالف کے نام پر نہیں رکھتے۔ بلکہ وہ تو اپنے مخالفین کا نام تک سننا گوارا نہیں کرتے

فاروقی رشتے

۱۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ حضرت علی شیرِ خدا کے داماد ہیں۔

۲۔ حضرت علی المرتضیٰ حضرت عمر کے خسر ہیں۔

۳۔ حضرت فاطمۃ الزہرا حضرت فاروق کی خوشدامن ہیں۔

۴۔ سیدنا حسن و سیدنا حسین حضرت فاروق کے سالے ہیں۔

۵۔ حضرت عمر فاروق حسنین شریفین کے بہنوئی ہیں۔

۶۔ حضرت زینب دخترِ علی المرتضیٰ حضرت عمر کی سالی ہیں۔

۷۔ زید پسرِ عمر فاروق اور رقیہ دخترِ عمر فاروق دونوں حضرت علی کے نواسے ہیں۔

۸۔ امام حسن، امام حسین، امام محمد بن حنیفہ صاحبزادگان علی المرتضیٰ کے لیے زید و رقیہ بھانجے ہیں۔

۹۔ حسنین شریفین زید بن عمر اور رقیہ بنتِ عمر کے ماموں ہیں۔

۱۰۔ سردارِ دو عالم آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بنت البنت (نواسی) حضرت عمر بن الخطاب کے نکاح میں ہیں۔ (رحماء بینہم صہ ۲۵۴)

علوی رشتے

ارشادِ نبوی ہے کہ

"ہر نسب و سبب قیامت کے روز منقطع ہو جائے گا مگر میرا نسب اور انتساب فائدہ مند ہوگا"۔ (کتاب السنن جلد نمبر ۳ صہ ۱۳۰)

یہ حدیث نبوی سنانے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

"میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا مصاحب و ہمنشین تو رہا ہوں اور پسند کرتا ہوں کہ نسبی تعلق بھی قائم ہو جائے۔"

اس بنا پر حضرت عمرؓ نے حضرت علی المرتضیٰ سے ام کلثوم بنتِ فاطمۃ الزہرا کے رشتہ کی خواہش کی، اور فرمایا کہ:

" میں اس رشتہ کی، حسنِ معاشرت کو اس طرح نگاہ میں رکھوں گا کہ کوئی اور شخص ملحوظ نہ رکھ سکے گا"

اس یقین دہانی کے باوجود حضرت علی المرتضیٰ نے اپنی دختر ام کلثوم کا حضرت عمرؓ سے نکاح کر دیا جس کی خبر خود حضرت عمرؓ نے مسجد نبوی میں جا کر مجلس مہاجرین میں جا کر سنائی۔ جہاں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، زبیرؓ، عثمانؓ، طلحہؓ، سعدؓ، اور علیؓ بیٹھے تھے۔ (کتاب السنن سعید بن منصور الخراسانی المکی متوفی ۲۲۷ھ جلد ۳ صفحہ ۱۳۰)

اعتراف تزویج ہر دور کے شیعہ علماء نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ:۔ " ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ کا نکاح حضرت عباس کی وساطت سے حضرت عمرؓ سے ہوا حضرت عمرؓ کی ام کلثوم سے اولاد پیدا ہوئی جب حضرت عمرؓ کا انتقال ہوا تو حضرت علی ام کلثوم کو عدت گزارنے کے لیے اپنے گھر لے گئے جیسا کہ مستند شیعہ کتب:

۱۔ الکافی جلد ۲۔ صفحہ ۱۴۱۔

۲۔ فروع الکافی جلد ۲ صفحہ ۳۱۱ و جلد ۳ صفحہ ۳۱۱)

۳۔ الاستبصار جزو ثالث صفحہ ۱۸۶۔

۴۔ تہذیب الاحکام صفحہ ۲۳۸

۵۔ اور کتاب الشافی صفحہ ۱۱۶۔

کی روایات سے ثابت ہے چونکہ اس رشتہ سے انکار کی کوئی گنجائش نہ تھی اس لیے یہ الزام عائد کر دیا گیا کہ یہ نکاح حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے ڈر اور خوف سے کر دیا تھا جس کی تردید شرح نہج البلاغہ، حدیدی شیعی کے اس اعتراف سے ہو جاتی ہے کہ بعد نکاح حضرت علی المرتضیٰ کا حضرت عمرؓ کے گھر اپنی دختر ام کلثوم کے لیے آنا جانا رہا۔ اگر تنگی ترشی کے تحت یہ نکاح ہوتا تو پھر یہ آمد و رفت ممکن نہ تھی۔ جیسا کہ واقعہ ذیل سے ظاہر ہے۔

ثالثی علی المرتضیٰ

"حضرت عمر بن الخطاب ایک روز روم کے بادشاہ کی طرف ایک ایلچی روانہ کرنے لگے۔ تو ان کی بیوی ام کلثوم نے چند دینار کی خوشبو خرید کر دو شیشیوں میں ڈالی۔ اور شاہِ روم کی عورت کی طرف پیغام رساں کے ہاتھ تحفۃً ارسال کر دیں۔ جب پیغام رساں واپس آیا۔ تو اس خوشبو کے عوض میں دونوں شیشیاں جواہر سے بھری ہوئی لا کر حضرت عمر کے گھر پہنچا دیں۔

جب عمر بن الخطاب گھر میں داخل ہوئے تو ان کی زوجہ ام کلثوم جواہر کو گود میں لیے بیٹھی تھی۔ عمرؓ نے پوچھا کہ یہ جواہر کہاں سے حاصل کیے ہیں۔ ام کلثوم نے تمام قصہ بیان کر دیا۔ جس پر عمر بن الخطاب نے یہ جواہر قبضہ میں لے لیے۔ اور فرمایا کہ یہ تو تمام مسلمانوں کے ہیں ام کلثوم نے کہا وہ کس طرح؟ یہ تو میرے ہدیہ کے عوض میں آئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرے اور تیرے درمیان تو تیرا باپ (علی ابن ابی طالب) فیصلہ کر دے وہ معتبر ہو گا پھر حضرت علیؓ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اے ام کلثوم! اس تحفہ کی خریداری میں جس قدر تیرے درہم و دینار صرف ہوئے تھے جواہر سے اتنی مقدار لے سکتی ہو باقی جواہر تمام مسلمانوں یعنی صرف بیت المال کے لیے ہیں اس لیے کہ عامۃ المسلمین کا ایلچی ان کو اٹھا کر لایا ہے"

۱۔ (شرح نہج البلاغہ حدیدی شیعی جلد ۴۔ صہ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ طبع بیروت)

۲۔ (شرح نہج البلاغہ حدیدی شیعی جلد ۹ صہ ۵۴ طبع قدیم ایران)

حُسنِ اعتراف

حضرت علی المرتضیٰ کے علاوہ ان کے صاحبزادگان سیدنا امام حسنؓ سیدنا امام حسینؓ اور محمد بن حنیفہ کا بھی اپنی بہن ام کلثوم کے گھر آنا جانا تھا جیسا کہ مندرجہ ذیل روایات سے عیاں ہے کہ:

۱۔ "سیدنا امام حسن و سیدنا امام حسین اپنی بہن ام کلثوم کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے اس حالت میں کہ وہ اپنے سر کو کنگھی کر رہی ہوتی تھیں۔ (المصنف لابن ابی شیبہ جلد نمبر ۴ صہ ۲۳۶ طبع دکن)

۲۔ محمد بن حنیفہ ذکر کرتے ہیں کہ میں اپنی بہن ام کلثوم کے پاس بیٹھا تھا کہ عمر فاروق گھر تشریف لائے حضرت عمر نے (از راہ شفقت) مجھے گلے لگایا اور ام کلثوم سے فرمانے لگے کہ اے ام کلثوم اس عزیز کے ساتھ لطف اور مہربانی سے پیش آنا۔" (کنز العمال جلد ۸ ص ۱۱۸ طبع دکن)

۳۔ ایک مرتبہ سیدنا امام حسین حضرت عمر کو ملنے ان کے گھر گئے۔ وہ اندر کسی کام میں مصروف تھے جس پر وہ واپس آ گئے۔ بعدہٗ حضرت عمر نے اس کی وجہ پوچھی تو امام حسین نے فرمایا کہ میں آپ سے ملنے کے لیے گیا تھا لیکن (آپ کے پسر) عبدالرحمٰن بن عمر کو بھی اس وقت اجازت نہ ملی تھی اس وجہ سے میں واپس چلا گیا حضرت عمر نے یہ سن کر فرمایا کہ آپ ابن عمر کے درجہ میں نہیں اس کا اور مقام ہے آپ کا اور مرتبہ ہے یہ جو کچھ ہمیں عزت نصیب ہے یہ سب آپ حضرات کی وجہ سے حاصل ہے (شرح نہج البلاغۃ حدیدی شیعی جلد ۳ ص ۱۶۱ - ۱۶۲ طبع بیروتی)

توثیق امام باقرؓ

تقیہ اہل تشیع کا مسلم اصول ہے اس لیے جو حقائق ان کے عقائد سے مطابقت نہیں رکھتے ان کا وہ سرے سے انکار کر دیتے ہیں مگر ان کے ائمہ ان کی توثیق کرتے ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعہ سے عیاں ہے۔

"عبدالرحمٰن ابن عبد ربہ کہتا ہے کہ میں نے ایک شخص سے سنا وہ کہہ رہا تھا کہ میں مدینہ شریف میں امام باقرؓ کے ہاں جا کر بیٹھا اور ذکر کیا کہ آپ ابوبکر و عمر کے حق میں کیا فرماتے ہیں تو امام نے فرمایا کہ خدا ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں پر اپنی رحمت نازل فرمائے میں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ان دونوں سے برأت و بیزاری ظاہر کرتے ہیں! تو فرمایا رب کعبہ کی قسم جس نے یہ کہا ہے جھوٹ کہا ہے۔ اے مخاطب تو جانتا نہیں کہ علی المرتضیٰ نے اپنی لڑکی ام کلثوم جو فاطمۃ الزہرا سے متولد تھی اس کی عمر بن الخطاب سے نکاح اور شادی کر دی تھی۔ ام کلثوم کی ماں سیدہ فاطمہ نانی خدیجۃ الکبریٰ، نانا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم والد علی شیر خدا۔ بھائی حسنین شریفین ہیں۔ تمام فضائل و مناقب کے مالک ہیں اگر عمر بن الخطاب

اس کام کے لائق اور اہل نہ ہوتے۔ تو علی المرتضیٰ ام کلثوم کو نکاح کر کے نہ دیتے۔" (فضائل ابی بکر الصدیق۔ لابی طالب محمد بن علی العشاری صہ۱ طبع فی مصر)

عثمانی رشتے

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے نسبی تعلقات اور خاندانی رشتے سب فرقوں کے نزدیک مسلم ہیں جن کی تفصیل رحماء بینھم جلد ۳ میں درج ذیل ہے:

۱۔ "ام حکیم البیضاء بنت عبد المطلب بن ہاشم (جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد محترم عبد اللہ کی توأم ہیں اور نبی کریم کی عمہ محترمہ (پھوپھی) ہیں۔ اور حضرت علیؓ کی بھی عمہ محترمہ ہیں) حضرت عثمان کی سگی نانی ہیں۔ یعنی

۲۔ عثمانؓ ام حکیم بیضاء کے نواسے ہیں اور حضرت صفیہ بنت عبد المطلب عمۃ النبیؐ کی بھانجی کے بیٹے ہیں اور حضرت صفیہؓ حضرت عثمان کی ماں کی حقیقی خالہ ہیں۔

۳۔ حضرت علی کے والد ابو طالب حضرت عثمان کی ماں کے ماموں ہیں۔ اور حضرت عثمان کی ماں (اروی) ان کی بھانجی ہیں۔

۴۔ حضرت علی المرتضیٰ حضرت عثمان کی ماں کے ماموں زاد بھائی ہیں۔

۵۔ حضرت عثمان، حضرت علی و جعفر طیار و عقیل کی پھوپھی زاد بہن (اروی) کے لڑکے ہیں۔

۶۔ حضرت عثمان، حضرت سید الشہداء حمزہؓ، و حضرت عباس بن عبد المطلب کی خواہر زادی (بھانجی) کے بیٹے ہیں۔

۷۔ حضرت حمزہ و عباسؓ، حضرت عثمان کی والدہ کے سگے ماموں ہیں جیسے ابو طالب ماموں ہیں۔

خلاصہ یہ کہ حضرت عثمانؓ کی والدہ بنی ہاشم کی نواسی ہیں یعنی ان کے ننہیال والے بنی ہاشم تھے اور حضور نبی کریم کی دو دختران حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم (جن کی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ ہیں) یکے بعد دیگرے حضرت عثمان بن عفان کے نکاح میں آئیں۔" (رحماء بینھم جلد ۳ صہ ۲۹، ۳۰)

فرمان علی المرتضیٰ

"کسی کو اس کے حق سے زیادہ سراہنا چاپلوسی ہے اور حق میں کمی کرنا کوتاہ بیانی ہے یا حسد" (نہج البلاغہ صہ ۹۱۸ مترجمہ مفتی جعفر حسین)

فکر ابوبکرؓ و عمرؓ

دشمنانِ اسلام نے خلفائے راشدین کے مابین دشمنی عداوت ناچاقی اور غضبناکی کے طومار باندھے اور ان کے مابین خفگی و ناراضگی و آزردگی کے جتنے طومار باندھے ہیں اور جتنے افسانے تراشے ہیں ان کا ذاتی کردار بزبان حال ان کی تردید کرتا ہے اور بتلاتا ہے۔ کہ خلفائے اربعہ کے درمیان کسی قسم کا کوئی تنازعہ، کوئی اختلاف اور کوئی کینہ نہ تھا اس کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واقعہ نکاح سے ہوتی ہے۔

حضرت شیرِ خدا علیؓ المرتضیٰ کا سرکار دوجہاں کی دخترِ نیک اختر سے نکاح کرنے کا ارادہ تھا مگر بوجہ تنگ دستی وہ اس رشتہ کا سوال نہ کرتے تھے حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت عمر فاروقؓ نے اس سلسلہ میں سبقت کرتے ہوئے اس امر کی تحریک کی کہ حضرت علی المرتضیٰ کا نکاح دخترِ رسولِ خدا حضرت فاطمہؓ سے ہونا چاہیئے۔ اس واقعہ کی تفصیل اہلِ تشیع کی مستند کتاب "جلاء العیون" باب تزویج فاطمہ با امیر المومنین علیؓ میں ملا۔ محمد باقر مجلسی نے یوں لکھی ہے:۔

"ایک روز ابوبکرؓ و عمرؓ و سعدؓ بن معاذ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے حضرت فاطمہؓ کی شادی و نکاح کے متعلق بات چیت ہونے لگی، ابوبکرؓ نے کہا کہ حضرت رسول اللہ سے قریش کے شرفاء نے فاطمہ کی خواستگاری کے متعلق گفتگو کی ہے حضورؐ نے جواب میں فرمایا ہے کہ فاطمہ کا معاملہ اس کے پروردگار کے سپرد ہے۔ جس کو چاہے گا اس کو تزویج کردے گا۔ علیؓ ابن ابی طالب نے اس معاملہ میں نہ خود حضرت رسول اللہؐ سے کوئی بات کی

ہے نہ ان کے لیے کسی نے حضورؐ سے کہا ہے میرا خیال ہے کہ علی ابن ابی طالب کو خواستگاری فاطمہؓ سے تنگدستی کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ حضرت رسولؐ نے فاطمہؓ کا نکاح علی ابن ابی طالب کے لیے محفوظ کر رکھا ہے"۔

اقدام ابوبکرؓ و عمرؓ

"اس پر ابوبکرؓ نے عمرؓ اور سعدؓ کو کہا کہ اٹھو! علی ابن ابی طالب کے پاس چلیں! اور ان کو خواستگاری فاطمہؓ کے لئے تیار کریں۔ اگر ان کی تنگدستی مانع ہو۔ تو ان کی مدد کریں۔ سعدؓ نے کہا اے ابوبکرؓ! آپ نے بالکل ٹھیک تجویز کی ہے وہ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے اور امیر المومنین کے گھر چلے گئے۔ حضرت علی اس وقت گھر میں موجود نہ تھے بلکہ اپنا اونٹ لے کر ایک انصاری کے باغ میں اجرت پر آب کشی کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ یہ تینوں حضرات اسی باغ میں علی بن ابی طالب کی خدمت میں پہنچ گئے حضرت علی نے دریافت فرمایا کہ کیسے آنا ہوا؟ ابوبکرؓ نے کہا آپ نیک خصلتوں میں دوسرے لوگوں سے سبقت لیے ہوئے ہیں۔ اور حضرت رسولؐ کے ساتھ آپ کا نسبی رشتہ بھی قریب تر ہے۔ ہم نشینی بھی دائمی نصیب ہے آپ کو خواستگاری فاطمہؓ سے کون سا امر مانع ہے؟ میرا گمان ہے کہ رسولؐ خدا نے یہ رشتہ آپ کے لیئے رکھا ہوا ہے دوسروں کو اس سے منع کر دیا ہے۔

حضرت علی نے جب یہ بات سنی تو آپ کے آنسو جاری ہو گئے فرمانے لگے اے ابوبکرؓ! تم نے میرے غم کو تازہ کر دیا۔ میرے سینہ کی پوشیدہ آرزو کو برانگیختہ کر دیا۔ فرمایا کون شخص ہے جو اس خواستگاری کے لیے خواہاں نہ ہو۔ لیکن تنگدستی کی وجہ سے میں اس چیز کے اظہار میں شرم محسوس کرتا ہوں"۔

"پس ان تینوں (ابوبکرؓ، عمرؓ، سعدؓ) نے حضرت علی کو اس کام کے لیے آمادہ کیا۔ اور حضرت رسولؐ کی خدمت میں خواستگاری کی خاطر جانے کے لیے رضامند کر لیا۔ حضرت علی نے اپنا اونٹ کھولا اور باغ سے گھر تشریف لے گئے اونٹ باندھ

دیا۔ اور پاپوش پہن کر حضرت رسالت مآبؐ کے گھر تشریف لے گئے"۔ جلاء العیون مصنفہ ملا باقر مجلسی شیعی صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲، باب تزویج فاطمہ با امیر المومنین طبع تہران، مطبوعہ ۱۳۳۴ھ)

اسی ضمن میں دوسری روایت امالی طوسی شیعی میں ضحاک بن مزاحم کی زبانی منقول ہے کہ :

"میں نے حضرت علیؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میرے پاس ابوبکرؓ اور عمرؓ آئے اور کہنے لگے یہ بڑی عمدہ بات تھی کہ آپ خواستگاری فاطمہؓ کے لیے رسول خدا کے پاس تشریف لے جاتے حضرت علی نے فرمایا اس کے بعد میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب حضورؐ نے مجھے دیکھا تو ہنس کر فرمایا علی کیسے آنا ہوا؟ میں نے اپنی قرابت نبی اور دیرینہ قبولیت اسلام اور نصرت دینی اور جہاد میں مساعی کا ذکر کیا۔ رسولؐ خدا نے فرمایا جو کچھ تو نے کہا ہے تو اس سے بھی بہتر ہے پھر میں نے عرض کیا کہ فاطمہؓ کا نکاح میرے ساتھ کر دیں۔ تو بہتر ہوگا" (کتاب الامالی الشیخ ابی جعفر طوسی جلد ۱ صفحہ ۳۸)

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کی تحریک نکاح حضرت علی ہمراہ سیدہ فاطمہؓ کا تذکرہ نہ صرف بڑے بڑے شیعہ مؤرخین و مصنفین اور علماء کی کتابوں میں موجود ہے بلکہ شیعہ شعراء نے نظم بھی کیا ہے اس ضمن میں مرزا رفیع باذلی ایرانی نے اپنی کتاب "حملہ حیدری" جلد اول صفحہ ۱۶ مطبوعہ قدیم ۱۲۶۷ھ میں محرکین نکاح حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کا نام بنام تذکرہ اپنی طویل نظم میں کیا ہے اور ان کو یاران علیؓ قرار دیا ہے جیسا کہ اس کے شعر سے عیاں ہے کہ ؎

بہ ترغیب یاران علی ولی
بروز دگر رفتہ نزد نبی

غرض کہ حضرت علی المرتضیٰ کی خواہش نکاح پر سرکار دو جہاںؐ انہیں وہیں بٹھا کر گھر تشریف لے گئے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ "علی ابن ابی طالب نے تیرے نکاح کے متعلق ذکر کیا ہے تیرا کیا خیال ہے تو حضرت فاطمہؓ اپنی پسندیدگی یا بے رخی کا اظہار کئے بغیر خاموش رہیں اور سرکار دو جہاں نے اپنی صاحبزادی کی خاموشی کو اقرار اور رضامندی کی علامت تصور کرتے ہوئے اس کا نکاح حضرت علی سے کر دینے کا فیصلہ فرمایا۔

یہ مسلمہ واقعہ اس بات کا شاہد عدل ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان نہایت مخلصانہ اور خیرخواہانہ تعلقات تھے۔ اسی سبب انہوں نے حضرت علی کو حضرت فاطمہؓ کی خواستگاری نکاح کا مشورہ دیا۔ جو انہوں نے قبول کر کے اس پر فوری عمل کیا۔

صدیقی خدمات

اعلان نکاح کے بعد جہیز اور نکاح کی تیاری کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں:-

"رسول خدا نے مجھے حکم فرمایا کہ اٹھو اور مصارف شادی کے لیے اپنی زرہ بیچ ڈالو میں نے جا کر زرہ بیچ دی اور اس کی قیمت لا کر حضورؐ کے دامن میں ڈال دی نہ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ کتنے درہم ہیں اور نہ میں نے خود بتلایا کہ اتنے درہم ہیں۔ پھر آپؐ نے (حضرت) بلالؓ کو بلا کر ایک مٹھی بھر کر دی کہ فاطمہ کے لیے خوشبو خرید کر لائے۔ پھر آپؐ نے دونوں ہاتھ بھر کر ابوبکر کو دیئے کہ فاطمہ کے لیے مناسب کپڑے اور دیگر سامان جو درکار ہے وہ خرید لائیں اور عمارؓ بن یاسر اور دیگر احباب کو ابوبکر کے ساتھ روانہ کیا۔ پھر سب حضرات بازار پہنچے۔ وہ جس چیز کے خرید نے کا ارادہ کرتے تھے پہلے ابوبکر کے سامنے پیش کرتے اگر وہ اس چیز کا خریدنا درست خیال کرتے تو اسے خرید لیتے چنانچہ انہوں نے سات درہم کا ایک قمیص، چار درہم کی ایک اوڑھنی، ایک خیبری سیاہ چادر، ایک بنی ہوئی چارپائی۔ بستر کے دو گدے ایک کھجور کی چھال کا بھرا ہوا۔ اور دوسرا بھیڑ کی اون سے بھرا ہوا۔ گھاس کی بھری ہوئی ایک بالین ایک صوف کا کپڑا۔ ایک چمڑے کا مشکیزہ، دودھ کے لیے لکڑی کا پیالہ، سبز قسم کا ایک گھڑا۔ اور مٹی کے کوزے خرید لئے۔ جب یہ تمام سامان خریدا گیا تو اس میں سے کچھ سامان خود ابوبکر نے اٹھایا باقی چیزیں دوسروں نے اٹھائیں اور حضورؐ کی خدمت میں لا کر پیش کیا۔ جسے ملاحظہ کرنے کے بعد آپؐ نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس میں اہل بیت کے لیے برکت عطا فرمائے۔ (کتاب الامالی الشیخ ابی جعفر الطوسی شیعی جلد اول صہ ۳۹ - مطبوعہ جدید نجف اشرف عراق (جلاء العیون فارسی ملا باقر مجلسی شیعی صہ ۱۲۶ ، و مناقب ابن شہر آشوب از فاضل شیعہ

محمد بن علی بن شہر آشوب مروی مازندرانی متوفی ۵۸۸ھ)

اس طرح اس مبارک شادی کا اہتمام تمام تر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں انجام پذیر ہوا

عثمانی عطیہ

حضرت علی تنگدستی کی وجہ سے اس رشتہ کی درخواست نہ کر سکتے تھے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تحریک پر یہ مرحلہ طے ہو گیا تو شادی کے لیے ضروری سامان خریدنے کا سوال پیدا ہوا۔ شیعہ کتب کشف الغمہ اور ملا باقر مجلسی کی بحار الانوار میں اس کی تفصیل یوں درج ہے:

" حضرت علی کہتے ہیں کہ رسولِ خدا نے میری طرف متوجہ ہو کر مجھے حکم فرمایا کہ جا کر اپنی زرہ بیچ ڈالیے اور وہ دام میرے پاس لائیے تاکہ تمہارے اور فاطمہ کے لیے ضرورت کی جو چیزیں ہوں ان کی تیاری کی جائے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے زرہ اٹھائی اور بازار مدینہ میں چلا گیا۔ یہ زرہ میں نے عثمان بن عفان کے ہاتھ چار سو درہم میں فروخت کر دی جب میں نے یہ دام لے لیے اور عثمان نے زرہ اپنے قبضہ میں کر لی۔ تو عثمان بن عفان نے مجھے کہا کہ اب زرہ ہذا کا میں آپ سے زیادہ حقدار ہوں۔ اور ان دراہم کے آپ مجھ سے زیادہ حقدار ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ اس پر عثمان بولے۔ تو لیجئے یہ زرہ میری طرف سے آپ کے لیے ہدیہ ہے (یہ آپ لے جائیں)

" حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے زرہ اور دراہم دونوں چیزیں لے لیں اور حضرت رسول کریم کی خدمت میں حاضر ہو کر زرہ اور دراہم دونوں چیزیں آپ کے سامنے رکھ دیں اور سارا واقعہ حضور کی خدمت میں بیان کر دیا، جس پر حضور نے عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے خیر کے کلمات فرمائے " (کشف الغمہ جلد اول صہ ۴۸۵ و صہ ۴۸۶ ، طبع جدید تہران و بحار الانوار جلد عاشر صہ ۳۹ طبع قدیم ایران)

غرض کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کو جو ہدیہ و تحفہ پیش کیا اس رقم سے سائر سامان شادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خریدا گیا جو حضرت صدیق اکبر نے خود پسند کر کے خریدا جیسے کوئی اپنے عزیز کے لیے ایسا سامان

محرمانہ ہے۔ ان واقعات سے ظاہر ہے کہ خلفائے راشدین میں گہری مودت و یگانگت تھی اور وہ ایک دوسرے کے بڑے ہی خواہ اور ہمدرد تھے۔

نکاحِ علی المرتضیٰؓ

شیعہ کتب المناقب للخوارزمی، کشف الغمہ اور بحار الانوار ملا باقر مجلسی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ بیان درج ہے کہ:۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نکاح فاطمہ کی گفتگو کرنے کے بعد میں جب حضور علیہ السلام کے گھر سے باہر آیا تو فرحت و مسرت سے میں مسرور تھا۔ سامنے سے ابوبکر اور عمر بن الخطاب آرہے تھے انہوں نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے تو میں نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی ہے کہ آسمانوں پر اللہ نے میرا نکاح فاطمہ کے ساتھ کر دیا ہے اور اب حضور گھر سے باہر تشریف لاکر تمام لوگوں کے سامنے اس نکاح کا اعلان فرمانے والے ہیں"

یہ خبر سن کر ابوبکر و عمر بہت خوش ہوئے اور میرے ساتھ ہو کر اسی وقت مسجد نبوی میں آگئے۔ ابھی درمیان مسجد میں نہ پہنچے تھے کہ نبی کریم بھی مسرت و انبساط کی حالت میں پیچھے سے آپہنچے۔ حضور کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ پھر بلالؓ کو بلا کر فرمایا کہ مہاجرین و انصار کو جمع کر لاؤ"

مذکورہ الصدر واقعہ حضرت انسؓ کی زبانی بالفاظ ذیل شیعہ کتاب المناقب الخوارزمی میں موجود ہے:۔

"حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نبی کریمؐ کی خدمت میں موجود تھا نبی کریم پر وحی نازل ہوئی نزول وحی کے بعد حضور علیہ السلام نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اے انس تو جانتا ہے کہ صاحب العرش کی طرف سے جبرائیل کیا پیغام لایا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ فاطمہؓ کو علی ابن ابی طالب کے ساتھ تزویج کر دوں۔ بس جاؤ۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ طلحہؓ و زبیرؓ کو بلاؤ اور اتنی ہی تعداد میں انصار کو بلاؤ۔ ان کے آنے پر حضور نبی کریم منبر پر تشریف لے گئے حمد و ثنا کے بعد جبرائیل کے آنے اور خبر تزویج سنانے

سے سب حاضرین کو آگاہ فرمایا اور نکاح کی اہمیت بیان کرنے کے بعد اعلان فرمایا کہ میں سب حاضرین مجلس کو اس چیز کا گواہ اور شاہد قرار دیتا ہوں کہ میں نے فاطمہ کا علی ابن ابی طالب کے ساتھ چار صد مثقال مہر کے عوض نکاح کر دیا ہے" (کشف الغمہ طبع جلد اول صد ۱۰۳، صد ۲۷ طبع جدید تہران، (۲) کتاب بحار الانوار ملا باقر مجلسی جلد عاشر صد ۳۸-۳۷، (۳) مناقب خوارزمی صد ۲۴۲)

اس ضمن میں محب الدین طبری کی کتاب میں مزید یہ درج ہے کہ:۔

" اس کے بعد آپؐ نے کھجور کا تھال منگا کر سب کے سامنے رکھ دیا۔ اور فرمایا کہ اس کو لوٹ لو! آپس میں جھپٹ کر کھاؤ!! تو ہم جھپٹ جھپٹ کر کھانے لگے" (ریاض النضرۃ جلد ثانی صد ۲۴۱)

حضرت فاطمہؓ کے نکاح ہمراہ حضرت علیؓ کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی طور پر حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان غنیؓ و دیگر صحابہ کرام کو بلوا کر مجلس نکاح میں شامل کرنے اور گواہ نکاح بنانے سے اس بات کا صاف صاف پتہ چلتا ہے کہ ان سب کے درمیان پر خلوص محبت و یگانگت اور اتفاق و اتحاد تھا جس کی خود شیعہ کتب شہادت دے رہی ہیں،

اہتمام رخصتی

حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت فاطمہ کی شادی کے سلسلہ میں حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے جو والہانہ کردار ادا کیا اس کی تفصیل گذشتہ اوراق میں گزر چکی ہے

اب یہ دیکھئے کہ اس باپ کی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ کا اس معاملہ میں کیا کردار رہا۔ اس کی تفصیل خود شیعہ کتب امالی شیخ طوسی جلد ثانی اور مناقب خوارزمی میں موجود ہے شیعہ خوارزمی کی روایت میں ام ایمن کا بیان ہے کہ:

" میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت علی کو بلا لائی۔ وہ تشریف لائے پھر فرمایا میں جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آنجنابؐ حضرت عائشہ کے مکان میں تشریف فرما تھے۔ (میرے آنے پر) ازواج مطہرات اٹھ کر دوسرے کمرہ میں چلی گئیں۔ میں حضور علیہ السلام کے سامنے حیا کی وجہ سے سرنگوں بیٹھ گیا نبی کریمؐ نے

فرمایا کہ کیا تمہیں پسند ہے کہ تمہاری اہلیہ (سیدہ فاطمہ) کو تمہارے ہاں رخصت کر دیں تو میں نے عرض کیا میرے باپ آپ پر قربان ہوں "درست ہے" بڑی مہربانی اور نوازش ہوگی۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آج رات کو ہی یا کل رات ہم رخصتی کر دیں گے۔ اس فرحت و سرور میں حضرت رسول کریمؐ کی خدمت سے میں واپس آنے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو ارشاد فرمایا کہ رخصتی فاطمہ کی تیاری کریں۔ عمدہ لباس زیب تن کرائیں۔ خوشبو لگائیں۔ فاطمہ کے لیے ان کے رخصتی کے مکان میں بستر بنائیں۔ پس ازواج مطہرات نے اس فرمانِ نبویؐ کے مطابق عمل درآمد کر دیا۔ (مناقب خوارزمی صفحہ ۲۵۴)

اس واقعہ کی مزید تفصیل شیخ ابو جعفر طوسی شیعی کی امالی میں یوں درج ہے:۔

"نبی کریمؐ نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کون کون یہاں موجود ہیں؟ تو ام سلمہؓ نے عرض کیا کہ میں ام سلمہؓ موجود ہوں۔ یہ زینبؓ ہیں یہ فلاں فلاں بیٹھی ہیں۔ فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ اور چچا زاد برادر علیؓ کے لیے تیاری کریں۔ ام سلمہؓ نے عرض کیا کہ کونسے حجرہ میں؟ فرمایا تیرے مکان میں! پھر ازواج مطہرات کو حکم دیا کہ حجرہ مزین کریں اور ٹھیک طرح دیدہ زیب بنائیں۔ (امالی شیخ ابی جعفر طوسی صفحہ ۴۰ جلد ۱ مطبوعہ عراق)"

ان شیعہ کتب کی روایات سے صاف عیاں ہے کہ:

۱۔ رخصتی کا سارا پروگرام حضرت عائشہؓ کے گھر میں طے پایا۔

۲۔ اس وقت اُمّ سلمہؓ، زینبؓ، اور فلاں فلاں موجود تھیں۔ یہ فلاں فلاں حضرت عائشہ بنت ابوبکر صدیق اور حضرت حفصہ بنت عمر فاروق ازواج مطہرات تھیں۔ مگر اس شیعہ مورخ سے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کا نام زبانِ قلم پر لانا گوارا نہ کیا۔ اس لیے اس نے ان کا نام حذف کر کے فلاں فلاں لکھ دیا جس کا انکشاف ابن ماجہ کی مندرجہ ذیل روایت سے ہوتا ہے:۔

"جناب شعبی جناب مسروقؒ سے اور وہ حضرت عائشہؓ و اُمّ سلمہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اُم المؤمنین عائشہؓ و اُمّ سلمہؓ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں

حکم فرمایا کہ علی کی طرف فاطمہ کی رخصتی کی تیاری کرو۔ تو ہم نے وادیٔ بطحا سے مٹی منگا کر رخصتی کے مکان کو لیپا۔ پوچا۔ صاف کیا۔ پھر اپنے ہاتھوں سے کھجور کی چھال ٹھیک کرکے دو گدّے تیار کئے پھر کھجور اور منقّیٰ سے خوراک تیار کی اور میٹھا پانی پینے کے لیے مہیا کیا پھر اس مکان کے ایک کونہ میں لکڑی گاڑ دی تاکہ اس پر کپڑے اور مشکیزہ لٹکایا جاسکے عائشہ و اُمّ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ فاطمہؓ کی شادی سے بہتر ہم نے کوئی شادی نہیں دیکھی" (ابن ماجہ کتاب النکاح باب الولیمہ)

روابط فاطمہؓ و عائشہؓ

یہ حقائق اس امر کے غماز ہیں کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے درمیان نہایت مخلصانہ اور محبانہ تعلقات تھے اگر خدانخواستہ کسی قسم کا رنج و عناد ہوتا تو حضرت عائشہ رخصتی کے کمرہ کو سجانے اور دیگر ضروری انتظامات کرنے میں اتنا انہماک نہ دکھاتیں۔ ان کی غیر معمولی تگ و دو اور مسرت و خوشنودی سے تو ایسا عیاں ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ حضرت فاطمہ کو بالکل اپنی بیٹی سمجھتی تھیں جس کی تائید دیگر واقعات سے ہوتی ہے۔ مثلاً مسند ابوداؤد کی ایک روایت کے مطابق :-

"ابن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ مجھے علی المرتضیٰ نے بیان کیا کہ فاطمہؓ کو چکی پیستے پیستے ہاتھ پر آبلے پڑگئے ہیں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی تکلیف بیان کرنے گئیں تو آنحضرت اس وقت گھر پر موجود نہ تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے حضرت عائشہ سے مل کر اپنی ضرورت بیان کی نبی کریم جب گھر میں تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے انہیں بتایا کہ حضرت فاطمہؓ اس ضرورت کے لیے آئی تھیں جس پر آپؐ اسی وقت حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ جس چیز کا تم نے مطالبہ کیا ہے اس سے بہتر چیز تم کو تعلیم کرتا ہوں۔ جس وقت اپنے بستر پر آرام کرنے لگو اس وقت ۳۴ بار اللہ اکبر، ۳۳ بار سبحان اللہ اور ۳۳ بار الحمد للہ پڑھا کرو یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر چیز ہے۔ (احادیث علی ابن ابی طالب مسند ابی داؤد جلد اول ص۱۶)

اگران کے مابین کسی قسم کی منافرت یا کدورت ہوتی تو حضرت فاطمہ حضرت عائشہ کو اپنی تکلیف ہرگز نہ بتلاتیں۔ اور اگر حضرت عائشہ کے دل میں کسی قسم کی کدورت ہوتی تو وہ آنحضرت کو ان کی صاحبزادی کا ہرگز پیغام پہنچاتیں۔ لیکن ان دونوں کا کردار بتلاتا ہے کہ ان دونوں میں ویسی ہی محبت و یگانگت تھی جو حقیقی ماں بیٹی میں ہوتی ہے۔ جس کی مزید تائید واقعہ ذیل سے ہوتی ہے۔

کردار فاطمہؓ و عائشہ رضؓ

ایک مرتبہ حضور نبی کریمؐ کے پاس تمام ازواج مطہرات موجود تھیں۔ حضرت فاطمہ تشریف لائیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ :۔

"حضرت فاطمہؓ کی چال اپنے والد محترم کی رفتار کے عین مطابق تھی۔ نبی کریمؐ نے انہیں آتے دیکھ کر مرحبا فرمایا اور اپنے پہلو میں بٹھالیا۔ پھر ان کے کان میں آہستہ سے ایک بات بیان فرمائی جس پر وہ بے ساختہ رونے لگیں۔ آپؐ نے ان کو پریشان دیکھ کر دوبارہ سرگوشی فرمائی۔ تو وہ ہنسنے لگیں۔ میں نے فاطمہ سے وہ بات پوچھی جو آپؐ نے تمام ازواج سے چھپا کر آپ کے کان میں کہی۔ جس پر آپ رو پڑیں ؟ فاطمہؓ نے فرمایا کہ میں آپؐ کے راز کو افشاء کرنا پسند نہیں کرتی۔ جب آنحضرت کا انتقال ہو گیا تو حضرت عائشہ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ اس حق کی بناء پر جو میرا (بحیثیت ماں) تجھ پر ہے تجھے قسم دیکر پوچھتی ہوں کہ نبی اکرمؐ نے آپؐ کے کان میں کس امر کی سرگوشی فرمائی تھی ؟

حضرت فاطمہ نے جواب دیا کہ اب اس کے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں پہلی دفعہ انہوںؐ نے یہ فرمایا تھا کہ جبریل نے مجھے خبر دی ہے کہ میری وفات قریب آگئی ہے تم صبر کرنا اور اللہ سے ڈرنا میں تمہارے لیے عمدہ پیش رو ہوں" یہ سن کر میں رونے لگی جیسا کہ آپ نے دیکھا۔ میری پریشانی و بے قراری کو دیکھ کر آپؐ نے دوسری مرتبہ فرمایا کہ کیا تو اس چیز سے خوش نہیں کہ تو تمام مومن عورتوں کی سردار ہے ؟ اس پر میں ہنسنے لگی۔ جیسا کہ آپؐ نے مشاہدہ کیا۔ (مسلم شریف جلد ۳ صفحہ ۲۹۰)

یہ مسلمہ واقعہ اس امر کا شاہد عدل ہے کہ آنحضرت کی صاحبزادی کی آپؐ کی ازواج مطہرات کے ہاں بے تکلفانہ اور دوستانہ آمد و رفت تھی۔ ان کے مابین کسی قسم کی شکر رنجی نہ تھی اور آپؐ کے انتقال کے بعد بھی ان کے مابین ادب و احترام بدستور سابق قائم رہا جس کی وجہ سے حضرت فاطمہؓ نے وہ راز جو آنحضرت نے تمام ازواج مطہرات سے مخفی رکھتے ہوئے حضرت فاطمہ کے کان میں فرمایا تھا حضرت عائشہ کو بتلا دیا۔ اگر ان کے درمیان کسی قسم کی بھی ناگواری یا ناخوش خلقی ہوتی تو حضرت عائشہ یہ راز افشاء کرانے کی ہرگز کوشش نہ کرتیں اور اگر حضرت عائشہ کے دل میں کوئی بغض و عناد ہوتا تو وہ حضرت فاطمہؓ کی اس شان فضیلت کا راز امتِ مسلمہ پر فاش نہ کرتیں بلکہ چھپائے رکھتیں۔ آپس کی دوستداری، اور بے تکلفی کی بدولت یہ رازِ نبوی حضرت فاطمہؓ نے ماں سے چھپانا پسند نہ فرمایا۔ اور حضرت عائشہؓ نے بھی بڑی کشادہ دلی سے اپنی اس بیٹی کی عظمت دنیا پر آشکارا کر دی کہ فاطمہؓ مومناتِ جنت کی سردار ہونگی جسکا راوی حضرت عائشہؓ کے سوا کوئی نہ تھا۔

ثنا و دعاءِ عائشہؓ

جمل و صفین کے دینی قتال کے باوجود حضرت علیؓ کے خلاف حضرت عائشہؓ کے دل میں کوئی کدورت نہ تھی۔ باہمی خوش خلقی بدستور قائم تھی جس کی تائید مندرجہ ذیل واقعات سے ہوتی ہے:-

۱۔ حضرت علی المرتضیٰ کی شہادت کے بعد عبداللہ بن شداد جو بدوران شہادت عراق میں موجود تھا حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر آیا۔ تو عائشہ صدیقہ نے ان سے صحیح حالات بیان کرنے کو فرمایا۔ تو ابنِ شداد نے کہا کہ:-

"جب حضرت علی نے امیر معاویہ سے مصالحت و صلح کی گفتگو کی اور متنازعہ معاملہ میں دو حکم (فیصلہ کنندگان) تسلیم کر لیے تو لوگوں میں سے آٹھ ہزار آدمی حضرت علی کے خلاف ہو گئے۔ اور کوفہ کے ایک طرف حروراء کے مقام پر بمقابل بن کر سامنے آ گئے اور قتل و قتال تک نوبت پہنچی۔ (مسند احمد جلد ا صہ ۸۶، ۸۸ مسندات علی المرتضیٰ)"

ابن شداد جب تمام تفصیل بیان کر چکا تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اہل عراق (خارجی) جب حضرت

علی المرتضیٰ کے مقابل ہو گئے تو علی ابن ابی طالب کیا کلام کرتے تھے تو ابن شداد نے کہا کہ میں نے سنا آپؓ فرماتے تھے صدق اللہ ورسولہ یعنی اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا۔ حضرت عائشہؓ نے دوبارہ سوال کیا کہ کیا یہ الفاظ تم نے خود سنے۔ تو اس نے کہا کہ صدق اللہ ورسولہ کے کلمہ کے بغیر میں نے کچھ نہیں سنا۔ تو اس پر حضرت عائشہ صدیقہ نے حضرت علیؓ کی ثنا کی اور ان کے لیے دعا کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ علی سے راضی ہوں اور ان پر رحم فرمائیں۔ ان کا (تکیہ کلام) تھا کہ جب کوئی عجیب اور انوکھی چیز دیکھتے تو صدق اللہ ورسولہ کا کلمہ فرماتے تھے اب عراقی (کوفی) لوگ علیؓ ابن ابی طالب پر جھوٹ باندھنے لگ گئے ہیں اور ان کے خلاف بات کو بڑھا دیتے ہیں" (بحوالہ مصدر)

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ جمل وصفین کے قتال کے باوجود حضرت عائشہ کے اخلاص وعقیدت میں کوئی فرق نہ آیا تھا اور ان کے دل میں حضرت علیؓ کے خلاف کسی قسم کی کدورت یا رنجش موجود نہ تھی۔ حضرت عائشہ کے مرض الموت کے وقت حضرت علی کے چچازاد بھائی عبداللہ بن عباسؓ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے حضرت عائشہ نے فرمایا:

"میں بہت پریشان اور مغموم ہوں اور خائف ہوں کہ موت کے بعد کیا ہوگا۔"

تو حضرت ابن عباسؓ نے ان کو تسلی دی اور اطمینان دلاتے ہوئے یہ انکشاف فرمایا کہ:۔

"میں نے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا آپ فرماتے تھے کہ عائشہ جنت میں میری زوجہ ہو گی"۔

یہ سن کر حضرت عائشہ نے ازراہ دعا ابن عباسؓ سے فرمایا:۔

"آپ نے میری پریشانی کو زائل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تکالیف کو دور فرمائے" (مسند امام حنیفہ ص ۱۹۷ از شیخ حلیب تحت الاختتام باب، التعدد فضائل و شمائل)

جنگ جمل کے بیان شدہ یہ واقعہ بھی اس امر کو نمایاں کرتا ہے کہ حضرت علیؓ کے خاندان اور حضرت عائشہؓ کے درمیان آخر میں بھی نہایت خوشگوار تعلقات تھے اور وہ ان کی دعا گو تھیں۔

تابعداریاں

بنائے تفریق | ملتِ اسلامیہ میں تفریق کی بنیاد مسئلہ خلافت پر رکھی گئی ہے جس نے مسلمانوں کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ اس تحریکِ تفریق کو پروان چڑھانے کے لیے تاریخی صداقتوں کو جھوٹ میں بدل دیا گیا جھوٹ کو فروغ دینے کے لیے عباسی دور میں شیعہ اثرات کے تحت غلط تاریخیں لکھی گئیں۔ دشمنانِ اسلام نے اس فرقہ کی پناہ گاہوں میں بیٹھ کر جھوٹے پروپاگنڈے اور سازشوں کا جال پھیلانا شروع کیا اور حبِ علی کی آڑ میں اس امر کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا کہ خلافت حضرت علی کا موروثی حق تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد نرینہ نہ تھی۔ انہوں نے حضرت علی کو بیٹا بنایا تھا اس لیے خلافت کے مستحق حضرت علیؓ تھے ان کی بجائے تختِ خلافت پر حضرت صدیق اکبر کو بٹھا دیا گیا اور یکے بعد دیگر شیخین حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان نے اس پر قبضہ جمائے رکھا۔ اور حضرت علی نے جبر و قہر کے تحت بادلِ نخواستہ ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور بیعت کرنے میں بھی تاخیر سے کام لیا۔ بہ عجلت بیعت نہ کی۔ اور اپنی بیعت کو اپنی اہلیہ حضرت فاطمہ کی وفات تک مؤخر رکھا جس کا چودہ سو سال سے ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے۔ حالانکہ اس سفید جھوٹ کی خود حضرت علی المرتضیٰ نے قولاً و فعلاً تردید فرما دی تھی مگر محبانِ علیؓ تردید علیؓ کو تقیہ پر محمول کرتے ہیں کہ وہ ظاہر داری برتتے تھے۔

بیعت کے مسئلہ پر کتب تواریخ میں متعدد و متفرق روایات موجود ہیں۔ لیکن ہم اس معاملہ میں زیادہ تر حضرت علی اور آلِ علی کی ان روایات پر حصر کرتے ہیں۔ جو خود اہل تشیع کی مستند اور معتبر کتابوں میں مرقوم ہیں۔ تاکہ ان کی صحت میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہے۔

بعیتِ صدیق اکبرؓ

حبیب ابن ابی ثابت سے روایت ہے کہ :۔

" حضرت علیؓ اپنے گھر میں تشریف رکھتے تھے اطلاع ملی کہ حضرت ابوبکر بعیت خلافت کے لیے مسجد میں تشریف فرما ہوئے ہیں تو حضرت علیؓ بلا تاخیر فی الفور ضروری لباس میں گھر سے باہر تشریف لائے اور مجلس بعیت میں پہنچ کر حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بعیت کی اور اسی جگہ ان کی خدمت میں بیٹھ گئے وہاں سے آدمی بھیج کر اوپر اوڑھنے والی چادر وغیرہ گھر سے منگائی اور مجلس میں حاضر رہے " (تاریخ ابن جریر طبری جلد ۳ صد ۲۰۱)

بس اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا۔ محبانِ علی نے زیبِ داستاں کے لیے مختلف تاویلیں تراشیں، مگر حضرت ابوبکر صدیق کے دستِ مبارک پر حضرت علی المرتضیٰ کی بعیت کا انکار نہ کرسکے جیسا کہ شواہد ذیل سے عیاں ہے۔

توثیق علی المرتضیٰؓ

۱۔ قیس بن عباد کہتا ہے حضرت علی المرتضیٰ نے مجھ سے ذکر کیا کہ حضور نبی کریمؐ آخری ایام میں کئی روز بیمار رہے اور فرماتے رہے کہ لوگوں کو ابوبکر نماز پڑھایا کریں (چنانچہ ایام مرض میں حضرت ابوبکر نمازیں پڑھاتے رہے) جب آنحضرت کا انتقال ہوگیا تو میں نے اس بات پر غور و فکر کیا کہ " نماز اسلام کا نشان ہے " اور " دین کے قیام کا ذریعہ ہے " پس دین کے اس اہم کام کے لیے جس شخص کو نبی اکرمؐ نے ہمارے لیے پسند فرمایا ہے تو ہم نے بھی دنیاوی امور (خلافت) کے لیے اسی شخص کو پسند کیا اور اس پر راضی ہو گئے پس ہم نے ابوبکر کے ساتھ بعیت کی " (الاستیعاب جلد ۲ صد ۲۴۲ ۔ ریاض النضرۃ محب طبری جلد ا صد ۱۴۶ طبع مصری)

اعترافِ علی المرتضیٰ رضؓ

۲: مشہور شیعہ مورخ مرزا محمد تقی لسان الملک ، وزیر اعظم سلطان ناصر الدین قاچار شاہ ایران لکھتا ہے کہ :۔

"حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں ابوبکرؓ کے پاس چلا گیا۔ اور میں نے بیعت کی اور حوادثات کے رفع کرنے کی خاطر میں ان کی نصرت کے لیے اٹھا حتیٰ کہ باطل چلا گیا اور اللہ کا کلمہ بلند ہو گیا۔ اگرچہ یہ کفار کو ناپسند تھا۔ پس ابوبکر امور خلافت کا متولی ہوا۔ اس نے ان حالات کو درست کیا اور آسانی پیدا کر دی۔ اور حق بات کے قریب ہوا۔ اس نے میانہ روی اختیار کی اس لیے میں ابوبکر کا مصاحب و ہم نشین رہا۔ اور میں نے کوشش سے ابوبکر کی اطاعت و فرمانبرداری کی۔ جن امور میں اس نے خدا کی فرمانبرداری کی۔" (ناسخ التواریخ جلد ۳ صہ ۵۳۲ طبع قدیم ایران)

(۲) منار الہدیٰ للشیخ علی البحرانی صہ ۳۷۳ خطبہ امیر المؤمنین علیہ السلام)

۳۔ مستند شیعہ کتاب نہج البلاغہ میں حضرت علی المرتضیٰ کا فرمان ان الفاظ میں موجود ہے کہ :۔

"اللہ کی تقدیر و قضا پر ہم اللہ کے لئے راضی ہو گئے۔ اور ہم نے اللہ کے لیے اس کے امر کو تسلیم کر لیا میں نے اپنے معاملہ میں غور و نظر کی۔ تو اس مسئلہ خلافت میں میرا تابعداری کرنا میری بیعت کرنے سے سبقت کر چکا ہے اور میرے غیر یعنی ابوبکر کے حق میں میری گردن میں عہد و پیمان لازم ہو چکا تھا۔"

۱۔ شرح نہج البلاغہ طبع مصری جلد ۱ صہ ۸۹

۲۔ شرح نہج البلاغہ ابن میثم بحرانی جلد ۲ صہ ۳۱۹ طبع جدید۔

۳۔ درہ نجفیہ (شرح نہج البلاغہ) صہ ۹۹، طبع قدیم ایران۔

رضاء علی المرتضیٰؓ

نامور شیعہ علامہ ابو محمد الحسن بن موسیٰ النوبختی اپنی تصنیف "فرق الشیعہ" میں لکھتے ہیں کہ :۔

"حضور نبی کریم علیہ السلام کے بعد حضرت علی اپنی فضیلت و اپنے تقدم اور اپنے علم کی بنا پر لوگوں کے لیے زیادہ حق رکھنے والے تھے۔ اور رسول خدا کے بعد وہ سب سے زیادہ افضل، زیادہ بہادر، زیادہ سخی زیادہ پرہیزگار اور زیادہ زاہد تھے۔ اس کے باوجود اس وقت

نے لوگوں نے ابوبکر و عمر کے لیے امامت و ولایت جائز رکھی۔ اور دونوں کو اس مقام و مرتبہ کا اہل قرار دیا۔ حضرت علی نے ان دونوں کو امر خلافت و ولایت سپرد کر دیا اور اس چیز پر علی المرتضیٰ راضی ہو گئے۔ اور ان دونوں کے ساتھ خوشی سے بغیر مجبوری کے بیعت کی تھی ...... حضرت علی کی رضامندی و تسلیم کی وجہ سے تحقیق ابوبکر کی ولایت (خلافت) رشد و ہدایت تھی۔ (فرق الشیعہ نوبختی صـ۴۲)

تائید مزید (۱)

غالی شیعہ سید ذاکر حسین جعفری اپنی مشہور کتاب "تحفۃ الاحباب" میں تسلیم کرتا ہے کہ :۔

"مسجد نبوی کے درمیان مجمع عام میں علیؓ نے کھڑے ہو کر حق ابوبکرؓ کی عظمت اور ان کی تفضیلت اور ان کی سبقت فی الاسلام بیان کر کے بیعت کر لی پس لوگ علیؓ کے پاس آئے اور کہا کہ اے ابوالحسن تم نے اچھا کیا اور خوب کیا۔

جب بیعت مکمل ہو گئی تو ابوبکرؓ تین دن تک یہ اعلان کرتے رہے کہ لوگو! میری یہ بیعت توڑ دو۔ میں خلافت کا اہل نہیں ہوں جب کہ تم میں علیؓ جیسا شخص موجود ہے پس میں تم سے اپنی بیعت توڑتا ہوں۔ ہے کوئی تم میں مجھ سے کراہت کرنے والا؟ ہے کوئی تم میں مجھ سے بغض رکھنے والا؟ پس ہر بار سب سے پہلے علیؓ کھڑے ہو جاتے۔ اور کہتے تھے "خدا کی قسم نہ ہم تم سے بیعت نہیں توڑوں گا۔ اور نہ تم کو ہرگز اپنی بیعت فسخ کرنے دوں گا"۔ (تحفۃ الاحباب فی تاریخ الاصحاب باب دوم صـ۱۴۱)

پیشکش صدیق اکبرؓ (۲)

" جس وقت لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ صدیق کے ساتھ بیعت کی تو حضرت ابوبکر صدیق نے کھڑے ہو کر تین بار حاضرین مجلس سے آواز دے کر کہا کہ لوگو! میں تمہاری بیعت واپس کرتا ہوں (یعنی میرے علاوہ کوئی اور خلیفہ چن لو)، تو حضرت علیؓ

سے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم! نہ ہم از خود بیعت کو واپس کرتے ہیں اور نہ آپ سے بیعت کی واپسی کی خواہش کرتے ہیں آپ کو نبی کریم ؐ نے نماز میں مقدم فرمایا۔ اب کون سی ہستی آپ کو مؤخر کر سکتی ہے۔"

(انساب الاشراف بلاذری جلد ۱ صـ ۵۸۷ طبع جدید مصری)

(ریاض النضرۃ طبری جلد ۱ صـ ۲۲۶)

یہ حقیقت امام زید بن علی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، ابوطالب عشاری، قیس بن عباد کی زبانی متعدد دیگر کتب تواریخ میں مرقوم ہے۔ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ بیعت صدیق اکبر کرنے کے لیے حضرت علیؓ پر کوئی جبر وغیرہ نہ ہوا۔ بلکہ اس امر کی کھلی چھٹی دی گئی کہ اگر مخلص بیعت چاہے تو کسی اور شخص کو اپنا خلیفہ، منتخب کر سکتی ہے۔ اگر حضرت علی المرتضیٰ کے دل میں رائی بھر بھی خلافت کی خواہش ہوتی۔ تو وہ حضرت ابوبکر صدیق کی یہ پیشکش بلا تامل قبول کر سکتے تھے مگر انہوں نے ایسا نہ کیا اور خود کھڑے ہو کر حضرت ابوبکرؓ کی بیعت واپس لینے سے انکار کر دیا اگر وہ خلافت کے متمنی ہوتے اور اسے اپنا حق سمجھتے تو وہ اس سنہری موقعہ سے بلا تردد فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ اس پیشکش کی موجودگی میں تقیہ کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا

تائید واقعات

شیعی کتب کی رو سے:-

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق کے برسر اقتدار خلافت آنے کے فوراً بعد حضرت صدیق اکبرؓ کو مانعین زکوٰۃ مرتدین سے دوچار ہونا پڑا۔ حضرت علی المرتضیٰ اس جہاد میں حضرت ابوبکر صدیق کے دست و بازو بنتے ہیں۔ (نہج البلاغۃ جلد ۲ صـ ۱۱۹)

۲۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب امامت نماز اور پیشوائی امت حضرت ابوبکر صدیق، کے سپرد فرمائی۔ تو حضرت علی المرتضیٰ نے اس پر کوئی ناراضگی یا احتجاج نہ کیا۔ بلکہ اس وقت سے لیکر آخر دم تک شیخین یعنی حضرت ابوبکر، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے پنجگانہ نماز باجماعت پڑھتے رہے۔ (حملۂ حیدری جلد ۲ صـ ۲۵۶)

۳۔ نا زیست حضرت علی المرتضیٰ ہر سہ خلفائے راشدین کی ملکی امور میں امداد و اعانت فرماتے

رہے اور اپنی خدمت گزاری اور اطاعت شعاری اور تابعداری میں ذرا بھی فرق نہ آنے دیا (ناسخ التواریخ جلد نمبر ۲ صفحہ ۵۳۲)

۴۔ حضرت علی المرتضیٰ شیخین کے ادوارِ خلافت میں ان کے مشیر خاص اور مفتی رہے تمام فقہی مسائل ان ہی سے پوچھے جاتے تھے۔ (امالی شیخ ابوجعفر طوسی شیعی جلد ا صہ ۲۵۶)

۵۔ جب بھی کوئی اہم مہم پیش آئی اس پر حضرت علی المرتضیٰ کو مامور کیا گیا اور کئی اہم ذمہ داریاں ان کو سونپی گئیں۔ (شرح نہج البلاغہ حدیدی شیعی جلد ۴ صہ ۲۲۸)

جن کے دوران حضرت علی نے نہ کبھی انکار کیا نہ اعراض و احتراز کیا نہ مخالفت کی اور نہ کبھی کوئی اپنے مخالف کو اتنے قرب و اعتماد کے مواقع بخشتا ہے۔

بیعت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوصدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت جب قریب آیا تو انہوں نے گھر کے دریچہ سے لوگوں کو خطاب کرنے کے لیے باہر جھانکا اور خلافت کے بارے میں فرمایا کہ :۔

"میں نے ایک عہد کیا ہے کیا تم اس پر رضامند ہوتے ہو؟ لوگوں نے جواب دیا کہ اے خلیفۂ رسول! ہم اس بات پر راضی ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ کہنے لگے کہ عمر بن الخطاب کے بغیر ہم کسی دوسرے شخص کے حق میں راضی نہیں ہوں گے" (اسد الغابہ جلد ۴ صہ ۷۰۔ ریاض النضرۃ جلد ۲ صہ ۸۸۔ الصواعق المحرقہ صہ ۵۴)

اس موقع پر بھی حضرت علی المرتضیٰ اگر اپنا حق سمجھتے تو جتلانے یا طلب کرتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ کھلے لفظوں میں حضرت عمر فاروق کی خلافت کو تسلیم کیا بلکہ یہاں تک فرمایا کہ اگر عمر بن الخطاب کو امیر بنایا گیا تو بہتر ورنہ ان کے بغیر ہم کسی دوسرے شخص خلیفہ و امیر بنا تسلیم نہ کریں گے۔

انسان جھوٹ بول سکتا ہے واقعات جھوٹ نہیں بولتے کہا جاتا ہے کہ:

حقیقت حال

۱۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر نے جبراً حق خلافت علی رضی اللہ عنہ چھینا۔

اگر ان حضرات کی بیعت جبری ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسا غیور، خود دار، بہادر اور شجاع کبھی تو اپنا حق جتاتے

یا طلب کرتے یا حاصل کرنے کی کوشش کرتے مگر انہوں نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ اور نہ کبھی یہ بات زبان پر لائے۔

۲۔ دوسرا الزام یہ دیا جاتا ہے کہ حضرت علی نے نعوذ باللہ تقیہ کیا اور از راہ منافقت بیعت کی۔ جو ان کی بہت بڑی توہین ہے۔ حضرت علی البسی مقدس ہستی سے اس کی کبھی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔

۳۔ اگر حضرت علی المرتضیٰ کے دل میں مسئلہ خلافت پر کوئی تکدر تھا یا باہمی کوئی شکر رنجی تھی، تو وہ اپنی دختر ام کلثوم حضرت عمرؓ سے نہ بیاہتے جسے شیعہ فضلا و علماء مورخین بھی تسلیم کرتے ہیں ملاحظہ ہو اصول کافی جلد دوم ص۱۴۱ ۱۳۱ باب تزویج ام کلثوم مطبوعہ نولکشور، لکھنو وغیرہ)

۴۔ اگر حضرت علی المرتضیٰ حضرت ابوبکر و عمر کو غاصب سمجھتے تو وہ ان کے ادوار خلافت میں ان سے ہرگز تعاون نہ کرتے۔ اور نہ امور خلافت میں ان کا ہاتھ بٹاتے۔

۵۔ معترضین کے اعتراضات برائے اعتراضات کی تردید اس مسلمہ حقیقت سے ہو جاتی ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ، حضرت ابوبکر و عمر کے دوست، غمخوار، معین و معاون اور ایک دوسرے کے ساتھ تبیر و شکر رہے۔

بیعت عثمانؓ ابن عفان

حضرت عمرؓ نے اپنا جانشین منتخب کرنے کے لیے
۱۔ حضرت عثمان غنیؓ
۲۔ حضرت علیؓ ابن ابی طالب،
۳۔ حضرت طلحہؓ
۴۔ حضرت زبیرؓ،
۵۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ،
۶۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف،

کی ایک کمیٹی بنا دی کہ ان حضرات میں سے جس شخص پر اتفاق ہو جائے اسے خلیفۃ المسلمین بنا

دیا جائے یعنی ان چھ حضرات سے خلیفۃ المسلمین منتخب ہونا تھا۔ ان چھ حضرات میں سے حضرت طلحہؓ نے اپنا اختیار بائے رائے حضرت عثمانؓ کو دے دی۔ حضرت زبیر نے اپنی رائے حضرت علی کے حق میں دے دی اور سعد بن ابی وقاص نے اپنا حق اختیار حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو تفویض کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اپنے حق سے دست بردار ہوگئے۔ کہ میں اپنے لیے خلافت نہیں چاہتا۔ البتہ تصفیہ کے لیے یہ معاملہ میرے سپرد کیا جائے۔ جو ان کے سپرد کر دیا گیا۔ انہوں نے ذاتی غور و فکر اور ممبران مجلس انتخاب سے تبادلہ خیالات کے بعد مسجد نبویؐ میں موجود گی صحابہ کرام وعامۃ المسلمین فیصلہ حضرت عثمان غنی کے حق میں سنا دیا اور حضرت عثمان غنی کا ہاتھ پکڑ کر خود ان کی بیعت کر لی دوسرے نمبر پر حضرت علی نے حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کی پھر دوسرے لوگوں نے ان کی بیعت کی اور بغیر کسی نزاع و اختلاف کے حضرت عثمان غنی خلیفۃ المسلمین قرار پائے۔ اس واقعہ کو شیعہ مورخین نے تسلیم کیا ہے مگر پیوندکاری کے ساتھ۔

ملاحظہ ہو امالی الشیخ الطوسی صد ۱۲۱ مطبوعہ نجف اشرف عراق)

شرح نہج البلاغۃ ابن الحدید شیعی معتزلی۔ جلد ۲ صہ ۹۷۔

ناسخ التواریخ جلد دوم صہ ۴۴۹ طبع قدیم ایران)

حضرت عثمان بن عفان کا دور خلافت بارہ یوم کم بارہ سال رہا۔ اتنے طویل عرصہ میں حضرت علی کی طرف سے کوئی انقباض ظاہر نہ ہوا۔ بلکہ وہ حضرت عثمانؓ کے ممد و معاون رہے اور کمال تابعداری کا ثبوت دیا۔ اگر اس بیعت میں بھی کوئی جبر و قہر برتا جاتا تو لازماً کبھی نہ کبھی وہ ضرور منظر عام پر آجاتا جو بارہ سال کے طویل عرصہ میں کبھی ظہور پذیر نہ ہوا۔

وجوہات تواتر بیعت

بصرہ کے دورہ پر ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ سے بیعت خلافت کی نسبت سوال کیا گیا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اس سوال کے جواب میں حضرت علیؓ نے فرمایا :۔

(۱)

"میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب دروغ اور جھوٹ کی نسبت نہیں کر سکتا۔ اللہ کی قسم! سرورِ کائنات کی وفات کوئی اچانک نہ ہوئی تھی اور نہ ہی کسی نے آپؐ کو شہید کیا۔ آنحضرت مرض میں مریض رہے ہیں۔ جب موذن آ کر اذان کی اطلاع دیتا تو آپؐ فرماتے کہ ابوبکرؓ کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اگر میرے حق میں فرماتے تو میں کھڑا ہو جاتا"

(۲)

"جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ تو مسلمانوں نے اپنے اس معاملہ میں نظر و فکر کی۔ نبی کریم نے ان کے دین کے مسئلہ میں ابوبکر کو مقدم فرما دیا تھا تو مسلمانوں نے دنیاوی معاملات میں بھی ابوبکر کو ہی متولی اور والی بنایا اور مسلمانوں نے ان کی بیعت کی میں ان کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتا رہا۔ اور جب ابوبکرؓ مجھے عطیات و ہدیات دیتے تو میں انہیں قبول کرتا رہا۔ اور میں ابوبکر کے سامنے شرعی حدیں قائم کرنے میں شریک اور خلیط رہتا تھا"

(۳)

ابوبکر کی وفات کے وقت اگر وہ طرف داری اور اختصاص سے کام لیتے تو اپنی اولاد میں مخصوص کر دیتے لیکن انہوں نے عمر بن الخطاب کے حق میں اشارہ کر دیا اور اس مسئلہ میں ابوبکر نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔

پھر مسلمانوں نے عمر سے بیعت کی اور میں نے بھی مسلمانوں کے ہمراہ عمر کی بیعت کی جب وہ جہاد کے لیے مجھے آمادہ کرتے پس میں جہاد کرتا اور جب وہ مجھے اور ہدیہ دیا کرتے تو اس کو میں حاصل کرتا۔ اور اللہ کی حدیں جاری کرنے میں ان کا ذریعہ بنتا اور شریک کار رہتا

۴

پھر عمر بن الخطاب اپنی موت کے وقت اگر اختصاص اور غیر جانب داری سے کام لیتے

تو اس چیز کو اپنے قبیلہ میں مختص کر دیتے مگر انہوں نے کسی ایک آدمی قریش کو منتخب کرنا پسند نہ کیا۔ اور ہم میں سے چھ آدمیوں کی ایک کمیٹی مقرر فرما دی۔ ان چھ نفر میں میں بھی شامل تھا تاکہ ہم ایک آدمی کو امت کے لیے نامزد کریں ہم نے عبدالرحمٰن بن عوف کو اختیار دیا کہ جس کو وہ ان پانچ آدمیوں میں سے پسند کریں۔ امت کا متولی اور حاکم مقرر کر دیں پس انہوں نے عثمان بن عفان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور بیعت کر دی۔

اس وقت میں نے اپنے دل میں غور کیا اور میں نے اس طرح فکر کیا کہ میرا عہد میری بیعت سے سبقت لے چکا ہے پس میں نے عثمان سے بیعت کی اور یہ معاملات ان کے سپرد کر دیا جب وہ مجھے غزا اور جہاد کے لیے کہتے تو میں ان کے ساتھ تیار ہو جاتا۔ اور مجھے جو وہ ہدیات اور عطیات پیش کرتے ہیں ان کو وصول کرتا اور اللہ کی حدود قائم کرنے میں میں ان کا وسیلہ بنتا۔ اس طرح ابوبکر و عمر و عثمان کے ساتھ جو عہد و پیمان تھا وہ میں نے پورا کر دیا (کنز العمال جلد ۶ صد ۸۲ طبع قدیم)

اطاعت شعاری اور خدمت گزاری کی یہ کہانی حضرت علی المرتضیٰ کی زبانی بغیر کسی تشریح و وضاحت کے حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔

مؤقف اہل تشیع

اہل تشیع حضرات کے لیے حضرت علی المرتضیٰ کی عاجلانہ بیعت حضرت صدیق اکبر کا انکار تو ممکن نہ تھا اس لیے انہوں نے اس کے جواز کے لیے مندرجہ ذیل تاویلات کی آڑ لی اور حقائق پر مصلحت آمیز پردہ ڈالتے چلے گئے مثلاً

(۱)

حضرت علیؓ نے جبر و اکراہ اور مجبوری و معذوری کی حالت میں بیعت کی (فروع کافی جلد ۳ صد ۱۱۵۔ رجال کشی صد ۱۲ مطبوعہ تہران وغیرہ)

(۲)

اہل تشیع کے مشہور و مستم مجتہد سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اپنی مشہور کتاب "الشافی" میں لکھا ہے کہ

"ظاہر بات جس میں کوئی اشکال نہیں یہ ہے کہ حضرت علی نے ابوبکر کے ساتھ شر کو رفع کرنے کے لئے اور فتنہ سے گریز کرنے کی خاطر بیعت کی تھی" (کتاب الشافی صـ۲۰۹ طبع قدیم ایران)

(۳)

نامور شیعہ مورخ مرزا محمد تقی لسان الملک لکھتا ہے کہ:۔

"حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر کے پاس چلا گیا اور میں نے بیعت کی ...... میں ابوبکرؓ کا مصاحب اور ہم نشین رہا۔ اور میں نے کوشش سے ابوبکر کی اطاعت و تابعداری کی جن امور میں اس نے خدا کی فرمانبرداری کی" (ناسخ التواریخ جلد سوم کتاب دوم صـ۵۳۲ طبع قدیم ایران)

(۴)

مشہور شیعہ کتاب امالی شیخ طوسی میں حضرت علی المرتضیٰ کا خطاب نقل کیا گیا ہے جو انہوں نے جنگ جمل کی شکست خوردہ پارٹی سے کیا۔ آپ نے فرمایا:۔

"جس طرح تم نے بیعت ابوبکر سے کی تھی اسی طرح میں نے بھی ان سے بیعت کی اور میں نے مسلمانوں کے اتفاق کی لاٹھی کو توڑنے کو مکروہ جانا۔ اور ان کی جماعت میں تفریق ڈالنے کو ناپسند کیا۔" (امالی شیخ طوسی جلد ۲ صـ۱۲۱ طبع نجف اشرف عراق)

بعینہٖ یہی الفاظ انہوں نے حضرت عمرؓ سے بیعت کرنے کے متعلق فرمائے۔

ان شیعی تاویلات کے باوجود حضرت علی المرتضیٰ کے مذکورہ اعترافات سے یہ حقیقت ثابت اور واضح ہو جاتی ہے کہ انہوں نے اولین فرصت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کی تاکہ "کسی قسم کا تفرقہ پیدا نہ ہو" مگر ان کے محبین نے اسی احتیاط کو موجب تفرقہ بنا دیا اور فرمان مرتضیٰ کی خلاف ورزی شروع کر دی جو آج تک جاری ہے۔

رابطۂ امام و مقتدی

حضرت علی المرتضیٰ کا دولت کدہ مسجد نبویؐ کے بالکل متصل تھا

یعنی ان کا دولت کدہ مسجد نبوی کے مشرق میں تھا اور مسجد نبوی اس کے مغرب میں تھی۔ اور دونوں کی دیوار ایک دوسرے سے ملتی تھیں حضرت علی المرتضیٰ معمولاً ہر نماز ہر دورِ خلافت میں مسجد نبوی میں باجماعت پڑھتے تھے۔ اولاً حضرت ابوبکر صدیق کے پیچھے ثانیاً حضرت عمر فاروق کے پیچھے ثالثاً حضرت عثمان غنی کے پیچھے اس طرح آپ قریباً ۲۴ سال تینوں کے مقتدی رہے ہے اگر خدانخواستہ حضرت علیؓ کے دل میں کسی قسم کا کوئی رنج ہوتا۔ وہ اتنے طویل عرصے تک ان کے پیچھے نماز نہ پڑھتے اس تواتر نماز باجماعت کا تذکرہ معروف شیعہ کتب میں موجود ہے مثلاً :-

(۱)

"ابوبکر کے پیچھے جب اہل دین نے نماز کے لیے صف باندھی تو اس صف میں حضرت علی شیر خدا بھی شریک ہو کر کھڑے ہوئے۔" (حملہ حیدری۔ مرزا رفیع باذل ایرانی جلد دوم صہ ۲۵۶ طبع قدیم ایران)

(۲)

گیارہویں صدی کے مجتہد ملا محمد باقر مجلسی اصفہانی نے بھی اپنی تصنیف میں اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ :-

"حضرت علی مسجد نبوی میں تشریف لائے اور ابوبکر کے پیچھے نماز ادا کی" (مراۃ العقول شرح اصول۔ صہ ۳۱۸ طبع قدیم ایران)

(۳)

صاحب تفسیر قمی علی بن ابراہیم القمی لکھتے ہیں :-

"پھر حضرت علیؓ اٹھے۔ نماز کی تیاری کی مسجد نبویؐ میں حاضر ہوئے اور ابوبکرؓ کے پیچھے قیام فرما کر اپنی نماز ادا کی (تفسیر قمی صہ ۲۹۵)

(۴)

احتجاج طبرسی میں بھی صہ ۵۳ پر یہی الفاظ ادائیگی نماز کے متعلق درج ہیں۔

۵

سلیم بن قیس العامری الہلالی کوفی نے لکھا ہے کہ :۔

"حضرت علی پنجگانہ نمازیں مسجد نبویؐ میں پڑھا کرتے تھے۔"

(۶)

شیخ الطائفہ شیخ طوسی لکھتے ہیں کہ :۔

"حضرت علی کا ابوبکر صدیق کی ظاہر اقتداء میں نماز ادا کرنے رہنا مسلمات میں سے ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے۔"

بالفاظ دیگر شیعہ نظریہ کے تحت حضرت علیؓ دنیا کو دکھانے کے لیے ابوبکر الصدیق کے پیچھے نماز پڑھتے تھے صدق دل سے نہ پڑھتے تھے بہر حال یہ تو اللہ جانتا ہے کہ حضرت علی کس نیت سے ابوبکر، عمر، عثمان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے لیکن اتنا تو تسلیم ہے کہ وہ عمر بھر تواتر کے ساتھ ان اصحاب ثلاثہ کے مقتدی رہے جو ان کی موالات اور یگانگت کی کھلی نشانی ہے۔

یگانگتِ عملؓ

مذکرہ بالا کوائف رفاقت نماز وغیرہ سے صاحب "رحماء بینھم" نے حسب ذیل نتائج اخذ کئے ہیں :۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنیؓ اور حضرت علی المرتضیٰ کا ایک مذہب تھا ان کے دو مذہب نہ تھے۔

۲۔ ان بزرگوں کا ایک عقیدہ تھا جدا جدا عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔

۳۔ ان سب کے اعمال و افعال ایک جیسے تھے الگ الگ عمل نہیں تھے۔

۴۔ ان کا کلمہ طیبہ ایک تھا۔ کوئی دوسرا کلمہ جاری کئے ہوئے نہیں تھے (یعنی علی ولی اللہ وغیرہ کا اضافہ نہیں کئے ہوئے تھے۔)

۵۔ ان بزرگوں کا قرآن ایک ہی تھا جس کو تمام امت پڑھتی تھی اور اس پر عمل کرتی تھی کوئی دوسرا قرآن (اصلی بالنقلی) ان میں سے کسی کے پاس نہ تھا۔

۶۔ ان اکابر کے دورِ مقدس میں ایک وضو جاری تھا جس میں پاؤں کا دھونا ہوتا تھا پاؤں پر مسح والا وضو اس دور میں نہ تھا۔

۷۔ اس مبارک دور میں ایک ہی آذان مسجدِ نبوی میں ہوتی تھی اور جس اذان میں شہادتین کے بعد تیسری شہادت وغیرہ کے کلمات جو اضافہ کئے گئے ہیں بالکل نہ تھے۔

۸۔ ان تمام حضرت کی ایک نماز تھی جو دست بستہ ہوتی تھی قیام میں کھلے ہاتھوں نماز کا طریقہ ان بزرگوں میں مروج نہ تھا۔

۹۔ اس بابرکت دور میں یہ چاروں بزرگ چہار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھاتے تھے اس کے سوا جنازہ کا طریقہ جاری نہ تھا۔

۱۰۔ ان کے مقدس ایام میں درود شریف ایک ہی طرح کا پڑھا جاتا تھا۔ یعنی بارک وسلم کے الفاظ کے ساتھ درود جاری تھا۔ ان دو لفظوں کو چھوڑ کر درود نہ پڑھا کرتے تھے۔

۱۱۔ افطاری روزہ کی تعجیل کے ساتھ یعنی جلدی ہوتی تھی۔ اس میں تاخیر کرنا مروج نہ تھا۔

۱۲۔ ان بزرگوں کے عمدہ ایام میں رحماء کے لیے بعد از پیغمبر علیہ السلام بہترین دو تھا طریقہ نکاح ایک طرح کا جاری تھا۔ جو سنتِ نبوی کے مطابق تھا یعنی متعہ کا طریقہ شروع نہ تھا۔ (رحماء بینہم جلد ۱ صفحہ ۲۷۱-۲۶۳)

غرض کہ خلفائے راشدین کے دور میں صرف مسنون طریقے جاری تھے غیر مسنون طریقوں پر عمل در آمد نہ ہوا۔

حسنِ رفاقت

خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں جب باغیوں نے مدینہ شریف کی ناکہ بندی اور حضرت عثمان کے لیے گھر سے باہر جانا ناممکن بنا دیا گیا اس دوران حج کا موسم آ گیا۔ حضرت عثمان کے گھر کی حفاظت کرنے والوں میں حضرت علیؓ کے عمِ محترم سیدنا عباس بن عبدالمطلب کے صاحبزادے عبداللہ بن عباس بھی شامل تھے حضرت عثمان نے اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر انہیں آواز دے کر بلایا اور

انہیں فرمایا کہ :-

" آپ میری طرف سے امیر حج بن کر انتظامات حج کے لیے جائیں ابن عباس نے کہا کہ اللہ کی قسم! ان فسادیوں باغیوں کے ساتھ جہاد کرنا میرے نزدیک حج بیت اللہ سے زیادہ پسند ہے۔ پھر حضرت عثمان نے ان کو خدا تعالیٰ کی قسم دے کر فرمایا کہ آپ ضرور جائیں "

جس پر از راہِ تابعداری حضرت ابن عباس نے ۳۵ھ میں امیر حج کے فرائض سر انجام دیئے (تاریخ طبری جلد ۵ صہ ۱۵۹)

اس امر کو شیعہ مورخین بھی تسلیم کرتے ہیں مشہور شیعی مورخ لیعقوبی لکھتا ہے کہ :

" محاصرہ عثمان کے دوران عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب نے ۳۵ھ میں لوگوں کو حج کرایا۔ (تاریخ لیعقوبی جلد ۲ صہ ۱۷۶ طبع بیروت)

۲۔ محاصرۂ عثمان کے دوران سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان سے کہا کہ :-

" اے امیر المومنین آپ جو حکم دیں میں بجا لاؤں گا " حضرت عثمان نے فرمایا اے بھتیجے اپنی جگہ تشریف رکھئے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم تقدیر پورا فرما دے مجھے دنیا کی کوئی حاجت نہیں۔ یعنی مجھے جنگ وجدل کی ضرورت نہیں ہے "۔ (المصنف عبد الرزاق جلد ۱۱ صہ ۴۴۷ طبع مجلس علمی) (کتاب اخبار اصفہان نعیم اصفہانی جلد ۲ صہ ۳۹، طبع لیدن یورپ)

حضرت عثمان کی حفاظت اور گھر کی نگرانی میں حضرت حسن کے علاوہ حضرت حسین بن علی بھی شامل تھے جسے شیعہ مورخین بھی تسلیم کرتے ہیں ابن حدید شیعی لکھتا ہے کہ محاصرہ کے موقع پر :-

(۱)

" حضرت علی رضی اللہ عنہ بذاتِ خود کئی بار عثمان بن عفان کے ہاں حاضر ہوئے اور لوگوں کو دارِ عثمان سے ہٹایا۔ اور اپنے لڑکوں اور بھتیجے عبد اللہ بن جعفر کو ان کی معاونت کے لیے

بھیجا۔" (شرح نہج البلاغہ الحدید شیعی معتزلی جلد ا صہ ۵۴ طبع قدیم ایران)

(۲)

حضرت عثمان کے قتل ہونے سے پہلے علی ابن ابی طالب نے لوگوں کو قتل عثمان سے کئی بار منع کیا حضرت علیؓ نے اپنے ہاتھ سے ان کو ہٹایا اور اپنی زبان سے روکا۔ اور اپنی اولاد شریف کے ذریعہ مدافعت کرائی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا اور معاملہ عظیم ہوگیا حتیٰ کہ حضرت عثمان شہید کردیے گئے۔ (بحوالہ صدر جلد ۴، صہ ۱۶ طبع قدیم ایران)

یہی الفاظ شیعی فاضل ابن میثم بحرانی کی شرح نہج البلاغہ جلد ۳ صہ ۸۳ م طبع قدیم ایرانی پر ملتے ہیں۔

۳

اسی محاصرہ کے دوران حسن بن علی ابن زبیر اور مروان بن حکم زخمی ہوئے (البدایہ جز ۷ صہ ۱۸۱)

۴

اور جب حضرت عثمان کے مکان میں پانی کی قلت ہوگئی تو حضرت علی نے فی الفور پانی پہنچانے کا انتظام فرمایا اگرچہ اس سلسلہ میں کئی دشواریاں پیش آئیں مگر حضرت علی نے پوری پوری معاونت فرمائی اور پانی پہنچایا جس کی خود شیعی مورخین تائید کرتے ہیں، ملاحظہ ہو

(۱) ناسخ التواریخ جلد دوم صہ ۵۳۱ طبع قدیم تہران

(۲) حاشیہ منتہی الآمال شیخ عباس قمی شیعی جلد ا صہ ۳۲۵

(۳) فوائد رضویہ جلد ۲ صہ ۴۳۷ طبع ایران۔

خلفائے راشدین میں حسن یگانگت واطاعت کا اس سے بہتر ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے

فرمان علی المرتضےٰ ؓ

"لوگ فتنوں کے دریا میں غرق ہوگئے۔ سنت نبویؐ سے آنکھ بند کرلی اور بدعتوں کو اختیار کرلیا۔ مومنوں نے سکوت اختیار کرلیا اور دروغ گو اور گمراہ بولنے لگے"

(نہج البلاغہ)

۵

خیر خواہیاں

اِشتراکِ عمل

حضرت علی المرتضیٰ حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق - اور حضرت عثمان غنی کی خلافت کو برحق سمجھتے تھے۔ اسی لیے خلفائے ثلاثہ کے دور میں حضرت علی المرتضیٰ، ان کی امداد و اعانت اور ان سے ہر قسم کا تعاون و اشتراک فرماتے رہے خلفائے ثلاثہ بھی ان کا بڑا ادب و احترام اور ان پر بڑا اعتبار و اعتماد کرتے تھے۔ اسی لیے خلفائے راشدین نے انہیں اپنا خاص مفتی، مشیر، محافظ۔ اور سپیر بنائے رکھا اور حضرت علی المرتضیٰ بہ کمال اخلاص خلفائے ثلاثہ کی خلافت کے دوران یہ خدمات سر انجام دیتے رہے اگر حضرت علی المرتضیٰ کے دل میں مسئلہ خلافت، یہ خلفائے ثلاثہ کے خلاف رائی بھر بھی تکدر ہوتا تو شیر خدا، فاتح خیبر حضرت علی المرتضیٰ خاموش نہ رہتے۔ نہ ان کی ہمدردی و خیر خواہی کرتے اور نہ خلفائے راشدین ایک دوسرے کے معین و معاون بنتے۔

حضرت علی المرتضیٰ بڑے مستغنی المزاج تھے۔ ان میں ہوس خلافت یا اقتدار نام کو بھی نہ تھی اور نہ وہ اسے اپنا حق سمجھتے تھے۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی کی قیادت اور خلافت پر نہ صرف خوش اور مطمئن تھے بلکہ انہیں عزیز از جان سمجھتے تھے ان کا دور خلافت دیر پا دیکھنا چاہتے تھے اور یہ قطعاً برداشت نہ کرتے تھے کہ انہیں کوئی تکلیف پہنچے بلکہ جہاں حضرت علی کو خلفائے راشدین کی خاطر جانِ عزیز خطرہ میں نظر آئی وہ فی الفور انہیں روک کر حق وفاداری و خیر خواہی ادا فرماتے جس کی کبھی کسی مخالف سے توقع نہیں ہو سکتی۔

طریق عمل | شیعی مورخ احمد بن ابی یعقوب بن جعفر العباسی شیعی لکھتا ہے:۔
"ابوبکر کے دورِ خلافت میں مندرجہ ذیل حضرات سے فقہی مسائل دریافت کئے جاتے تھے۔

(۱) علی ابن ابی طالب

(۲) عمر بن الخطاب

(۳) معاذ بن جبل

۴۔ ابی بن کعب

۵۔ زید بن ثابت

۶۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم (تاریخ یعقوبی جلد دوم صد ۱۳۸۔ طبع جدید بیروت)"

اس شیعی سند سے ثابت ہے کہ دورِ صدیقی میں حضرت علی المرتضیٰ کو مفتی کا منصب حاصل تھا

عبدالرحمٰن بن القاسم نے اپنے والد قاسم سے روایت کی ہے کہ:

"ابوبکر صدیق کو جب صاحب رائے اور صاحب فہم لوگوں کے مشورہ کی ضرورت پیش آتی تھی تو مہاجرین وانصار بالخصوص عمرؓ بن خطاب۔ عثمانؓ بن عفان، علیؓ ابن ابی طالب عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔ معاذؓ بن جبل۔ ابی بن کعبؓ۔ اور زیدؓ بن ثابت کو بلاتے تھے یہ تمام بزرگ دورِ خلافت کے مفتیوں میں سے تھے۔ فتویٰ حاصل کرنے کے لیے لوگ ان حضرات کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ابوبکر صدیقؓ نے اپنے دورِ خلافت میں یہ طریقہ رائج رکھا۔ پھر عمر بن خطاب خلیفہ بنائے گئے۔ وہ بھی مشوروں کی خاطر انہی بزرگوں کو مدعو کرتے تھے (طبقات ابن سعد جلد ثانی قسم ثانی صد ۱۰۹)

ہمیشہ مشیر اور مفتی اسی کو بنایا جاتا ہے جو ہم مسلک، ہم مشرب، اور خیر خواہ ہو مخالف کو کبھی یہ اعزاز نہیں بخشا جاتا۔

مخلصانہ مشورہ | حضرت صدیق اکبر کو اپنے دورِ خلافت کے آغاز میں سب سے پہلے مرتدین

اور مانعین زکوٰۃ سے واسطہ پڑا۔ ابن السمان کے حوالہ سے حافظ محب الدین طبری لکھتے ہیں کہ:۔

" ابوبکر صدیق نے مرتدین کے قتال کے بارے میں دیگر صحابہ سے مشورہ کرنے کے بعد علی المرتضیٰ سے رائے لینے کے لیے سوال کیا کہ اے ابوالحسن! آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں ؟ تو حضرت علی نے جواب دیا کہ (مرتدین و مانعین زکوٰۃ سے) جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصول فرمایا کرتے تھے اس سے اگر آپ نے کچھ بھی چھوڑ دیا تو آپ نے پیغمبر خدا کے خلاف کر ڈالا۔ یہ سن کر صدیق اکبرؓ نے کہا کہ آپ نے چونکہ یہ مشورہ دیا ہے تو اگر ہم سے وہ اونٹ کی ایک رسی بھی روک رکھیں گے تو میں ضرور ان سے قتال اور جنگ کروں گا۔" (ذخائر العقبیٰ لمحب الطبری صد ۹۷)

اس سے عیاں ہے کہ صدیقی دور خلافت کے مدبروں، مشیروں اور مفتیوں میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے انہیں ایک اہم مقام واعزاز حاصل تھا اور آخر الامر حضرت ابوبکر صدیقؓ ان ہی کے مشورہ کو اہمیت وقبولیت دیتے تھے جو باہمی اعتماد کی دلیل ہے۔

عملی تعاون

حضرت علی المرتضیٰ نے مرتدین سے قتال کرنے کا صرف مشورہ ہی نہ دیا اس جہاد میں بنفس نفیس حضرت صدیق اکبر کے ساتھ شریک بھی رہے ہے جس کا نہج البلاغہ ابن میثم بحرانی شیعی اور درۃ نجفیہ میں ذکر ہے کہ صدیقی دور خلافت کے اوائل میں پیش آمدہ اہم واقعات میں حضرت علی المرتضیٰ حضرت صدیق اکبر کے معین ومعاون رہے خود حضرت علی شیر خدا خود فرماتے ہیں کہ:۔

" رسول اللہ کے بعد مرتدین عرب کی سرکوبی کے لیے میں اٹھ کھڑا ہوا۔ یہاں تک کہ یہ فتنے ختم ہو گئے اور دین اسلام آرام کرنے لگا۔" (نہج البلاغہ جلد ۲ صد ۱۱۹ طبع مصری)

(۱)

شیعی شارح نہج البلاغہ ملا فتح کاشانی نے اپنی فارسی شرح تنبیہ الغافلین وتذکیر العارفین میں حضرت علی المرتضیٰ کا وہ خط نقل کیا ہے جو انہوں نے اشتر والی مصر کو اہالیان مصر کے لیے لکھا تھا

اس میں بھی تحریر ہے کہ:۔

" بدانکہ درزمانِ خلافت ابی بکر بسیارے ازعرب برگشتند از دین، و مرتد شدن و اصحاب در آں امر عاجز و حیراں شدند۔ چوں آنحضرت (علی المرتضیٰ) آں امر را پنہاں دید اصحاب دلداری کردہ بزور بازوئے حیدری اہل ارتداد را بسقر فرستاد و باز امر دیں را انتظام داد" (شرح نہج البلاغہ ملا فتح اللہ کاشانی طبع قدیم ایرانی)

اگر حضرت علی المرتضیٰ خلیفہ اول ابا بکر صدیق سے رنجیدہ خاطر ہوتے تو وہ اس طرح ان کے دست و بازو نہ بنتے۔ بلکہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے۔ چونکہ وہ خلیفہ اول کو برحق سمجھتے تھے اس لیے وہ فتنہ ارتداد کی سرکوبی کے لیے حضرت صدیق اکبر کے شانہ بشانہ اس جہاد میں ان کے شریک حال رہے اور کبھی ان کی مخالفت نہ کی۔

(۲)

حضرت صدیق اکبرؓ بھی چونکہ حضرت علی المرتضیٰ کو اپنا رفیق کار اور خیر خواہ سمجھتے تھے اسی لیے وہ اہم مہمات پر حضرت علی المرتضیٰ کو بھیجا کرتے تھے۔ صدیقی خلافت میں جب مرتدین وغیرہ نے سر اٹھایا اور مدینہ منورہ میں آمادہ فساد ہوئے تو ان کی سرکوبی کے لیے جو حفاظتی دستے مقرر ہوئے ان کا حضرت علی المرتضیٰ کو بھی نگران مقرر کیا گیا۔ شرح نہج البلاغہ حدیدی شیعی میں یہ روایت موجود ہے کہ:

" ابوبکر الصدیق نے مدینہ شریف کی گذرگاہوں اور راستوں پر نگرانی کے لیے لشکر اور حبشی روانہ کئے۔ اور ان حفاظتی دستوں پر علی ابن ابی طالب، زبیر بن عوام، طلحہ اور عبداللہ بن مسعود کو نگران و محافظ مقرر فرمایا۔" (شرح نہج البلاغہ حدیدی شیعی جلد ۴ صہ ۲۲۸ طبع تبریزی)

خیر خواہانہ اقدام

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میرے والد ابوبکر الصدیقؓ ذی قصہ کے مقام کی طرف اپنی سواری پر سوار ہو کر ننگی تلوار ہاتھ میں لیے نکلے تو حضرت علی تشریف لائے اور سواری کی باگ تھام کر فرمانے لگے کہ

اے رسولِ خدا کے خلیفہ! آپ کہاں تشریف لیے جاتے ہیں؟ اب میں آپ کو وہی بات کہتا ہوں جو خدا کے رسولؐ نے آپ کو فرمائی تھی۔ آپ اپنی تلوار نیام میں ڈالیے! اللہ کی قسم اگر آپ کی ذات کو کوئی مصیبت پہنچ گئی۔ تو آپ کے بعد اسلام کا یہ نظام درست نہ رہے گا۔ حضرت علی المرتضیٰ کے مشورہ پر حضرت صدیق اکبر واپس تشریف لے آئے اور لشکر کو روانہ کر دیا۔" (الصواعق المحرقہ لابن حجر المکی باب اول فصل ثالث طبع جدید صہ ۱۵)

حضرت علی المرتضیٰ کے اس مخلصانہ اور خیر خواہانہ مشورہ کو صاحب ریاض النضرۃ۔ البدایہ والنہایہ اور کنز العمال نے بھی نقل کیا ہے اس واقعہ سے بہ بلی ظاہر ہے کہ حضرت صدیق اکبر علی المرتضیٰ کے مشوروں کو صائب سمجھتے تھے۔ اور انہیں ترجیح دیتے تھے کبھی کوئی "غاصب" کو ایسا بیش مشورہ نہیں دے سکتا۔

تلقین علی المرتضیٰؓ

حضرت علی المرتضیٰ کے حضرت عمر فاروق سے کتنے گہرے، مخلصانہ اور بے تکلفانہ روابط تھے اس کا اندازہ امام ابویوسف کی مندرجہ ذیل روایت سے بآسانی لگایا جا سکتا ہے امام ابو یوسف نے امام ابوحنیفہ سے سنا۔ وہ فرماتے تھے کہ:۔

"جب حضرت عمر خلیفہ بنائے گئے تو اس وقت حضرت علی نے ازراہِ ترغیب وتلقین حضرت عمر کو کہا کہ اگر آپ اپنے سابق خلفاء کے ساتھ ملنا چاہتے ہیں، تو اپنی قمیص کو پیوند لگائیے اپنی چادر کو اٹھائیے اور اپنے جوتے و موزے کو پیوند لگائیے دنیوی امیدیں کم کر دیجیے۔ اور بیر ہو کر کھانا نہ کھائیے" (کنز العمال جلد ۳ صہ ۲۱۹ ۲۔ کتاب الخراج امام ابو یوسف صہ ۵، طبع مصر)

اس فرمان مرتضوی کی رو سے حضرت علی المرتضیٰ نے صدیق اکبر کی منقبانہ زندگی کو قابل تقلید قرار دیا ہے۔ اور حضرت عمر فاروق کی نہ صرف دنیوی بلکہ اخروی زندگی کو بھی بہتر دیکھنے کے متمنی تھے جس کی کبھی

کسی مخالف سے توقع نہیں کی جاسکتی:

تشویش علی المرتضیٰ

اہل شام نے جب فلسطینیوں کے خلاف حضرت امیرالمومنین سے امداد طلب کی تو حضرت عمرؓان کی مدد کے لیے مدینہ منورہ سے نکلے اور حضرت علی ابن ابی طالب کو مدینہ پر اپنا خلیفہ اور قائم مقام مقرر کیا

(۱)

اس وقت حضرت علی المرتضیٰ نے حضرت عمر فاروق کو از راہِ ہمدردی کہا کہ:

" آپ بذات خود کہاں تشریف لے جانا چاہتے ہیں؟ آپ جس دشمن کا ارادہ کر رہے ہیں وہ ایک کتے کی مثال ہے۔ (یعنی کتے کے حملے سے جس طرح احتیاطاً بچاؤ کیا جاتا ہے اسی طرح آپ کو بھی بچاؤ کرنا چاہیے) حضرت عمر نے جواباً فرمایا کہ میں حضرت عباس بن عبدالمطلب کی زندگی میں جہاد کی طرف مبادرت اور جلدی کرنا چاہتا ہوں۔ اگر (خدانخواستہ) حضرت عباس تم سے مفقود ہو گئے تو تم پر شر ٹوٹ پڑے گا جیسے رسی ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے (سیر اعلام ذہبی جلد ۲ صہ ۵۸)"

(۲)

فاضل ذہبیؒ نے مزید لکھا ہے کہ:

"حضرت عباس ان کے پیش پیش ایک گھوڑے پر سوار تھے۔ سیدنا عباس بڑے حسین وجمیل تھے۔ رومی فوج کے جرنیل اور عیسائیوں کے پیشوا سامنے سے آتے اور ان کو خلیفہ اسلام سمجھ کر سلام کہتے۔ حضرت عباس اشارہ کرتے کہ میں خلیفہ نہیں ہوں وہ عمر بن الخطاب خلیفۃ المسلمین ہیں" (بحوالہ الصدر جلد ۲ صہ ۵۸)

(۳)

اور کنزالعمال میں مزید یہ درج ہے کہ:

" اس کے بعد حضرت عثمانؓ کی خلافت کے دوران یا ۳۲-۳۳ھ میں حضرت عباسؓ

کا انتقال ہوا۔ اللہ کی قسم! لوگوں پر شر ٹوٹ پڑا۔ اور پھیل گیا۔" (کنز العمال جلد ۶ ص ۱۹)

یہ حقائق اس بات کے شاہد عدل ہیں کہ یہ اکابر ایک دوسرے کے کتنے ہمدرد اور خیر خواہ تھے۔

مانعتِ علی المرتضیٰ رضؓ حضرت ابوعبیدہؓ نے بیت المقدس کا محاصرہ کر کے اس کو تنگ کر دیا۔ محصور اس شرط پر صلح کے لیے تیار ہو گئے کہ

خود خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بیت المقدس تشریف لائیں۔ ابوعبیدہ نے یہ شرط لکھ کر حضرت عمر کو بھیج دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حسب عادت مجلس مشاورت کا اجلاس طلب فرمایا تو حضرت عثمان رضؓ نے یہ رائے دی کہ آپ وہاں تشریف نہ لے جائیں اس میں ان کی حقارت ہوگی اور شرم سے ان کی ناک خاک آلود ہو جائے گی۔ مگر:

"حضرت علی نے ان کی طرف چلے جانے کی رائے دی کیونکہ اس محاصرہ میں آپ کا تشریف لے جانا مسلمانوں کے معاملہ کے خفیف اور ہلکا ہونے کا سبب بنے گا۔ تو حضرت عمر نے حضرت علی کی رائے کی طرف میلان کیا اور حضرت عثمان کے مشورہ کی طرف دھیان نہ دیا۔ خود لشکر لے کر ان کی طرف چل دیے۔ مدینہ طیبہ پر حضرت علی المرتضیٰ کو اپنا نائب مقرر و متعین فرما دیا۔ اور حضرت عباس اس کارروان کے مقدمۃ الجیش کے طور پر آگے چل رہے تھے۔" (البدایہ و ابن کثیر جلد ۷ ص ۵۵)

نیابتِ علی المرتضیٰ رضؓ خلفائے راشدین کے باہمی خوشگوار تعلقات کا ہی نتیجہ تھا کہ حضرت علی المرتضیٰ، حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم اور عثمان غنی کے دورِ خلافت میں ان کے صرف معین، معاون، مفتی، قاضی اور نیۂ مملکتِ اسلامیہ ہی نہ تھے بلکہ انہیں یہ اعزاز بھی حاصل تھا کہ اگر ان میں سے کسی کو مدینہ منورہ کے صدر مقام سے باہر جانا پڑتا تو قرعہ نیابت حضرت علی المرتضیٰ کے نام پڑتا۔ اور وہی قائم مقام امیر المومنین بنائے جاتے جیسا کہ واقعاتِ ذیل سے ظاہر ہے:۔

"یکم محرم ۱۴ھ کو حضرت عمر مدینہ طیبہ سے باہر پانی کے چشمہ حرار پر تشریف لائے

بہ تمام لشکر سے کر بہ نفس نفیس غزوۂ عراق کی طرف جانے کا عزم کیا اور مدینہ منورہ پر اپنا قائم مقام علی المرتضیٰ کو مقرر کرنے کا فیصلہ کیا اور حضرت عثمان و دیگر صحابہ کرام کو ہمراہ لے لیا۔ اس کے بعد ان تمام صحابہ کی ایک مجلس مشورت اپنے ارادہ کے متعلق مشورہ لینے کے لیے قائم کی نماز قائم کرنے کا اہتمام کیا اور حضرت علی کو اس مجلس مشاورت کے لئے بلوا بھیجا۔ نماز کے بعد حضرت علی المرتضیٰ کے آنے پر مشورہ ہوا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اس تجویز کی اس بنا پر مخالفت کی کہ اگر آپ کو گزند پہنچی اور تکلیف پہنچ گئی تو زمین کے تمام اطراف سے مسلمانوں میں ضعف اور کمزوری واقع ہونے کا اندیشہ ہے آپ اپنی جگہ کسی اور کو روانہ کریں اور خود مدینہ منورہ واپس چلے جائیں چنانچہ مشورہ منظور ہو گیا اور فاروق اعظم واپس تشریف لائے۔ اور ان کی جگہ سعد بن ابی وقاص کو روانہ کیا گیا"

(تاریخ ابن جریر طبری جلد ۴ صہ ۸۳۔ والبدایہ وابن کثیر جلد ۷ صہ ۳۵ طبع مصری)

۲۔ "۱۷ھ میں جب حضرت عمرؓ سفر پر تشریف لے گئے تو اس وقت بھی انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام اور نائب مقرر فرمایا۔ (تاریخ طبری جلد نمبر ۴ صہ ۲۰۳)"

سفارت علی المرتضیٰؓ

امام ابن سیرین سے کنز العمال میں یہ واقعہ منقول ہے کہ حضرت عمرؓ نے علی المرتضیٰ کو نجران کا حاکم اور والی بنا کر بھیجا اور انہیں مندرجہ ذیل خط لکھ دیا:۔

"امیر المومنین عمرؓ نے اہل نجران کی طرف تحریر کیا کہ میں علی ابن ابی طالب کو آپ لوگوں کی طرف خاص وصیت کر کے روانہ کرتا ہوں کہ جو شخص تم میں سے اسلام لائے اس کے ساتھ بہتر و خوش تر معاملہ کیا جائے۔ اور ان کو میں حکم دیتا ہوں کہ زمین کی کاشت و کارکردگی کی صورت میں اس کی آمد کا نصف دیا کریں اور اس زمین سے میں تمہارے اخراج کا ارادہ نہیں رکھتا۔ جب تک کہ تم معاملہ کو درست رکھو گے

تمہاری کارکردگی پسندیدہ رہے گی۔" (کنز العمال جلد ۲ صد ۳۱۲ طبع قدیم)

اگر مخالفین کے پراپاگنڈہ کے مطابق ان اکابرین میں کوئی خلش ہوتی تو حضرت علی اپنی قائم مقامی اور نیابت سے بھی فائدہ اٹھا سکتے تھے اور اگر حضرت عمر کو حضرت علی پر کسی قسم کی بے اعتمادی ہوتی تو وہ اپنے مخالف کو کبھی اپنا قائم مقام نہ بناتے واقعات بالا سے عیاں ہے کہ ان اکابرین کے درمیان نہایت مخلصانہ اور خیر خواہانہ روابط اور باہمی خوش اعتمادی تھی۔

اعتراف علی المرتضیٰ

خلیفۃ المومنین حضرت عمرؓ نے جب غزوہ روم کی تیاری کی تو لشکر اسلام کو اپنی زیر قیادت محاذ پر لے جانے لگے ان کو بھی حضرت علی المرتضیٰ نے ازراہ اخلاق و ہمدردی خود محاذ جنگ پر نہ جانے دیا کہ اگر خدانخواستہ وہ وہاں شہید ہو گئے تو پھر ہماری خیر نہیں۔ یہ واقعہ اہل تشیع کی معتبر کتاب نہج البلاغۃ کی شرح حدیدی و درہ نجفیہ وغیرہ میں اس طرح مرقوم ہے کہ:

"حضرت علی حضرت عمر کو کہتے ہیں کہ آپ جب دشمن رومی کی طرف جائیں گے۔ اور بذاتِ خود اس سے مقابلہ و مقاتلہ کریں گے تو ممکن ہے آپ پر کوئی مصیبت (موت) آجائے تو پھر مسلمانوں کو اپنے آخری شہروں تک جائے پناہ نہ ملے گی کیونکہ آپ کے بعد کوئی شخصیت ایسی نہیں ہے جس کی طرف مسلمان رجوع کریں لہٰذا آپ کسی تجربہ کار شخص کو ان کی جانب بھیجیں اور اس کے ساتھ پختہ عمل آزمودہ کار اور لوگوں کے خیر خواہ کو روانہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو غلبہ دے گا۔ یہی آپ کا مقصود و مطلوب ہے اور اگر کوئی صورت شکست پیش آگئی تو آپ مسلمانوں کے لیے جائے پناہ اور جائے رجوع موجود ہیں۔" (کچھ فکر نہ ہو گا) نہج البلاغۃ مع حواشی شیخ عبدہٗ جلد ۱ صد ۱۵۳)

حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا:

"تم اس نیک طریقہ کو مت توڑو جس پر اس اُمت کے اگلے لوگوں نے عمل کیا ہے جس کے سبب سے الفت اور محبت جمع ہوئی اور جس کے سبب رعیت کی اصلاح ہوئی۔"

(نہج البلاغہ اردو صد ۶۴۹ ج ۲)

رواداریاں

حسنِ شرافت

حضرت علی المرتضیٰ اور خلفائے ثلاثہ کے مابین بہت گہری محبت والفت اور موانست تھی کوئی بغض وعناد نہیں تھا ان کی باہمی رواداریوں پر نامور مصری مؤرخ و نقاد محمود عباسی العقاد اپنی معروف کتاب "عبقریتِ امام" میں لکھتے ہیں:۔

"آپ حضرت علی کا جو خطبہ بھی چاہیں۔ اٹھا کر دیکھ لیں۔ اس میں ایک لفظ بھی ایسا نہ ملے گا جس سے سابق خلفا کی تنقیص ہوتی ہو۔ بلکہ اس کے برعکس ہمیں یہ ملتا ہے کہ حضرت علی نے تینوں خلفاء کو ان کے زمانہ ہائے خلافت میں اپنی مخلصانہ رایوں اور مشوروں سے نوازا۔ ان کے ساتھ جب بھی کوئی معاملہ پیش آیا ہمیشہ شریفانہ طریقہ اور رواداری ملحوظ رکھی۔

حضرت علیؓ کے متعلق یہ گمان رکھنا کہ وہ سابق خلفاء سے ہمیشہ کھنچے کھنچے رہے درست نہیں اور نہ یہ قرین قیاس ہی میں آنے والی بات ہے انہوں نے سابق خلفاء کے ساتھ جو روادارانہ رویہ رکھا وہ اس بات کی واضح اور کھلی دلیل ہے کہ ان کا سلوک خلفاءؓ کے ساتھ کس نوعیت کا تھا۔

حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے محمد بن ابوبکرؓ کو اپنی گود میں لے لیا اور ان کی اس بہتر طریق پر پرورش و کفالت کی کہ وہ آئندہ بڑی بڑی ذمہ داریوں کے سنبھالنے کے قابل ہو گئے۔ پھر انہوں نے اپنے تینوں بیٹوں کے نام گزشتہ تینوں خلفاءؓ کے

نام پر ابوبکر، عمرؓ اور عثمانؓ رکھے"؛ (علی شخصیت و کردار صہ ۲۴۴ - ۲۴۵)
جو ان کی محبت و مودت اور رواداری کا کھلا ثبوت ہے۔

رفاقت و صداقت

حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے درمیان نہایت بے تکلفانہ تعلقات تھے۔ ان کی باہمی مودت و محبت کا ذہبیؒ نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے کہ :-

"ایک دفعہ قیس بن عُبادہ حصول علم و اخلاق کے لیے مدینہ منورہ پہنچے۔ ایک شخص کو دیکھا کہ دو چادروں میں ملبوس ہے سر پر زلفیں ہیں (دوستوں کی طرح) حضرت عمرؓ کے دوش مبارک پر ہاتھ رکھے ہوئے ہے۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے بتلایا کہ علی ابن ابی طالب ہیں"۔ (تذکرۃ الحفاظ ذہبیؒ جلد ۱ صہ ۱۲)

اس دوستانہ کی بناء پر بسا اوقات یہ دو اکابر تلاش و جستجو میں دور دراز تک اکیلے نکل جاتے تھے

ابو نعیم اصفہانی لکھتا ہے کہ :-

"امیر المؤمنین عمرؓ کا جب آخری سال تھا جس میں ان کا انتقال ہوا۔ تو ایام حج میں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دونوں حضرت اویس قرنی کی تلاش میں عرفات کی طرف سوار ہو کر تشریف لائے۔ دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کھڑے ہو کر درخت کی طرف رخ کئے ہوئے نماز پڑھ رہا ہے۔ اور اونٹ اس کے گرد اگرد چر رہے ہیں۔ یہ دونوں حضرات اپنی سواری تیز کر کے اس کی طرف پہنچے۔ اور السلام علیکم و رحمۃ اللہ علیہ کہا۔ اویس نے نماز میں تخفیف کی۔ سلام کا جواب دیا۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ کون بزرگ ہیں؟ جواب دیا کہ میں اپنی قوم کا اونٹوں کا چرواہا اور خادم ہوں! اور پوچھا کہ آپ کیسے آئے ہیں کیا کام ہے؟ ان دونوں نے کہا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص اویس نامی کے چند اوصاف بیان کیے وہ آپ ہی معلوم ہوتے ہیں ...... ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ وہی اویس ہیں۔ آپ ہمارے لئے اللہ سے دعائے مغفرت کریں،

اس پر ادلیس نے کہا کہ آپ صاحبان کون ہیں۔؟

"حضرت علیؓ نے جواباً کہا کہ یہ امیر المومنین عمر بن الخطاب ہیں اور میں علی ابن طالب ہوں"۔ پس یہ سن کر ادلیس اٹھ کھڑا ہوا اور کہا اے امیر المومنین آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو۔ اور اس کی برکتیں ہوں اے علیؓ آپ پر بھی سلام ہو۔ تم دونوں کو اس اُمت کی جانب سے اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔" (حلیۃ الاولیاء نعیم اصفہانی جلد ۲ صد ۸۲ - ۸۱ طبع مصر)

اگر ان اکابر میں محبت و یگانگت نہ ہوتی تو یہ دو دوستوں کی طرح اپنے مطلوب و مقصود کی تلاش میں اس طرح اکھٹے نہ پھرتے۔

حُسنِ احترام

کنز العمال میں بحوالہ ابن عساکر درج ہے کہ :-

"حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان دونوں کا معمول تھا کہ سواری پر سوار ہو کر جا رہے ہوں اور سامنے سے حضرت عباس تشریف لائیں یا ان پر سے گزر ہو جائے تو ان کی بزرگی کا احترام کرتے ہوئے خود سواری سے اتر جاتے اور کہتے کہ ہمارے نبیؐ کے چچا تشریف لا رہے ہیں اور حضرت عباس کے ساتھ چل پڑتے حتیٰ کہ ان کی منزل تک ان کو پہنچاتے یا اس مجلس تک جہاں انہوں نے پہنچنا ہوتا۔ ان سے جدا نہ ہوتے"۔ (کنز العمال جلد ۷ صد ۶۹ طبع اوّل قدیم)

مزید برآں حضرت عمر فاروق نے :-

"اموالِ فی وغیرہ میں بیت المال کی طرف سے حضرت عباس کا سالانہ وظیفہ صرف عمِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی بنا پر جاری کیا۔ ورنہ عباس بن عبد المطلب مہاجرین سابقین میں سے نہیں تھے۔ اسی طرح نبیؐ و علیؓ کی پھوپھی کا وظیفہ بھی اس وجہ سے مقرر فرمایا۔ اور حضرت علیؓ کی اہلیہ کا بھی خیال رکھا۔" (رحماء بینھم جلد ۲ صد ۳۰۸)

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں بنی ہاشم کا بڑا ادب و احترام

تھا، اتنی توقیر و تعظیم کبھی کوئی اپنے مخالف کی نہیں کرتا۔ بلکہ دوستوں اور مشفقوں کی ہی کرتا ہے۔

فتویٰ و مشورہ

طبقات ابنِ سعد میں بسلسلہ تذکرہ ابن عباس درج ہے کہ :۔

" عطاء بن یسار کہتا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان اپنی خلافت کے دوران ابن عباس کو مشورہ کے لیے بلا کر بدری صحابہ کے ساتھ شریک رکھتے تھے۔ ابن عباس ان دونوں خلفاء کے دور میں فتویٰ دہی کا کام کرتے تھے۔ تا حیات یہ کام جاری رہا۔" (طبقات ابن سعد جلد ۲ صہ ۱۲۰)

(۴)

کنز العمال میں یہ روایت یعقوب موجود ہے کہ :۔

" جب کوئی اہم معاملہ حضرت عمر کو پیش آتا تھا۔ تو عبداللہ بن عباس کو مشورہ کے لئے بلاتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے رعلم کے دریا میں) غوطہ لگانے والے غوطہ لگائیے (یعنی گہری سوچ کر کے جواب دیجئے)" (کنز العمال علی متقی ہندی جلد ۷ صہ ۵۳ رطبع قدیم)

طبع پرسی

بنی ہاشم سے اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو حضرت عمر ضرور اس کی بیمار پرسی کے لیے جاتے۔ بتذکرہ ابن عباسؓ طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ :۔

" ایک دفعہ ابن عباس بخار کی تکلیف سے بیمار ہوئے ان کی بیمار پرسی کے لیے حضرت عمرؓ تشریف لے گئے فرمانے لگے اے ابن عباس آپ کی بیماری نے ہمارے کام میں خلل اور نقصان ڈال دیا ہے۔" (طبقات ابن سعد جلد ۲ صہ ۱۲۳، طبع قدیم)

فاتحہ خوانی

کتاب الشافی از سید مرتضیٰ شیعی اور شرح نہج البلاغہ حدیدی شیعی میں یہ ذکر موجود ہے کہ :۔

" امام جعفر صادق حضرت ابوبکر و عمر کے ساتھ دوستی اور مودت رکھتے تھے جس

وقت سید الاولین والآخرین کی قبر شریف پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کے لیے حاضر ہوتے تو ابو بکر صدیق اور بن الخطاب کی قبور پر بھی سلام وتسلیم کہتے تھے" (کتاب الشافی ۲۳۸، و شرح نہج البلاغہ جلد ۳ صفحہ ۱۴۰)

قرابت داری

خلفائے راشدین کی رشتہ داریوں کا سلسلہ جنگ جمل، جنگ صفین اور سانحہ کربلا کے بعد بھی قائم ودائم چلا آیا کیونکہ :-

"بنی ہاشم اور بنی امیہ دو حقیقی بھائیوں کی اولادیں ہاشم اور عبد الشمس (والد امیہ) کے زمانہ سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک کوئی ۹۰ برس سے زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ اس تمام مدت کے دوران ان ہی دونوں خاندانوں میں برابر تعلقات مصاہرت اور رشتہ قرابت ہوتے رہے اور بعثت کے بعد حتیٰ کہ صفین اور کربلا کی خانہ جنگیوں کے بعد بھی برابر یہ رشتے قائم اور برقرار رہے اور بڑھے۔

بعد واقعہ صفین و کربلا فاطمہ بنت الحسین بن علی کا عقد ثانی عبد اللہ بن عمر بن عثمان بن عفان سے ہوا جن کے بطن سے جناب حسین کے اموی نواسہ محمد بن عبد اللہ بن عثمان تھے۔ جو اپنے اخیافی بھتیجوں محمد المہدی اور ابراہیم ابنائے عبد اللہ المحض حسنی کے تعلقات کی وجہ سے گرفتار ہو کر مارے گئے۔

زید بن حسن بن علی بن ابی طالب کی صاحبزادی نفیسہ خاندان بنی امیہ میں سے خلیفہ ولید بن عبد الملک کو بیاہی گئیں۔ اسی ولید بن عبد الملک کی والدہ عبد اللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب کی دختر تھیں۔

جناب سکینہ بنت الحسین بن علیؓ نے اپنا ایک نکاح حضرت عثمان کے پوتے زید بن عمرو سے کیا تھا۔ ایک اور نکاح بھی ان کا اسی خاندان اموی میں اصبغ بن عبد العزیز بن مروان سے ہوا تھا مگر پھر تفریق ہو گئی تھی۔ اسی طرح اور بہت سے رشتے بنی ہاشم اور بنی امیہ میں ہوتے رہے۔ خاندانی شرف واعزاز کیا زمانہ جاہلیت اور کیا اسلام۔ بنی امیہ

کو ہمیشہ حاصل رہا جیسے خود ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں تسلیم کرتا ہے"

(نہج البلاغہ تاریخ کی روشنی میں) صہ ۸۷، ۸۸ منقول از تاریخ و سیاسیات فروری ۱۹۵۴ء

محبت و مودت

قبل از اسلام، تفاوتِ عمر کی وجہ سے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے مابین کوئی تعلقداری نہ تھی۔ اسلام لانے کے بعد بفحوائے سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا۔ حق تعالیٰ نے ان کی دل میں گہری محبت پیدا کر دی یہاں تک کہ حضرت علیؓ نے اپنی دختر حضرت حسینؓ کی ہمشیرہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی حضرت ام کلثوم کی حضرت عمرؓ سے شادی کر دی۔ جس سے ان کی دینی اسلامی محبت و مودت میں مزید اضافہ ہو گیا۔ باہمی تعلقات بہت گہرے ہو گئے۔ حضرت علیؓ کی بیویوں اور صاحبزادیوں سے محرمت قائم ہونے کی وجہ سے زنانہ آمد و رفت میں کوئی رکاوٹ نہ رہی حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں بھی حضرت علیؓ ان کے خیر خواہ اور پنجگانہ اوقاتِ نماز باجماعت میں ان کے مقتدی رہے

ادب و احترام

حضرت علیؓ حضرات شیخین سے بڑی محبت و عزت سے پیش آتے تھے اور ایک دوسرے کا بڑا ادب و احترام کرتے تھے شارح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید شیعی لکھتے ہیں کہ:۔

"حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کو اس وقت سے جب سے وہ خلیفہ ہوئے ان کی کنیت سے مخاطب نہ کرتے تھے بلکہ امیر المومنین کہہ کر خطاب کرتے تھے اور یہ بات اسی طرح کتبِ حدیث و کتبِ سیر و تاریخ میں بیان ہوئی ہے (شرح نہج البلاغہ حدیدی جلد ۲، صہ ۶۲۵ مطبوعہ ایران)

حسن یگانگت

خلفائے راشدین زندگی بھر ہم مسلک و ہم مشرب رہے اور ایک دوسرے کی وقعت و عظمت کا کشادہ دلی سے اعتراف کرتے رہے ایک موقعہ پر حضرت علیؓ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ:۔

(۱)

"میرا طلحہؓ، زبیرؓ اور عثمانؓ کا معاملہ اس آیت کے مصداق تھا۔

وَنَزَعْنَا مَا فِی صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ (سورۃ الحجر ۴۷)

ہم نے ان کے سینوں سے ہر قسم کے رشک و حسد کو دور کر دیا اب وہ بھائی بھائی ہیں ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہیں" (سیدنا عثمان بن عفان صد ۱۲)

(۲)

ایک دوسرے موقعہ پر حضرت علیؓ نے فرمایا:۔

مَنْ تَبَرَّاَ مِنْ دِیْنِ عُثْمَانَ	جس نے عثمانؓ کے دین سے روگردانی کی
فَقَدْ تَبَرَّاَ مِنَ الْاِیْمَانِ	وہ ایمان سے خارج ہے (بحوالہ صدر)

(۳)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ میں نے ایک خوبصورت لڑکے کو حضرت علیؓ کے پاس بیٹھے دیکھا تو ان سے کہا:۔

"خدا تمہیں اس لڑکے سے محفوظ رکھے جو تمہارے پاس بیٹھا ہے۔"

حضرت علیؓ نے کہا:۔

"یہ میرا بیٹا عثمان ہے میں نے اس کا نام حضرت عثمان کے نام پر رکھا ہے۔ بیٹے بچوں کے نام حضرت عمرؓ اور حضرت عباسؓ کے نام پر بھی رکھے ہیں جیسے کہ حضورؐ کے نام پر بھی اور حسنؓ حسینؓ اور محسنؓ کا نام حضورؐ نے رکھا ہے۔" (الموافقۃ بین اہل بیت والصحابہ)

آپ کے ایک صاحبزادے کا نام حضرت صدیق اکبرؓ کے نام پر ابوبکر تھا۔ یہ نامزدگیاں خلفاء راشدین کی باہمی محبت و یگانگت کا عملی ثبوت ہیں۔

حسن استغناء | اس میں کوئی شک نہیں کہ دشمنان نے اسلام کے خلاف کئے

سازشیں کیں۔ قسم قسم کے زہر پھیلا گئے اور مختلف لبادے اوڑھ کر مختلف محاذوں پر نمودار ہوئے دائرہ اسلام کے اندر رہ کر اور دائرہ اسلام سے باہر رہ کر اسلام کی بیخ کنی اور مخالفت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ تاریخ اسلام کو مسخ کرنے کے لیے چابکدستی سے کام لیا اور خود ساختہ واقعات کو ایسی رنگ آمیزی سے پیش کیا کہ سچ اور جھوٹ میں تمیز مشکل ہو گئی اور پڑھنے والے اپنے اکابر کے متعلق بدظنی و بدگمانی کا شکار ہو گئے۔ مگر حقیقت کبھی چھپی نہیں رہتی۔

مخالفین کی طعن وتشنیع سے خلفائے راشدین سے کوئی بھی نہ بچا۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف یہ پراپاگنڈہ شروع کر دیا جو آج تک جاری ہے کہ حضرت عثمانؓ اقربا پروری کرتے تھے۔ اس کی تردید حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خود اپنی زبانِ مبارک سے اپنی حین حیات میں یا لفاظ ذیل کر دی کہ :۔

(۱)

اہل خاندان کے ساتھ میری محبت نے مجھے ظلم وجور پر مائل نہیں کیا بلکہ میں ان کے حقوق ادا کرتا ہوں۔"

(۲)

" میں نے جو کچھ اپنے اقارب کو دیا ہے۔ اپنے مال سے دیا ہے مسلمانوں کا مال نہ میں اپنے لئے حلال سمجھتا ہوں اور نہ کسی اور کے لیے۔ نہ ہی اس میں سے اپنا گزارہ تک لیتا ہوں۔ میں کھانا بھی اپنے مال میں سے کھاتا ہوں" (طبری جلد ۳ صفحہ ۳۸۹)

آمد و رفت

حضرت عمر فاروق کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت ومحبت تھی۔ اور وہ ان کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بھی بڑا ادب واحترام کرتے تھے جس کا ذکر حاکم نیشاپوری نے یوں کیا ہے کہ :۔

" ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور

یہ ذکر کیا کہ آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیاری ہیں، اور اللہ کی قسم! میرے نزدیک بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ (کنز العمال جلد ۷ ص ۱۱۳ طبع قدیم و المستدرک الحاکم جلد ۳ ص ۱۵۵)

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ کا حضرت فاطمہؓ کے گھر آنا جانا تھا ان کے دل میں حضرت فاطمہؓ کی بڑی عزت تھی جس کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے کوشش کر کے حضرت علی المرتضیٰ کو ان کا رشتہ طلب کرنے پر آمادہ کیا۔ اور کامیابی کے بعد بوقت نکاح گواہ بنے یہانتک آپ بروایت حضرت امام زین العابدینؒ و امام محمد باقرؒ حضرت فاطمہ کے انتقال کے وقت نماز جنازہ میں شریک ہوئے جس سے اُن کے خوشگوار خاندانی روابط و مراسم عیاں ہیں۔

مزاح و بے تکلفی

یہ ان ہی خوشگوار تعلقات کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنہ ۱۲ھ میں سماۃ عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل کے ساتھ شادی کی اور دعوت ولیمہ میں دیگر دوست احباب کے ہمراہ حضرت علی المرتضیٰ کو بھی مدعو کیا جو شریک ولیمہ ہوئے اور خورد و نوش سے فارغ ہونے کے بعد ازراہ مزاح و بے تکلفی :۔

"حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ عاتکہ (یعنی آپ کی اہلیہ) سے کلام و تکلم کی اجازت ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا ٹھیک ہے۔ حضرت علی نے خانگی پردہ سے باہر رہتے ہوئے عاتکہ کو اس کے چند اشعار یاد دلائے جو اس نے اپنے سابقہ خاوند عبداللہ بن ابی بکر کی وفات پر از راہ غم کہے تھے، ان کے پہلے شعر کا یہ مطلب تھا کہ اے زوج میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ "میری آنکھ تجھ پر ہمیشہ غمناک رہے گی۔ اور میرا جسم ہمیشہ غبار آلود رہے گا" تو عاتکہ اس یاد دہانی پر رونے لگی۔ حضرت عمرؓ نے یہ سنا تو حضرت علی المرتضیٰ سے کہا اے ابوالحسن عورتیں تو اسی طرح کیا کرتی ہیں (یعنی سابقہ چیز کو فراموش کر کے نیا معاملہ کر لیتی ہیں) (کتاب نسب قریش مصعب زبیری جلد ۱ ص ۳۶۵ وغیرہم)

یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے دل میں کسی قسم کا کوئی انقباض نہ تھا ایک دوسرے کے ہاں ان کا شادی غمی میں آنا جانا تھا۔

حسنِ یقینؓ جنگِ جمل کے وقتی سانحہ کے باوجود حضرت عائشہ صدیقہ کے دل میں بھی حضرت علی المرتضیٰ کا ویسا ہی ادب و احترام رہا۔ جیسا کہ ان کے والد محترم حضرت صدیق اکبر کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ :۔

"شریح نے حضرت عائشہ سے مسح خفین کا مسئلہ دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ علی المرتضیٰ سے جا کر پوچھیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ سفر کیا کرتے تھے اس مسئلہ میں وہ مجھ سے زیادہ واقف ہیں۔ پھر میں نے یہی مسئلہ علی المرتضیٰ سے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسافر کے لیے تین دن رات موزوں پر مسح کرنا درست ہے۔ اور مقیم (گھر میں رہنے والے) کے لیے ایک دن رات صحیح ہے" (الاستیصاب جلد ۳ ص ۴۳)

(۲)

کنز العمال میں دوسرا واقعہ یوں درج ہے کہ :

" حضرت علی المرتضیٰ نے عاشورہ کے روزہ کا ذکر فرمایا تو حضرت عائشہ صدیقہ نے پوچھا یہ حکم کس نے بیان کیا ہے ؟ لوگوں نے کہا کہ علی المرتضیٰ نے، اس پر حضرت عائشہ نے فرمایا کہ وہ سنتِ نبوی کو لوگوں میں سے بہتر جاننے والے ہیں" (کنز العمال جلد ۴ ص ۳۴۴)

یہ سلسلہ حقائق ظاہر کرتے ہیں کہ خاندان صدیق اکبر اور خانوادۂ مرتضوی میں مستقل طور پر کوئی منازعت و منافست نہ تھی بلکہ بڑا ادب و احترام تھا۔ مخالفین اس طرح ایک دوسرے کی فضیلت و فوقیت تسلیم نہیں کرتے نہ کوئی مخالفین پر اتنا اعتبار کرتا ہے۔

تعبیرِ خوابؓ حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت علی المرتضیٰ کے خاندانی روابط و مراسم اتنے خوشگوار تھے کہ حضرت عمرؓ اپنے خواب کی تعبیر حضرت علیؓ

کی اہلیہ اسماء بنت عمیس سے دریافت کرتے تھے۔ مسند امام احمد اور مسند حمیدی میں اس واقعہ کی تفصیل یوں درج ہے کہ :۔

" ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق نے جمعہ کے دن منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ حمد وثناءُ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر فرمایا۔ پھر ابوبکر الصدیق کا ذکر کیا۔ اس کے بعد کہنے لگے کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ اس سے میں یہ سمجھا ہوں کہ میری موت قریب آگئی ہے وہ اس طرح کہ ایک سرخ مرغے نے میرے پیٹ میں دو تین بار اپنی چونچ سے ٹھونگے لگائے ہیں۔ اس خواب کو میں نے اسماء بنت عمیس زوجہ حضرت علی المرتضیٰ کے پاس بیان کیا۔ اسماء بنت عمیس نے کہا کہ عجم کا ایک آدمی تجھ کو قتل کرے گا۔ روایت کنندہ لکھتا ہے کہ عمر فاروق نے جمعہ کو یہ خطبہ دیا اور چہارشنبہ یعنی بدھ کو ان پر مصیبت آئی"۔ (مسند امام احمد جلد اول صہ ۱۵ مطبوعہ مصر)

تردید تقیہ جو لوگ حضرت علی المرتضیٰ کو شیخین رض کے خلاف اکساتے تھے حضرت علی انہیں دشمن اسلام گردانتے تھے ایک مرتبہ ابومعاویہ کے والد ابو سفیان نے حضرت علی رض کو عار دلاتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق کی مخالفت پر آمادہ کرنے کی کوشش کی تو حضرت علی برہم ہوئے اور بگڑ کر فرمایا :۔

" اے ابوسفیان! تم اسلام اور مسلمانوں کے پرانے دشمن ہو تم ایسی باتوں سے اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے" ہم نے ابوبکر کو خلافت کا اہل پایا ہے۔ (ابن جریر طبری جلد ۲ صہ ۴۴۹)

ایک دوسرے موقعہ پر جب ابوسفیان نے حضرت علی اور حضرت عباس سے خلافت ابوبکر صدیق تسلیم کرنے پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا تو حضرت علی نے فرمایا :۔

" اگر ہم ابوبکر رض کو اہل نہ سمجھتے تو خلیفہ نہ بناتے اے ابوسفیان! مسلمان آپس میں خیر خواہ اور معین و مددگار ہوتے ہیں اگرچہ ان کے جسم اور وطن دور دور ہوں اور منافق

ایک ساتھ رہ کر بھی ایک دوسرے کو فریب دیتے ہیں اگر ہم ظاہر میں ابوبکر سے بیعت کرلیں اور دل سے ناپسند کریں تو یہ اسلام کی تعلیم اور مسلمان قوم کی خصوصیات کے بالکل منافی ہے یہ تو کھلا ہوا نفاق ہے۔" (موافقۃ بین اہل البیت والصحابہ از علامہ زمخشری)

ان ارشادات علی المرتضیٰ سے مندرجہ ذیل اتہام کی خود بخود تردید ہو جاتی ہے کہ:

۱۔ حضرت علی المرتضیٰ نے ڈر اور خوف کے مارے شیخین کی بیعت کی۔

۲۔ حضرت علی المرتضیٰ ازراہ تقیہ عمر بھر شیخین کے پیچھے پنجگانہ نماز پڑھتے رہے اور ان سے ظاہرداری برتتے رہے۔

ان ارشادات عالیہ سے تو یہ حقیقت خود بخود ابھر کر سامنے آجاتی ہے کہ حضرت علیؓ اور شیخینؓ کے مابین جملہ تعلقات و معاملات میں یک رنگی۔ ہم آہنگی۔ خلوص اور باہمی اعتماد و احترام موجود تھا۔ اور ان کو غلط رنگ دینے والے خود زمرہ منافقین سے تعلق رکھتے تھے۔

اثرات اتفاق و اختلاف

حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا:۔

"دیکھو! جب گذشتہ امتوں کی آراء افکار اور خواہشات میں اتحاد و اتفاق اور اعتدال تھا۔ تو ہاتھ ایک دوسرے کے ساتھ اور تلواریں ایک دوسرے کی مددگار تھیں۔ نگاہیں گہری اور ارادے یک جا تھے تو کیا وہ لوگ اطراف زمین کے مالک نہ تھے؟ پھر جب ان میں اختلاف واقع ہوا الفت ختم ہو گئی۔ دلوں اور کلمے میں اتفاق نہ رہا وہ فرقہ فرقہ ہو گئے اور آپس میں لڑ لڑا کر ادھر ادھر پھیل گئے۔ اللہ نے اپنی دی ہوئی عزت کا لباس چھین لیا۔ اپنی نعمتوں کی فراوانی روک لی۔ ان کی کہانیاں اور واقعات تم میں اس لیے باقی ہیں کہ تم میں عبرت حاصل کرنے والے ان سے سبق حاصل کریں۔"

(نہج البلاغہ صفحہ ۲۹۴)

ذمّہ داریاں

بارِ خلافت کوئی عہدہ یا منصب کیوں نہ ہو اس کی ذمہ داریاں سنبھالنے میں شخصی دیانت۔ تجربہ کاری اور عمروسن کا بہت خیال رکھا جاتا ہے خود سرکار دوجہاں صلّی اللہ علیہ وسلّم کو قرآن کریم کی تبلیغ اور نبوت کا آغاز چالیس سال کی عمر میں تجنتا گیا ان کی وفات کے بعد اس معیار پر حضرت ابوبکر، عمر اور حضرت عثمان ہی پورے اترتے تھے بقول نامور نقاد عباس محمود العقاد:۔

"آنحضورؐ کی وفات کے بعد اس معیار پر اگر کوئی پورا اترتا تھا تو وہ حضرت ابوبکر صدیق ہی کی ذاتِ گرامی تھی حضرت ابوبکرؓ تقویٰ اور پرہیزگاری میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔ اور سال خوردگی نے انہیں زمانے کے نشیب و فراز سے بھی اچھی طرح واقف کر دیا تھا۔ وہ آنحضور کے مخصوص اہل شوریٰ میں بھی تھے متعدد مہموں میں جنابِ رسالتمآبؐ کے مشیر کار بھی رہے تھے اور حضورؐ کی زندگی میں بہت سے قومی اور ملکی محاذوں پر انہوں نے بہ دقت کے فرائض سرانجام دیئے تھے ان کے مقابلہ میں حضرت علیؓ کی عمر اس وقت صرف تیس سال تھی جو عام طور پر نا آزمودہ کاری کی عمر سمجھی جاتی ہے۔

حضرت ابوبکرؓ صدیق کے بعد حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان نے عنانِ حکومت سنبھالی۔ یہ لوگ بھی اپنے اپنے وقت میں ان تمام خصوصیات کے حامل تھے جو منصبِ خلافت کے لیے درجۂ کمال کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ دونوں حضرات بھی عمر اور سن کے تقاضے کے تحت آنحضورؐ کے مشیر کار رہے مختلف و فتنوں میں انہوں نے

حضورؐ کو مشورے دیئے متعدد اسلامی خدمات انجام دیں اور بے شمار مواقع پر سیاست وقیادت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآہو تے رہے حضرت علیؓ ان تمام خصوصیتوں میں ان بزرگوں کے ہم پلہ نہیں تھے۔ اس سبب ان کی موجودگی میں ان کا انتخاب ناممکن تھا" (علی شخصیت وکردار ص ۲۰۰ - ۲۰۱)

امارت وولایت

حضرت علی المرتضیٰ نے جب خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو اس وقت لوگوں میں روح اسلام کمزور پڑ چکی تھی۔ اجتماعی یکرنگی باقی نہ رہی تھی۔ امرأ ورؤسأ اپنی عیش وعشرت کی زندگی کے سبب حضرت علی المرتضیٰ کو اپنے لیے بڑا خطرہ سمجھتے تھے۔ حضرت علیؓ اور قریش کے درمیان جو خلیج حائل ہو چکی تھی وہ بدستور موجود تھی، اور اس وقت کی مؤثر رائے عامہ حضرت علی المرتضیٰ کے حق میں نہ تھی۔ گردوپیش کے یہ حالات حضرت علیؓ کی چشم بصیرت سے اوجھل نہ تھے اسی سبب انہوں نے عنان خلافت سنبھالنے کے بعد اپنے پیش رو متذکرہ بالا پیشرو بزرگانِ خلافت کے نقش قدم پہ چلنے کا فیصلہ کیا۔ اور ان کے اس سنہری اصول کو مشعلِ راہ بنایا یعنی حضرت علی المرتضیٰ نے :۔

" حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کی اس سنت کو دوبارہ زندہ کردیا کہ عہدہ ومنصب کے طالب اور اس کی خواہش رکھنے والے صحابہ کو امارت وولایت پر فائز نہ کیا جائے تاکہ وہ فریب۔ دنیا کا شکار نہ ہو جائیں۔ اور اُن کی وجہ سے گروہی عصبیتیں نہ بھڑک اٹھیں چنانچہ جب حضرت طلحہؓ وحضرت زبیرؓ نے ان سے عراق ویمن کی گورنری کی درخواست کی تو حضرت علیؓ نے فرمایا :۔

" تم دونوں میرے ہی پاس رہو۔ تاکہ میں تم سے فائدہ اٹھاؤں" (بحوالہ الصدیق ص ۱۱۹)

مسئلہ حقوق

یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ دورِ خلافت سے قبل خلفائے راشدین آلِ رسولؐ اور اہل بیت کے درمیان نہایت خوشگوار روابط اور مراسم تھے اور حسن تعلقات کا یہ سلسلہ خلفائے راشدین کے دورِ خلافت میں بھی جاری رہا۔ مگر

فتنہ پروروں نے تفرقہ پردازی کے لیے یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ شیخین یعنی حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رض نے اہل بیت کے وراثتی حقوق غصب کر لیئے ان کی مراعات ختم کر دی گئیں اور ان پر لطف و کرم کے دروازے بند کر دیئے۔ حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے خود شیعہ کتب سے بھی ظاہر ہے۔ جیساکہ آگے ذکر آرہا ہے کہ شیخین اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داریاں پوری ایمانداری کے ساتھ نبھاتے رہے۔ اس میں انہوں نے کبھی کوتاہی نہ کی نہ غفلت برتی۔ نہ حق تلفی کی۔ نہ عہد نبوی کے حقوق و مراعات میں کوئی کمی یا ان میں کوئی فرق نہ آنے دیا بلکہ پوری ایمان داری کیساتھ اہل بیت کے مالی حقوق ادا فرماتے رہے۔ ان سے صلہ رحمی۔ وفاداری۔ اور حسن سلوک سے پیش آتے رہے اور انہیں خصوصی عطیات سے نواز تے رہے۔

مطالبہ علی المرتضیٰ

جائیداد ہر دور میں بنائے فساد رہی ہے اس لیے جائیداد و اموال کی تقسیم کے سلسلہ میں حضرت علی المرتضیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استدعا کی کہ یہ ذمہ داری میرے سپرد کر دی جائے تاکہ بعد میں کوئی نزاع پیدا نہ ہو جیساکہ حضرت علی المرتضیٰ کے اس ارشاد سے ظاہر ہے :۔

"میں نے عباس رض فاطمہ رض۔ اور زید رض بن حارث کی موجودگی میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ ہم قرابت دارانِ رسول کا جو حصہ خمس میں ہے اس کی تقسیم کی ذمہ داری اگر جناب۔ اپنی زندگی میں میرے سپرد فرما دیں تو بہتر ہوگا تاکہ جناب کے بعد کوئی شخص ہمارے ساتھ اس معاملہ میں نزاع نہ پیدا کر سکے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے مجھے اس کا متولی بنا دیا۔" (کتاب الخراج امام ابی یوسف۔ باب تقسیم الغنائم باب ۲۰ طبع مصر)

وراثتِ انبیاءؑ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خمس وغیرہ کے سلسلہ میں تو حضرت علی کو تقسیم آمدنی کا ذمہ دار مقرر فرما گئے۔ ان کی وفات کے بعد وراثت نبوی کا مسئلہ پیدا ہوا کہ باغ فدک وغیرہ کی جائیداد ورثاء رسولؐ میں تقسیم ہونی چاہیئے اس مسئلہ کا فیصلہ بھی

سرکار دو جہاںؐ اپنی حینِ حیات میں یہ فرما گئے تھے کہ:

"انبیاء علیہ السلام کی مالی میراث ان کے اپنے اقربا میں تقسیم نہیں ہوا کرتی۔ ان کا ترکہ مسلمانوں پر وقف اور صدقہ ہوتا ہے (بخاری شریف جلد اول ص۵۲۶)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ کے وارث، حضرت عباس، حضرت فاطمہؓ۔ اور امہات المومنین رضی اللہ عنہم اجمعین تھیں انہوں نے اپنی طرف سے حضرت عثمانؓ کو اپنا وکیل بنا کر خلیفۃ الرسولؐ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں بھیجنا چاہا، لیکن حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ نے انہیں روک دیا اور فرمایا کہ:۔

"کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتیں! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں۔ تا ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے" (صحیح بخاری)

فیصلہ فدک

چنانچہ ازواج مطہرات نے اپنا مطالبہ وراثت ترک کر دیا مگر مسئلہ وراثت انبیاءؑ سے لاعلمی کی وجہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک روز فاطمۃ الزہراؓ، حضرت عباس بن مطلب کے ہمراہ حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور مطالبہ کیا کہ انہیں فدک کی جائیداد، خیبر کے خمس اور مدینہ کے اموال سے حصہ وراثت دیا جائے حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا:۔

"نبی آخر الزمان کا فرمان ہے کہ ہم انبیاء کی وراثت جاری نہیں ہوتی ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں وہ اللہ کی راہ میں وقف اور صدقہ ہوتا ہے۔ البتہ مذکورہ بالا اموال سے آل رسولؐ یقیناً خرچ خوراک اور نان و نفقہ حاصل کرتی رہے گی۔ اور جس طرح نبی اکرمؐ کے دورِ اقدس میں مالی اخراجات آلِ رسولؐ کے لیے ان اموال مذکورہ سے جاری رہتے تھے ٹھیک اسی طرح ہم بھی اس پر عمل درآمد جاری رکھیں گے۔ اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں کریں گے

(صحیح بخاری جلد اول ص۵۲۶)

امیر المومنین حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا نبی آخر الزمان کے فرمان کے مطابق باغ فدک تو وراثتہً

تقسیم نہ کیا۔ مگر اس کی آمدنی سے آلِ رسولؐ کو برابر حصہ دیا جاتا رہا۔ اس کے مالی حقوق برابر ادا کرتے رہے حضرت صدیق اکبرؓ کی وضاحت اور یقین دہانی سے حضرت فاطمۃ الزہرا مطمئن ہو کر واپس چلی گئیں اور پھر تازیست یہ مسئلہ نہ چھیڑا۔ نہ اس کی ضرورت پیدا ہوئی۔ کیونکہ انہیں فدک کی آمدنی سے پورا پورا حصہ مل رہا تھا حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں :۔

" خاتونِ جنت نے پہلے پہل اپنے قیاس اور آیتِ وراثت کے عموم کے ساتھ یہ استدلال کیا تھا مگر جب ابوبکر صدیقؓ نے اس کا شرعی جواب دیا۔ تو اس کو خاتون جنت نے قبول کر لیا" (البدایہ ابن کثیر جلد ۵ صفحہ ۲۸۹)

اور یہ فرما کر قبول کیا کہ :۔

" آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سنا ہے آپ اس کو زیادہ جانتے ہیں"

(مسند امام احمد جلد ا صفحہ)

یہ الفاظ اس امر کے شاہد ہیں کہ فرمانِ صدیق اکبرؓ کے خلاف سیدہ فاطمہؓ کے دل میں کوئی ملال پیدا نہ ہوا حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت علی تشریف لائے انہوں نے شہادتِ توحید و رسالت کے بعد فرمایا :۔

" اے ابوبکرؓ ! ہم آپ کی فضیلت و شرافت کا اعتراف کرتے ہیں اور ابوبکر کی جو بھی رشتہ داری حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ ہے۔ اس کے ذکر کے ساتھ ان کے حقوق کا بھی ذکر کیا جس کے جواب میں ابوبکرؓ نے کہا اس ذات کی قسم ! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ حضور علیہ السلام کی رشتہ داری و قربت کا لحاظ مجھے اپنی قربت داری سے زیادہ محبوب اور مقدم ہے" (صحیح بخاری جلد ثانی صفحہ ۵۷۶)

آمدنی فدک

چونکہ مطالبہ علی المرتضیٰ سے قبل آلِ رسولؐ کو آمدنی فدک سے حصہ ملنا شروع ہو گیا تھا۔ اس لیے حضرت علی المرتضیٰ نے بھی صدیق اکبرؓ کی تسلیم یقین دہانی پر سر تسلیم خم کر دیا۔ اور آمدنی فدک کے متعلق حضرت صدیق اکبرؓ کے فیصلہ کو منظور و قبول فرمایا۔ اور پھر

عمر بھر اس کا تذکرہ نہ فرمایا کیونکہ ان کا حق ان کو برابر پہنچ رہا تھا۔ اور ان کی حق تلفی نہ ہو رہی تھی اگر ان کی رائی برابر بھی حق تلفی ہوتی تو شیر خدا، فاتح خیبر ہرگز نہ خاموش رہتے۔ اور اپنے مالی حقوق کے حصول کے لئے ضرور لڑتے جھگڑتے۔ دوسری طرف :-

"حضرت ابوبکر صدیق کی ہرگز یہ نیت نہ تھی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث آپ کے وارثین کو نہ دیں۔ جب کہ خود ان کی عزیز ترین صاحبزادی بھی انہی وارثین میں شامل تھیں۔ بلکہ ان کی صرف اور صرف یہ خواہش تھی کہ دین کو بصورت تمام و کمال محفوظ رکھا جائے۔ اور یہ حفاظت وصیانت' مال و اولاد کی حفاظت وصیانت سے بہر حال بہتر ہو۔" (ابوبکر از عباس محمود العقاد صفحہ ۲۵۶)

بہر حال حضرت صدیق اکبر کے مذکورہ بالا حکم وراثت نبوی حضرت فاطمہؓ اور حضرت عائشہؓ دونوں پر مساوی حاوی تھا۔ چونکہ صدیق اکبر کا فیصلہ ارشاد نبوی کے عین مطابق تھا اسی لیے حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے دور خلافت میں اسے بحال رکھا اور نہ بدلا۔ ورنہ اس وقت ان کے لیے ایسا کرنا بالکل آسان تھا۔

تولیت علی المرتضیٰؓ

تقسیم خمس کے سلسلہ میں حضرت علی المرتضیٰ کی اسناد عادل پر چونکہ ان کو تقسیم کی ذمہ داری سونپ دی گئی تھی۔ اس لیے اس مال کے متولی کی حیثیت سے وہ تا زیست یہ فرض ادا کرتے رہے اور کسی دور خلافت میں ان کے اس فرض منصبی میں مداخلت نہ ہوئی جس کا خود علی المرتضیٰ نے ان الفاظ میں اعتراف فرمایا :-

"نبوی دور میں میں اس خمس کے حصہ کو بنی ہاشم میں تقسیم کرتا رہا۔ پھر ابوبکر نے مجھے اس خمس کی تقسیم کا والی بنایا۔ تو میں صدیقی دور میں بھی اس کو بنی ہاشم میں تقسیم کرتا رہا پھر مجھے عمر بن الخطاب نے اس خمس کی تقسیم کا والی بنایا تو میں نے عہد فاروقی میں بھی اس کو بنی ہاشم میں تقسیم کیا حتیٰ کہ جب فاروقی خلافت کے آخری سال ہوئے تو عمر بن الخطاب کے پاس بہت سامال غنیمت آیا پس اس نے ہم لوگوں کا حق خمس الگ کر کے میری طرف آدمی

روانہ کیا اور فرمایا کہ آپ اس مال کو حسب دستور سابق تقسیم کردیں اس وقت میں نے جواباً کہا کہ اے امیرالمومنین! ہم لوگ (بنی ہاشم) اب مستغنی ہیں (ہماری معاشی حالت بہتر ہو گئی ہے۔) اور دوسرے مسلمانوں کو احتیاج ہے اور وہ ضرورت مند ہیں۔ تب عمر بن خطاب نے وہ مال محتاج مسلمانوں کے لیے بیت المال میں واپس کر دیا۔" (کتاب الخراج باب قسمۃ الغنائم صہ۲ طبع مصری)

غرض کہ اہل بیت کے مالی حقوق کی ادائیگی کا حضرت علی المرتضیٰ کو ذمہ دار قرار دیا گیا تھا جو ہر دور خلافت میں اس ذمہ داری کو باحسن طریق نبھاتے رہے۔

تقسیم مال فے

جو مال کفار کے ساتھ جنگ کرنے کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ آتا رہا۔ صدیقی اور فاروقی دور خلافت میں اس سے خمس بشرح صدر خود حضرت علی المرتضیٰ بنی ہاشم میں تقسیم فرماتے رہے اس کے علاوہ مالِ فے بھی آتا تھا یہ وہ مال ہوتا تھا جو کفار سے جنگ کئے بغیر مسلمانوں کے ہاتھ آتا۔ اس سے بموجب احکام خداوندی مندرجہ سورہ حشر، اللہ اس کے رسولؐ رشتہ دارانِ رسولؐ۔ یتیموں مسکینوں۔ اور مسافروں کا حصہ نکالا جاتا تھا اس مالِ فے کی تولیت بھی حضرت علی المرتضیٰ کے سپرد تھی اور وہی اس مال سے ہر ایک کا حصہ تقسیم کرتے تھے۔

مزید برآں :۔

"مدینہ کے اموال بنی نضیر وغیرہ میں بنی ہاشم و آل رسولؐ کا حصہ بھی حضرت علی المرتضیٰ کے دست تصرف میں تھا پھر حضرت علیؓ کے بعد امام حسن بن علیؓ کے ہاتھ میں آیا۔ پھر امام حسین بن علیؓ کے ہاتھ میں آیا۔ پھر امام زین العابدین کے ہاتھ میں رہا۔ پھر حسن بن امام حسن کے ہاتھ میں آیا۔ پھر زید بن حسن کے ہاتھ میں رہا۔ (صحیح بخاری جلد دوم ص۵۷۶ وغیرہ)

غرض کہ مالی معاملات یعنی تقسیم خمس خیبر بشمول فدک۔ آمدنی اموال مدینہ اور مال فے کے آخر دم تک حضرت علی المرتضیٰ متولی اور ذمہ دار رہے۔ اور ان کے بعد ان کی اولاد در اولاد یہ اموال تقسیم

کرتی رہی۔ اس میں حضرت صدیق اکبر یا عمر فاروق وعثمان نے کبھی کوئی مداخلت یا کمی بیشی نہ کی جس سے ان خلفائے کرام کی صداقت دیانت۔ امانت اور نیک نیتی عیاں ہے اگر انہوں نے ظلم جبر۔ یا غصب کرنا ہوتا۔ تو وہ یہ سائر انتظام حضرت علی المرتضیٰ کے حوالے نہ کرتے بلکہ اپنے پاس رکھتے۔

اعتراف اہلبیتؓ

خانگی حالات۔ معاملات اور مالیات کے متعلق جتنے اہل خانہ واقف ہوتے ہیں۔ دوسرے لوگ اتنے واقف نہیں ہو سکتے۔ تخریب پسند عنصر کے پھیلائے ہوئے غصب حقوق اہل بیت کے پروپاگنڈا کے تحت اہل بیت کے معزز ارکان پر اکثر یہ سوال ہوتا رہتا کہ آپ کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ میں ابوبکر و عمر رضی نے کیا کچھ ظلم روا رکھا؟ اس سوال کا جواب وہ جن الفاظ میں دیتے رہے وہ قابل ملاحظہ ہے۔ اور شیعی کتب میں موجود ہے۔

(۱)

کبیر النواع کہتا ہے کہ :۔

" میں نے امام باقر کو کہا کہ اللہ مجھے آپ پر قربان ہونے کی توفیق دے۔ یہ فرمایئے کہ ابوبکر و عمر نے تمہارے حقوق میں کچھ ظلم جائز رکھا؟ یا تمہارے حقوق کو ضائع کیا تو امام نے جواب دیا کہ نہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے اپنے بندے تمام عالم کے نذیر پر قرآن مجید اتارا ہے۔ ہمارے حقوق کے متعلق ان دونوں نے ایک رائی برابر بھی ظلم نہیں کیا۔" (شرح نہج البلاغہ الحدیدیہ شیعی جلد ۴ صد ۱۳)

امام محمد باقر رضی کے برادر حقیقی امام زید شہید بن امام زین العابدین نے اس ضمن یہاں تک فرما دیا کہ :۔

" اللہ کی قسم! اگر یہ معاملہ فدک میری طرف لوٹ آتا تو میں بھی اس کا وہی فیصلہ کرتا جو فیصلہ ابوبکر نے کیا" (حوالہ مذکور)

بعض تخریب پسندوں نے خود حضرت علی المرتضیٰ کو فدک کی واپسی کا مشورہ دیا تو انہوں نے فرمایا:
"مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے کہ میں اس چیز کو لوٹا دوں جس کو ابوبکر نے منع کیا تھا،
اور عمر بن الخطاب نے اس حکم کو جاری رکھا" (الشافی فی الائمۃ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ
طبع قدیم ص۲۳۱ و ص۲۱۳)

یہی ارشادِ شیرِ خدا شرح نہج البلاغہ حدیدی شیعی جلد ۴ ص۱۳۰ طبع بیروت میں بھی موجود ہے۔

اگر مذکورہ بالا صدیقی فیصلہ غلط، نادرست، ناروا اور ناجائز ہوتا تو حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی کے دورِ خلافت میں احتجاج کرتے اور اپنے حق کے حصول کے لیے کوشش کرتے۔ مگر اس سلسلہ میں انہوں نے کبھی لب کشائی نہ فرمائی بلکہ اپنے دورِ خلافت میں بھی پوری ذمہ داری کے ساتھ صدیقی فیصلہ کے مطابق عمل درآمد فرماتے رہے۔

حضرت علی المرتضیٰ کے بعد یہ ذمہ داری امام حسن بن علی، پھر امام حسین بن علی، پھر امام زین العابدین پھر حسن بن امام حسنؓ، اور ان کے بعد زید بن حسن پر عائد ہوتی رہی۔ تو اس سے باحسن طریق عہدہ برآ ہوتے رہے اور نسلاً بعد نسلٍ صدیقی فیصلہ کو عملی جامہ پہناتے رہے۔ مگر فتنہ پرور عنصر بدستور اتہام و بہتان کے تیر چلاتا رہا۔ اس اتباع کامل سے یہ حقیقت خود بخود ابھر کر سامنے آجاتی ہے کہ خلفائے راشدین اور آئمہ اہل بیت ہم مشرب و ہم مسلک تھے۔ ان کی ہم خیالی اور ہم آہنگی یگانگت و موافقت کی منافی شک و شبہ سے بالا تھی۔

خلفائے راشدین کے ذمہ دارانہ مذکورہ بالا فیصلہ کے خلاف سبائیوں کی حسب توقع اہلبیت نے چونکہ کوئی اظہار ناراضی نہ کیا اور نہ کوئی عملی قدم اٹھایا۔ بلکہ اسے قبول و منظور کرنے کے لیے اس کی توثیق فرمادی۔ اس سے سبائیوں کی امیدوں پر پانی پھر گیا اپنی اس ناکامی پر پردہ ڈالنے کے لیے انہوں نے اہل بیت کے سکوت کو "خاموش احتجاج" قرار دیا۔

تردید اہل بیتؓ

خلفائے اربعہ کے خلاف الزام تراشی اور آئمہ اہل بیت کو بدنام کرنے والے فتنہ پرور گروہ کا سرغنہ مغیرہ اور اس کا

دستِ راست بنان تھا۔ ان کی غلط بیانیوں اور بہتان طرازیوں سے خود آئمہ اہلبیت بھی سخت پریشان اور نالاں تھے اس لیے حضرت امام باقرؒ نے ان کے خلاف یہ اعلان عام فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ مغیرہ و بنان دونوں کے ساتھ وہی معاملہ کرے جس کے وہ اہل ہیں۔ اسلئے کہ ان دونوں مغیرہ اور بنان نے ہم اہل بیت پر جھوٹ تصنیف کر کے چسپاں کر دیئے ہیں۔ اور دروغ بنا بنا کر ہماری جانب منسوب کرتے ہیں۔" (حدیدی شیعی شرح نہج البلاغہ جلد ۴ صہ ۱۱۳)

امام موصوف کا یہ ارشاد شیعہ عالم ابوبکر الجوہری کی روایات میں بھی موجود ہے۔ جس کا ذکر ابن ابی الحدید شیعی نے اپنی شرح نہج البلاغہ میں کیا ہے۔

اعترافِ مخالفینؒ

اہل بیت کے مالی حقوق کی کما حقہٗ ادائیگی کو زعماً اہل بیت اور علماء اہل تشیع بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ابن ابی الحدید شیعی معتزلی تسلیم کرتا ہے کہ:۔

"فدک کی آمد کا غلہ لے کر حضرت ابوبکرؓ آلِ نبیؐ کو دیتے تھے جو ان کو کافی ہوتا تھا۔ اور باقی تقسیم کر دیتے تھے اور حضرت عمر بن الخطابؓ بھی اسی طرح کرتے تھے اور حضرت عثمان بن عفان بھی اسی طرح کرتے تھے، اور حضرت علی ابن ابی طالب بھی اسی طرح کرتے تھے"۔ (شرح نہج البلاغہ الحدیدی شیعی جلد ۴ صہ ۱۰۱ طبع بیروت)

ابن میثم بحرانی شیعی بھی یہی لکھتا ہے کہ:۔

"ابوبکر فدک کی آمدنی لے کر آلِ رسولؐ کی طرف بھیجتے تھے جس قدر ان کو کافی ہوتی تھی پھر ابوبکر کے بعد بھی خلفاءؓ نے اسی طرح عملدرآمد جاری رکھا۔" نہج البلاغہ جلد ۵ صہ ۱۰۷ طبع تہران)

یہی حقائق شیخ ابراہیم بن حاجی الحسین بن علی بن الغفار الدنبلی نے درۂ نجفیہ میں لکھے ہیں کہ عثمان بن حنیف عامر بصرہ نے جو خط حضرت علی المرتضیٰ کو لکھا۔ اس کی تشریح کے ضمن میں درج ہے کہ:۔

فدک کی آمدن ابو بکر آل رسولؐ کو بھیجا کرتے تھے جتنی مقدار ان کو کافی ہوتی تھی۔ پھر ابو بکرؓ کے بعد کے خلفاء نے اس کے موافق عمل درآمد جاری رکھا۔ (کتاب الدرۃ نجفیہ ص ۳۳۲ طبع قدیم ایرانی)

خوفِ حساب

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق اپنے عہد خلافت میں ایک دن گھوڑے پر سوار اسے دوڑاتے جا رہے تھے۔ حضرت علیؓ نے اس طرح برق رفتاری سے جانے کی وجہ پوچھی تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ:۔

"بیت المال کے اموال سے صدقہ کا ایک اونٹ فرار ہو گیا ہے اس کی تلاش کرنے جا رہا ہوں۔ (یہ سنکر) حضرت علی فرمانے لگے آپ نے اپنے بعد کے خلفاء اور قائمقام لوگوں کو مذلّت اور مشقت میں ڈال دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابوالحسن یہ چیز قابل ملامت نہیں ہے اس ذات کی قسم جس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت و نبوت عطا کی۔ اگر بکری کا ایک بچہ بھی فرات کے کنارے جا کر گم ہو جائے تو بروز قیامت اس کی بھی عمر سے باز پرس ہو گی۔" (البدایہ ابن کثیر جلد ۷ ص ۱۳۶)

اس روایت سے حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عمرؓ کی کمال ذمہ داری اور دیانت داری کے علاوہ یہ امر بھی بایۂ ثبوت کو خود بخود پہنچ جاتا ہے کہ جن کو اتنا خوف حسابِ آخرت ہو۔ وہ کبھی اور کسی قیمت پر دوسروں کے حقوق غصب نہیں کر سکتے۔

اجرائے حدود

شیعہ علماء اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ خلفائے ثلاثہ کے دور میں حدود اللہ جاری کرنے کا کام حضرت علی المرتضیٰ کے سپرد تھا۔ کتاب قرب الاسناد میں حضرت جعفر صادقؒ کی یہ روایت با سند درج ہے کہ:۔

"حضرت جعفر صادق اپنے آباؤ اجداد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر و عمرؓ و عثمانؓ حدیں جاری کرنے کے مقدمات حضرت علی المرتضیٰ کے سپرد کر دیتے تھے۔"

(قرب الاسناد عبداللہ بن جعفر الحمیری ص ۱۳۳۔ طبع تہران)

چنانچہ اس امر کی متعدد روایات بزبان حضرت امام جعفر صادق، محمد باقر وغیرہ رضی اللہ عنہم شیعہ کتب فروع کافی، شرح نہج البلاغہ حدیدی و مناقب ابن شہر آشوب وغیرہ میں موجود ہیں کہ حد یں جاری کرنے کا فریضہ حضرت علی المرتضیٰ سرانجام دیتے تھے۔ مزید برآں حضرت عثمان کے دور میں:

۱۔ ابوطالب کے بھائی حارث بن عبدالمطلب کے پڑپوتے عبداللہ بن حارث بن عبدالمطلب قرشی وہاشمی مکہ شریف پر حاکم اور روالی تھے۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ صد ۱۳۰)

۲۔ ابوطالب کے برادر حارث بن عبدالمطلب کے پوتے مغیرہ بن الحارث قرشی ہاشمی خلافت عثمانی میں قاضی اور جج تھے۔ (الاستیعاب ج ۳ ص ۳۶۶)

یہ حقائق اس بات کے شاہد عدل ہیں کہ خلفائے راشدین کے مابین کوئی رنجیدگی یا کشیدگی نہ تھی وہ حضرت علی المرتضیٰ کو اپنا دست و بازو سمجھتے تھے اسی لیے انہوں نے اہم ذمہ داریاں انہیں ہی سونپ رکھی تھیں۔

تقسیم کار

امیر المومنین حضرت عمر فاروق کے دور خلافت میں حکومت کے بے شمار انتظامی شعبے قائم ہوئے مثلاً شعبۂ تعلیم، شعبۂ افتاء و قضاء، شعبۂ دفاع، شعبۂ اموال وغیرہ۔ ان کی ذمہ داری کن کن بزرگوں پر عائد کی گئی۔ اس کی تفصیل خود حضرت عمر فاروق کے ایک خطبہ میں موجود ہے جو شام میں جابیہ کے مقام پر انہوں نے دیا۔ اس میں مذکور ہے کہ:

"جو شخص قرأتِ قرآنی کے متعلق دریافت کرنا چاہتا ہے وہ ابی بن کعب کے پاس جا کر دریافت کرے

جو حلال و حرام کے مسائل پوچھنا چاہتا ہے وہ معاذ بن جبل سے پوچھا کرے۔

جو میراث کے امور معلوم کرنا چاہے وہ زید بن ثابت سے رجوع کرے۔

جس کو مال کی ضرورت ہو۔ وہ میرے پاس آیا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اموال کے لیے خزانچی بنایا ہے۔ (کتاب الاموال عبید القاسم بن سلام ص ۲۲۳ - ۲۲۴)

امالی شیخ ابو جعفر الطوسی الشیعی کی رو سے بھی قضاۃ کا محکمہ حضرت علی المرتضیٰ کے سپرد تھا حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ:-

"عمر بن الخطاب نے خطبہ دے کر فرمایا کہ علی المرتضیٰ ہمارے بہترین قاضی ہیں اور ابی بن کعب ہمارے بہترین قاری ہیں۔" (امالی شیخ ابی جعفر الطوسی شیعی جلد اول صہ ۲۵۶ طبع جدید نجف اشرف)

جمادی الاخریٰ ۱۳ھ میں سے آٹھ دن باقی تھے کہ حضرت عمر خلیفہ مقرر ہوئے اور تب سے مدینہ طیبہ کا قاضی انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ کو اور ملک شام میں اپنا نائب ابو عبیدہ بن الجراح کو مقرر فرمایا (البدایہ ابن کثیر جلد ۷)

ان امور سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت فاروق اعظم اور علی المرتضیٰ میں قبل از دورِ خلافت اور بعد از دورِ خلافت کوئی عناد یا تضاد نہ تھا بلکہ ہم آہنگی اور یگانگت تھی۔

احساسِ ذمہ داری

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد جب ابو سفیان نے حضرت علی المرتضیٰ کو آمادۂ خلافت کرنا چاہا تو انہوں نے ابو سفیان کو فرمایا:-

"یہ ذمہ داری تو ایک گندہ پانی ہے وہ لقمہ ہے جس کے کھانے والے کو اچھو ہو جاتا ہے اور وقت سے پہلے خوشہ چینی کرنے والا ایسا ہے جیسے کوئی غیر کی زمین پر کاشت کرے۔

اگر اب خلافت کے بارے میں کچھ کہوں تو لوگ کہیں گے کہ یہ:

"امارت کی حرص ہے اور اگر خاموش رہوں تو ایسے لوگ بھی ہیں جو کہیں گے کہ مرنے سے اور جان دینے سے ڈرتا ہے۔"

(نہج البلاغہ صہ ۱۳۶)

حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا:-

"لوگ فتنوں کے دریا میں غرق ہو گئے ہیں سنتِ نبوی سے آنکھیں بند کر لی ہے اور بدعتوں کو اختیار کر لیا ہے اہل ایمان نے سکوت اختیار کر لیا ہے دروغ گو اور گمراہ بولنے لگے ہیں

فقیہہ ومفتی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت علیؓ امور خلافت میں سر انجام دیتے ہیں ان کے دستِ راست رہے مختلف وقتوں میں اور مختلف مواقع پر ان سے ہر نوع کا تعاون کرتے رہے ہیں۔

طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ:۔

"عبد الرحمٰن بن القاسم اپنے والد قاسم سے روایت کی ہے کہ ابو بکر صدیق کو جب صاحب الرائے اور صاحب فہم لوگوں کے مشورہ کی ضرورت پڑتی تو مہاجرین وانصار اور بالخصوص عمر بن الخطابؓ۔ عثمانؓ بن عفان۔ علیؓ ابن ابی طالب، عبد الرحمٰنؓ بن عوف۔ معاذؓ بن جبل۔ ابی بن کعبؓ اور زیدؓ بن ثابت کو بلاتے تھے۔ یہ تمام حضرات دور خلافت کے مفتیوں میں سے تھے فتویٰ حاصل کرنے کے لیے لوگ ان حضرات کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ابو بکر صدیق نے اپنے دور خلافت میں یہ طریقہ جاری رکھا۔ پھر عمر بن الخطاب خلیفہ بنائے گئے۔ وہ بھی مشوروں کی خاطر ان ہی بزرگوں کو مدعو کرتے تھے"۔ (طبقات ابن سعد جلد ۳ صہ ۱۰۹ طبع لیدن یورپ)

شیعی مورخین نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کے دور خلافت میں حضرت علی المرتضیٰ فقیہوں اور مفتیوں کے فرائض سر انجام دیتے تھے جیسا کہ شیعی تاریخ یعقوبی میں درج ہے:

"ابو بکرؓ کے دور خلافت میں مندرجہ ذیل حضرات سے فقہی مسائل دریافت کیے

جاتے تھے۔ (۱) علی بن ابی طالب، (۲) عمر بن الخطاب، (۳) معاذ بن جبل، (۴) اُبی بن کعب، (۵) زید بن ثابت، (۶) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم (تاریخ یعقوبی از احمد بن ابی یعقوب بن جعفر العباس شیعی جلد ۲ صد ۱۳۷، طبع جدید بیروت)

ان مسلمہ حقائق سے عیاں ہے کہ صدیقی اور فاروقی دور کی مجلس مشاورت کے علی المرتضیٰ بھی ایک معزز رکن تھے۔

رفیق و انیس خلافت صدیق اکبر کے دوران جب فتنہ مرتدین رونما ہوا تو مرتدین کی سرکوبی کی مہم میں حضرت علی المرتضیٰ حضرت ابوبکر صدیق کے معین و معاون رہے۔ نہج البلاغہ درہ نجفیہ وغیرہ شیعہ کتب میں حضرت علی المرتضیٰ کا یہ ارشاد موجود ہے کہ:۔

"رسول اللہ کے بعد مرتدین عرب کی سرکوبی کے بیے میں اٹھ کھڑا ہوا یہاں تک کہ یہ فتنے ختم ہو گئے اور دین اسلام آرام کرنے لگا۔

گویا دین فتنوں کی وجہ سے کمزور ہو کر متحرک و مضطرب ہو گیا تھا ہماری متحدہ مساعی کی بنا پر وہ اضطراب و پریشانی سے پرسکون ہو گیا اور اس نے استقرار پکڑا۔"

(نہج البلاغہ جلد ۲ صد ۱۱۹ طبع مصری)

یہ امر شیعہ عالم ملا فتح اللہ کاشانی کی شرح نہج البلاغہ میں بھی تحریر ہے

معین و معاون امور مملکت میں بھی حضرت علی المرتضیٰ خلیفہ اول حضرت صدیق کا جس طرح ہاتھ بٹاتے رہے۔ اس کی تفصیل بھی تاریخ طبری اور شرح نہج البلاغہ میں موجود ہے کہ جب تک ان کے دورِ خلافت میں مرتدین کا خطرہ رہا تو:

"ابوبکر الصدیق نے اہل مدینہ کو مسجد مدینہ میں جمع کر کے فرمایا کہ اے مسلمانو! علاقہ کے لوگ دین سے برگشتہ ہو رہے ہیں۔ ان کے وفد نے تم کو قلیل تصور کر رکھا ہے تم کو معلوم نہیں کہ وہ تمہارے پاس کسی وقت رات کو یا دن کو آ پہنچیں ان کی قریبی

جماعتیں تم سے ایک برید(۱۲-۱۴) میل کی مسافت پر موجود ہیں۔ راس خطرہ کے پیش نظر ابوبکر صدیق نے مدینہ کی گزرگاہوں اور راستوں کی نگرانی کے لیے لشکر اور جیش روانہ کئے اور ان حفاظتی دستوں پر علی ابن ابی طالب۔ زبیر بن عوام طلحہ اور عبداللہ بن مسعود کو نگران و محافظ مقرر فرمایا۔" شرح نہج البلاغہ حدیدی شیعی جلد ۴ صہ ۲۲۸ طبع تبریزی۔ وتاریخ ابن الجریر طبری جلد ۳ صہ ۲۲۳ طبع مصری)

مونس و ہمدرد

حضرت علی المرتضیٰ کو حضرت صدیق اکبر کتنے عزیز اور محبوب تھے۔ اس کا واقعہ ذیل سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

"حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میرے والد ابوبکر الصدیق مقام ذی القصد کی طرف اپنی سواری پر سوار ہو کر ننگی تلوار لے کر نکلے تو حضرت علی تشریف لائے اور اس سواری کی باگ تھام کر فرمانے لگے۔ اے رسول خدا کے خلیفہ! آپ کہاں تشریف لیے جاتے ہیں۔؟ اب میں آپ کو وہی بات کہتا ہوں جو احد کے روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فرمائی تھی۔ آپ اپنی تلوار نیام میں ڈالیے اور اپنی ذات کے متعلق ہمیں پریشان نہ کیجئے۔ پس اللہ کی قسم اگر ہم آپ کی ذات کے حق میں کوئی مصیبت پہنچائے گئے تو آپ کے بعد اسلام کا یہ نظام درست نہ رہ سکے گا۔ اس مخلصانہ مشورہ پر حضرت ابوبکر صدیق خود واپس تشریف لے گئے اور لشکر کو روانہ کر دیا۔" (ریاض النضرہ جلد ۱ صہ ۱۳۰ م البدایہ والنہایہ جلد ۶ صہ ۳۱۵ وغیرہ)

مشیر خلافت

حضرت صدیق اکبر حضرت علی المرتضیٰ کے مشوروں کو کتنی اہمیت دیتے تھے۔ اس پر واقعات ذیل شاہد عدل ہیں:

(۱)

حضرت صدیق اکبر نے غزوہ روم کے سلسلہ میں حسب عادت اپنی مجلس مشاورت کا اجلاس بلایا۔ جس میں حضرت علی المرتضیٰ حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت عبدالرحمٰن

بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید اور ابو عبیدہ وغیرہ شریک ہوئے۔ اور ہر ایک نے اپنی اپنی فہم و فراست کے مطابق خلیفہ اول کو مشورے دیئے مگر حضرت علی خاموش بیٹھے رہے تو خلیفہ اول نے ان سے فرمایا:۔

"اے ابوالحسن آپ کا کیا خیال ہے"؟

جس پر حضرت علی نے فرمایا کہ آپ بہ نفس نفیس لشکر کی معیت میں تشریف لے جائیں یا اس غزوہ میں صرف فوج روانہ کریں انشاءاللہ فتح آپ کی ہوگی "کنز العمال علی متقی ہندی ص۱۴۲-۱۴۳)

شیعی تاریخ یعقوبی میں اس مشورہ کا یوں تذکرہ موجود ہے:۔

"ابوبکر نے غزوہ روم کا قصد کیا۔ تو اصحاب رسول کی جماعت سے اس معاملہ میں مشورہ کیا۔ انہوں نے تقدیم و تاخیر ذکر کی۔ جس پر ابوبکر نے علی ابن ابی طالب سے رائے طلب کی۔ تو انہوں نے اس کام کے کرنے کا اشارہ فرمایا اور کہا کہ اگر آپ اس کام کو کریں گے تو فتح مندی پائیں گے۔ اس پر ابوبکر نے کہا کہ آپ نے بڑی خوبی کی خوشخبری دی" (تاریخ یعقوبی ص۱۳۲ طبع جدید بیروتی)

یہی واقعہ صاحب ناسخ التواریخ مرزا محمد تقی لسان الملک نے بھی اپنی جلد ۲ ص۱۵۸ پر نقل کیا ہے:۔

(۲)

حضرت علی المرتضیٰ ملکی اور شرعی معاملات میں بھی خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر کے شامل حال رہے اور صدیق اکبر ان کے صائب مشوروں کو عملی جامہ پہنانے رہے ہیں ابن السمان نے کتاب الموافقۃ میں لکھا ہے کہ:۔

"ابوبکر صدیق نے مرتدین کے قتال کے بارے میں دیگر صحابہ سے مشورہ کرنے کے بعد علی المرتضیٰ سے رائے لینے کے لیے سوال کیا کہ اے ابوالحسن آپ اس

کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ تو حضرت علی نے جواب دیا کہ مرتدین و مانعین زکوٰۃ سے جو کچھ نبی کریم وصول فرمایا کرتے تھے اس سے اگر آپ نے کچھ بھی چھوڑ دیا تو آپ نے پیغمبر خدا کے خلاف کر ڈالا۔ یہ سن کر حضرت صدیق اکبر نے کہا کہ آپ نے چونکہ یہ مشورہ دیا ہے تو اگر وہ ہم سے اونٹ کی ایک رسی بھی روک رکھیں گے تو میں ان سے ضرور قتال اور جنگ کروں گا۔" (ذخائر العقبیٰ صہ ۹۹ لمحب الطبری)

مندرجہ بالا حقائق بزبان حال شہادت دیتے ہیں کہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر نے حضرت علی کی کوئی حق تلفی نہ کی تھی۔ اگر دشمنان اسلام کی ہرزہ سرائیوں کی رو سے حضرت علی کا حق خلافت غصب کیا گیا تھا تو مرتدین کی بغاوت و سرکوبی کے وقت حضرت علی المرتضیٰ کے لیے بر سر اقتدار خلافت آنے کا سنہری موقعہ تھا۔ وہ مرتدین کے خلاف شمشیر بکف ہونے کی بجائے اپنے حق کے لیے زور آزمائی کر سکتے تھے۔ مگر انہوں نے ایسا نہ کر کے خلافت ابوبکر صدیق کی عملاً توثیق کر دی۔ مزید برآں اگر خلیفہ اول انہیں اپنا مخالف سمجھتے تو وہ ان کو مفتی کا اعزاز نہ بخشتے نہ حفاظتی امور میں انہیں نگران نہ بناتے۔ اور نہ جنگی معاملات میں ان کے مشورے قبول کرتے!

مندرجہ بالا شیعی اعترافات سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان بزرگان دین کے مابین گہری چھنتی تھی۔ اور بڑی بے تکلفی تھی جس کی تائید مندرجہ ذیل واقعہ سے ہوتی ہے۔

بے تکلفی

عقبہ کہتے ہیں کہ:۔

"عصر کی نماز پڑھ کر ہم مسجد نبوی سے نکلے انتقال نبوی کو چند ہی روز ہوئے تھے۔ علی المرتضیٰ اور ابوبکر صدیق ساتھ ساتھ چل رہے تھے جب ابوبکر صدیق حسن بن علی المرتضیٰ کے پاس سے گزرے تو وہ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ ابوبکر رضؓ نے حسنؓ بن علیؓ کو کندھے پر اٹھا لیا۔ اور کہنے لگے کہ یہ بیٹے تو نبیؐ کے ہم شکل ہیں علیؓ کے مشابہ نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت علی ہنس پڑے۔" (تاریخ یعقوبی جلد ثانی صہ ۱۱۷ طبع جدید بیروت و کنز العمال جلد

صد ۱۰۳ ۔ سد ۱۰۴)

وصال نبوی کے قریب کا یہ واقعہ ان تمام مناقشت و اختلافات کی تردید کر دیتا ہے جو فتنہ پرور لوگوں نے حضرت ابوبکر و حضرت علی کے مابین مشہور کر رکھے ہیں مسجد نبوی میں اکھٹے نماز پڑھنا اکھٹے باہر آنا بے تکلفانہ امام حسن کو کندھے پر اٹھانا اور مزاح لطیف کرنا ان کی باہمی دوست داری اور عقیدت و محبت کی نشانی ہے۔

تیمارداری حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت صدیق اکبر کے درمیان کتنی محبت اور یگانگت تھی؟ اس کا جواب حضرت امام باقر کی مندرجہ ذیل روایت سے ملتا ہے جس کا اہل تشیع کی کتابوں میں بھی ذکر موجود ہے۔ امام باقرؓ فرماتے ہیں:

"ہر سہ قبائل بنی تیم۔ بنی عدی، اور بنی ہاشم کے درمیان دور جاہلیت میں عداوت اور کینہ کی رہتی تھی۔ جب یہ قبائل اسلام لے آئے تو یہ لوگ ایک دوسرے کے دوست اور شفیق بن گئے۔ اللہ نے ان لوگوں کے سینوں کو کینوں سے پاک کر دیا۔ حتیٰ کہ جب کبھی ابوبکر الصدیق کو کوکھ میں درد ہوتا یا پہلو میں درد ہوتا۔ تو حضرت علی المرتضیٰ کوئی چیز گرم کر کے اپنے ہاتھوں سے ابوبکر صدیق کی تکمید اور ٹکور کرتے تھے۔" (ریاض النضرہ جلد اول اور درمنثور سیوطی جلد ۴ صد ۱۰۱)

موافقتِ عمل حضرت علی المرتضیٰ جب برسراقتدار آئے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمرؓ کی حسن کارکردگی۔ انتظامی صلاحیت اور پختگیِ معاملت سے اتنے متاثر تھے کہ ان کی تقلید میں انہوں نے اپنے دور خلافت میں حضرت عمرؓ کے انتظامی امور میں کوئی ردوبدل نہ کیا اور اپنا کاروبار خلافت فاروقی خلافت کے مطابق چلاتے رہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل روایات سے ظاہر ہے۔

(۱)

شریک نے زبید سے نقل کیا ہے کہ:

"حضرت علیؓ کی سیرت حضرت عمرؓ کے مشابہ تھی" (کتاب الخراج یحییٰ بن آدم صہ۲۴ طبع مصری)

(۲)

شعبی نے حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے کہ:

"حضرت علی جب کوفہ تشریف لائے تو فرمایا کہ جو گرہ عمرؓ نے لگادی ہے میں اس کو نہیں کھولوں گا۔ (یعنی ان کے نظام کار کو نہ بدلوں گا۔)"

(بحوالہ صدر و کتاب الاموال لابی عبید قاسم بن سلام صہ۲۳۲ طبع مصر)

(۳)

عبد خیر کہتا ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ:۔

"عمر بن الخطاب بہتر توفیق دیئے گئے تھے۔ امور خلافت میں درست فیصلہ کرنے والے اور صحیح معاملہ فہم تھے اللہ کی قسم جو کام عمرؓ نے کر دیئے ہیں ان کو میں نہیں بدلوں گا۔"

(تاریخ کبیر بخاری جلد ۲ صہ۱۴۴ طبع دکن)

اتباع عمر فاروقؓ

حضرت علی المرتضیٰ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق کی کارکردگی کو صحیح قابل عمل اور لائق تقلید سمجھتے تھے۔ دور فاروقی میں نجران کے عیسائیوں نے اپنے آپ کو بڑا مسلح کر رکھا تھا۔ گھوڑے وغیرہ جمع کر رکھے تھے۔ اور حضرت عمر کو اندیشہ تھا کہ کسی وقت یہ مسلمانوں کو نقصان یا تکلیف نہ پہنچائیں۔ کہ اسی دوران ان کی آپس میں ہی مخالفت ہو گئی۔ اس لیے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انتقال وطن کی درخواست گزاری۔ حضرت عمرؓ نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے انہیں "نجران یمن" سے "نجران عراق" میں منتقلی کا حکم دے دیا۔ اور وہ ترک وطن کر کے چلے گئے۔ بعدازاں جب انہیں ترک وطن پر ندامت ہوئی تو انہوں نے حضرت عمر سے اپنے سابقہ وطن واپس آنے کی درخواست کی جو

حضرت عمرؓ نے مسترد کر دی جب حضرت علی المرتضیٰ بر سر خلافت آئے تو عیسائی پھر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہمیں اپنے سابقہ وطن میں واپس آنے کی اجازت بخشی جائے تو حضرت علی المرتضیٰ نے انہیں جواباً فرمایا کہ :۔

"عمر بن الخطاب رشید الامر یعنی معاملہ فہم، صحیح فیصلہ کرنے والے اور درست رائے رکھنے والے تھے، میں ان کے خلاف کرنا پسند نہیں کرتا۔ میں ان جاری کردہ حکم کو تبدیل نہیں کروں گا۔" (کتاب الخراج امام یوسف المتوفی ۱۸۲ھ صہ ۹ طبع مصر)

۲۔ کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام المتوفی ۲۲۴ھ صہ ۹۸ طبع مصر)

۳۔ فتوح البلدان بلاذری المتوفی ۲۷۹ھ صہ ۷۳۔۷۴ طبع مصر)

تقلید عمر فاروقؓ

صاحب اخبار الطوال دنیوری شیعی لکھتا ہے کہ :۔ حضرت علیؓ ۱۲ رجب ۳۶ھ میں کوفہ تشریف لائے تو لوگوں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! آپ محل قصر شاہی میں قیام فرمائیں گے؟ فرمایا کہ مجھے وہاں قیام کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ عمر بن الخطاب (ایسے محلات میں قیام کو ناپسند کرتے تھے۔ اس سلسلے میں ایک عام چبوترہ پر اتروں گا۔ پھر آپ جامع مسجد تشریف لے گئے وہاں دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد اس چبوترہ پر تشریف فرما ہوئے۔" (الاخبار الطوال لابی حنیفہ احمد بن داؤد دینوری شیعی صہ ۱۵۲)

حضرت علی المرتضیٰ حضرت عمر فاروقؓ کے نقش قدم پر کیوں چلتے تھے؟ اس کا وہ خود یہ جواب دیتے ہیں کہ :۔

"ہم لوگ اپنی جگہ اس چیز میں کوئی شک محسوس نہیں کرتے تھے کہ عمر بن خطاب کی زبان پر قدرت کی طرف سے سکینہ نازل ہوتی ہے اور ان کے قلب پر غیب سے

تسلی الفا ہوتی ہے"

بہ روایت مشکوٰۃ المصابیح۔ المصنف حلیۃ الاولیاء، مجمع الزوائد الہیثمی، تاریخ الخلفاء، کنز العمال میں موجود ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ رحماء بینہم جلد ۲ صد ۶۸ تا صد ۸۰)

اسی سبب سے حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے فرزند محمد بن حنیفہ کو نصیحت فرمائی کہ:۔

"حضرت عمر کو کلمات خیر کے ساتھ یاد کیا کرو۔ ان کے حق میں کلمہ خیر کے بغیر کچھ نہ کہو"

(شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید شیعی جلد ۱ صد ۶۴۴ طبع بیروت)

شرکت جہاد

حضرت عثمان بن عفان کے دور خلافت میں دیگر صحابہ کرام کی طرح ہاشمی اکابر بھی ان کے ہر معاملہ میں معین و معاون رہے اور رفیق و دمساز رہے۔ ۲۶ھ میں عبداللہ بن ابی سرح کی زیر قیادت جو اسلامی جیش امیر المومنین حضرت عثمان نے صحابہ کرام کے مشورہ سے افریقہ کی طرف جہاد پر روانہ کیا اس میں عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاص، عبداللہ بن جعفر، حسن بن علی المرتضیٰ، حسین بن علی المرتضیٰ اور عبداللہ بن زبیر بھی شریک تھے۔" (تاریخ خلیفہ بن خیاط جلد ۱ صد ۱۳۴)

۳۰ھ میں کوفہ سے جہاد کے لیے جیش اسلام خراسان وغیرہ کی طرف روانہ ہوا جس کی قیادت سعید بن عاص اموی حاکم کوفہ نے کی جو حضرت عثمان کی طرف سے کوفہ میں تعینات تھے۔ اس لشکر میں جو اکابر اسلام شریک جہاد ہوئے۔ ان میں حضرت حسن بن علی المرتضیٰ، حضرت حسین بن علی المرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت حذیفہ بن الیمانؓ شریک تھے (البدایہ لابن کثیر جلد ۷ صد ۱۵۴ و تاریخ الامم والملوک جلد ۵ صد ۵۷)

۳۲ھ میں حضرت عثمان غنی کے دور خلافت میں جو اسلامی جیش جیلان و جرجان کی جانب بغرض جہاد گیا اس میں حضرت علی المرتضیٰ کے دست راست و معاون خاص اور ہمنوا حضرت سلمان فارسی بھی شامل تھے (تاریخ ابن جریر الطبری ج ۴ ص ۳۵)

۲۶ھ میں حضرت عثمان کے عہد خلافت میں جو جیش اسلام عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی سرکردگی میں بغرض جہاد افریقہ گیا۔ اس میں حضرت عباس بن عبدالمطلب کے فرزند معبد بن العباس شریک تھے جن کی کنیت ابوالعباس تھی۔

(فتوح البلدان بلاذری صہ ۲۲۴ طبع اول مصر)

ان مسلمہ شواہد سے ثابت ہے کہ حضرت عثمان کی خلافت کے دور میں ہاشمیوں، اور امویوں میں اتفاق واتحاد تھا وہ اسلام کی سربلندی کے لیے شانہ بشانہ جہاد کرتے تھے ان کے درمیان قبائلی تعصب و عصبیت کے اثرات موجود نہ تھے بلکہ مکمل یگانگت پائی جاتی تھی

عیب جوئی

حضرت علی المرتضیٰ نے دوسروں کے عیب بیان کرنے والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"جن لوگوں کا دامن خطاؤں سے پاک ہے۔ اور جو بفضل الٰہی گناہوں سے محفوظ ہیں انہیں چاہیئے کہ وہ گناہ گاروں اور خطاکاروں پر رحم کریں۔ اور اس بات کا شکر کریں کہ اللہ نے انہیں گناہوں سے بچائے رکھا۔ ان پر غالب رکھا اور دوسروں کے عیب اچھالنے سے باز رکھا چہ جائیکہ وہ عیب لگانے والا اپنے کسی بھائی کی پیٹھ پیچھے برائی کرے۔ اور اس کے عیب بیان کرکے طعن و تشنیع کرے۔

یہ خدا کی اس پردہ پوشی کو کیوں نہیں یاد کرتا۔ جو اس نے خود اس کے ایسے گناہوں پر کی ہے جو اس گناہ سے بھی جس کی وہ غیبت کر رہا ہے بڑے تھے اگر اس نے گناہِ کبیرہ نہیں بھی کیا تھا اور صرف صغیرہ کا مرتکب ہوا تھا تب بھی اس کا لوگوں کے عیوب بیان کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔"

(نہج البلاغہ صہ ۳۷۵۔ صہ ۳۷۶ مطبوعہ امامیہ کتب خانہ لاہور)

۹

مدح سرائیاں

فضائل صدیق اکبرؓ

خلفائے راشدین جب بھی ایک دوسرے کا ذکر خیر کرتے بڑے ادب و احترام سے کرتے اور ایسے الفاظ میں کرتے جن سے ان کی فضیلت و فضائل نمایاں ہو جاتے۔ اور جو محبت و مودت اور حسن کلام و حسن اعتراف کے مظہر ہوتے۔

حضرت علی المرتضیٰ اپنے دور خلافت میں جب بھی منبر پر سے خطاب فرمانے لگتے۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ کا ذکر خیر آتا۔ تو اس انداز سے ان کی تعریف و توصیف فرماتے کہ اسے کسی تہمت پر تقیہ پر محمول نہ کیا جا سکتا۔ حضرت صدیق اکبر کی فضیلت :-

"حضرت علی المرتضیٰ کوفہ میں اپنی خلافت کے دوران منبروں پر تواتر سے بیان فرماتے تھے" (ازالۃ الخفا جلد ا صہ ۱۷ و جلد ا صہ ۳۱۶)

اور اپنے خطبات میں حضرت صدیق اکبر کو ان الفاظ میں یاد فرماتے تھے :-

خیر ھٰذا الامۃ، افضل ھٰذہ الامۃ، خیر الناس۔ افضل الناس۔

اشجع الناس۔ (رحماء بینھم صہ ۳۴۳)

کہ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبرؓ کا یہ مقام رہا۔

حسن ستائش

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰؓ نے فرمایا :-

"آپ اس پہاڑ کی مانند تھے جس کو نہ آندھیاں ہلا سکتی تھیں اور نہ طوفان متزلزل

کرسکتا تھا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق جسمانی لحاظ سے کمزور تھے مگر خدا کے معاملہ میں انتہائی طاقتور تھے۔ منواضع اور خاکسار رہتے مگر خدا کی نظر میں عظیم المرتبت زمین میں جلیل القدر۔ اور مسلمانوں کی نگاہ میں بلند و بالا تھے۔ کوئی شخص آپ سے کوئی طمع نہ والبتہ کر سکتا تھا۔ نہ کوئی شخص آپ سے رواداری کی امید کر سکتا تھا۔ قوی آپ کی نگاہ میں ضعیف تھا تاوقتیکہ اس سے حق وصول نہ کر لیں ضعیف آپ کے نزدیک قوی تھا۔ تاوقتیکہ اس کا حق وصول نہ کر لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے اجر سے محروم نہ کرے۔ اور آپ کے بعد گمراہی سے محفوظ رکھے۔" (ابوبکر صد ۲۹۸، از عباس محمود العقاد)

خصوصیات عُمر فاروقؓ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تذکرہ حضرت علی المرتضیٰ ان الفاظ میں فرمانے تھے:۔

۱۔ رجل مُبارک: بابرکت انسان (تاریخ ابن جریر طبری کامل جلد ۵ صد ۵۶)

۲۔ نجیب اُمت یعنی شریف مخلص (مسند احمد سندات حضرت علیؓ جلد ا صد ۱۴۲)

۳۔ فاروق۔ یعنی حق و باطل میں امتیاز کرنے والا (ریاض النضرہ لمحب طبری جلد اول صد ۲۲۶)

۴۔ خلیل دصدیق۔ مخلص دناصح (المصنف لابن ابی شیبہ جلد چہارم صد ۱۹۰)

۵۔ القوی الامین (تاریخ الامم لابن جریر الطبری جلد ۵ صد ۱۸ طبع قدیم مصر)

۶۔ امام ہدایت: راشد۔ مرشد۔ مصلح۔ منجع۔ (طبقات ابن سعد جلد ۳ صد ۱۴۹)

یعنی حضرت علی المرتضیٰ کے نزدیک حضرت فاروقِ اعظمؓ

۱۔ گوناگوں فضائل و مناقب

۲۔ کئی عظمتوں۔

۳۔ بے حد تعریفوں۔

۴۔ لاتعداد فضیلتوں۔

۵۔ ان گنت خوبیوں اور بے شمار مدائح و محامد کے حامل تھے (رحماء بینھم صہ ۶۴ جلد ۲)

(۳)

اوصاف عثمان غنیؓ

حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے ارشادات خطبات میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر کرتے ہوئے ان کے لیے مندرجہ ذیل الفاظ استعمال فرمائے:۔

۱۔ مومن۔ صالح۔ متقی۔ محسن (الاستیعاب لابن عبدالبر جلد ۳ صہ ۴۲)

۲۔ ذوالنورین۔ (کنز العمال جلد ۶ صہ ۳۷۴)

۳۔ افضل تیسرے درجہ میں: پہلے درجہ میں صدیق اکبر۔ دوسرے درجہ میں عمر فاروق اور تیسرے درجہ میں عثمان غنی۔ (کتاب المصاحف صہ ۳۵-۳۶)

۴۔ خیرات و حسنات میں سبقت کرنے والا فیاض (انساب الاشراف بلاذری جلد ۵ صہ ۹)

۵۔ صلہ رحمی کرنے والا۔ زیادہ حیادار اور پاکیزہ (البدایہ جلد ۷ صہ ۱۹۴)

۶۔ اللہ سے بہت ڈرنے والے (البدایہ جلد ۷ صفحہ ۱۹۴)

فضیلت علی المرتضیٰؓ

حضرت علی المرتضیٰ کے مخلصانہ مشوروں سے حضرت صدیق اکبرؓ بہت متاثر ہوتے اور خوش ہو کر انہیں دعا دیتے احمد بن ابی یعقوب شیعی اپنی مشہور کتاب تاریخ یعقوبی میں لکھتے ہیں کہ:۔

" ابوبکرؓ نے غزوہ روم کا قصد کیا تو اصحاب رسول ﷺ کی جماعت سے اس معاملہ میں مشورہ طلب کیا انہوں نے اپنے اپنے خیال کے مطابق تقدم و تاخیر ذکر کی جس پر ابوبکرؓ نے علی ابن ابی طالب سے رائے طلب کی تو انہوں نے اس کام کے کرنے کا اشارہ فرمایا۔ اور کہا کہ اگر آپ اس کام کو کریں گے تو فتح مندی پائیں گے۔ ابوبکر نے کہا کہ آپ نے بڑی خیر و خوبی کی خوشخبری سنائی"۔ (تاریخ یعقوبی صہ ۱۳۲ طبع جدید بیروتی)

دوسری مشہور شیعہ کتاب ناسخ التواریخ میں مرزا محمد تقی لسان الملک نے یہ واقعہ تفصیل سے لکھا ہے کہ غزوہ روم و شام کی مشاورت کے موقعہ پر جب آپ کے دیگر مشیر اپنا مشورہ دے چکے تو:۔

"ابوبکر نے علی المرتضیٰ کی طرف رخ کیا اور کہا اے ابوالحسن! آپ اس کے حق میں کیا مشورہ دیتے ہیں؟ علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ آپ خود تشریف لے جائیں یا صرف لشکر ارسال کریں۔ فتح و نصرت آپ کی ہوگی! ابوبکر نے کہا اے ابوالحسن آپ کو اللہ تعالیٰ خوش خبری سنائے یہ بشارت آپ کہاں سے دے رہے ہیں؟ تو حضرت علی نے فرمایا کہ یہ فتح مندی کا ارشاد رسولِ خدا کی طرف سے مجھے موصول ہوا ہے۔ ابوبکر نے کہا آپ کے اس ارشاد نے مجھے شاد کر دیا ہے مسلمانو! علیؓ پیغمبرؐ کے علم کے وارث ہیں۔ جو اس بات میں شک کرے وہ کافر ہے۔" (ناسخ التواریخ جلد دوم صہ ۱۵۸ طبع قدیم تقطیع کلاں)

علی متقی ہندی نے کنز العمال میں متذکرہ بالا فرمان نبویؐ میں مزید یہ لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا:-

سبحان اللہ! کیا عمدہ فرمانِ نبویؐ ہے اے علی! آپ نے ہمیں خوش کیا اللہ تعالیٰ آپ کو خوش و خورسند فرمائے۔" (کنز العمال جلد سوم صہ ۱۴۳-صہ ۱۴۴)

وجوہِ فوقیت

امام مؤید باللہ یحییٰ بن حمزہ شیعی نے اپنی تالیف الطواف الحمامہ میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ سوید بن غفلہ نے حضرت علی المرتضیٰ سے کہا کہ ایک قوم ابوبکر و عمر کی تنقیص کر رہی تھی ان کا خیال ہے کہ جس چیز کا انہوں نے اعلان کر رکھا ہے۔ وہ بات آپ بھی سینہ میں چھپائے ہوئے ہیں یعنی آپ بھی دل میں ان کی تنقیص کرتے ہیں ورنہ وہ اس کی جرأت کیسے کر سکتے تھے۔ اس اتہام کی تردید کرتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے خطبہ میں فرمایا:-

"یہ دونوں (ابوبکر و عمر رض) نبی کریمؐ کی صحبت میں وفاداری کے ساتھ رہے خدا کے حکم کے موافق حکمرانی کرتے تھے۔ اور زجر و توبیخ کرتے تھے شرع کے مطابق خصومات کا فیصلہ کرتے اور سزا دیتے تھے حضور علیہ السلام ان کی رائے کے موافق کسی کی

رائے کو وزن نہیں دیتے تھے۔ اور نہ ان جیسا کسی کو دوست جانتے تھے اس لیے کہ دین کے معاملے میں ان کی پختہ عزمی تو نبی کریمؐ پر واضح تھی حضور علیہ السلام ان دونوں سے خوشنودی کی حالت میں رخصت ہوئے۔ اور تمام مسلمان ان سے راضی اور خوش تھے اپنے دستور اور سیرت میں یہ دونوں حضرات حضور علیہ السلام کی رائے سے بالکل منحرف نہیں ہوئے خواہ یہ معاملہ حضورؐ کی حیات میں ہوا یا بعد از وفات پیش آیا۔ اللہ ان دونوں پر رحم فرمائے۔" (الطواق الحامۃ فی مباحث الامامۃ و منقول از تحفہ اثنا عشریہ)

دریائے علم

حضرت علی المرتضیٰ کے چچا زاد بھائی عبداللہ بن عباسؓ بنی ہاشم میں بڑے صاحبِ علم و فضیلت گزرے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس کے اس صاحبزادہ کے حق میں زیادتی علم کی دعائیں فرمائیں جن کی بنا پر یہ بحر علم ہو گئے۔ حضرت علیؓ کے بعد بنی ہاشم میں ان کا بہت بڑا مقام ہے شیعہ کتب میں بھی ان کی اس فضیلت کا اعتراف کیا گیا ہے۔ کہ وہ حضرت علیؓ المرتضیٰ کے خاص حامی تھے۔ ایک بار انہوں نے ایک مخالف سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:-

"اے مخالف تیری ماں تجھے گم پائے اور واویلا کرے۔ حضرت علیؓ نے مجھے تعلیم دی۔ ان کا علم نبی علیہ السلام سے حاصل تھا اور نبی کو اللہ نے عرش کے اوپر سے تعلیم دی۔ پس نبی کا علم خدا کے علم سے ہے اور علی کا علم نبی کی طرف سے ہے اور میرا علم نبیؐ کے علم سے ماخوذ ہے۔" (امالی شیخ ابی جعفر طوسی شیعی جلد اصـ۱۱ مطبوعہ نجف اشرف عراق)

اسی لیے حضرت صدیقِ اکبر ان کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔ کہ:-

"میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ خانۂ نبوت سے کلام کرتے ہیں (یعنی آپ کا علم صحیح اور درست ہے۔" (طبقات ابن سعد جلد ۲ صـ۱۲۲)

حضرت ابن عباس حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں مفتی کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ ان کا معمول تھا کہ جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو پہلے کتاب اللہ سے اس کا حل تلاش

کرتے۔ اگر قرآن مجید سے اس کا حل نہ ملتا۔ تو سنت نبوی میں اس کا جواب ڈھونڈتے اگر وہاں بھی جواب نہ ملتا تو دیکھتے کہ ایسے معاملہ میں حضرت ابوبکر و عمر نے کیا فیصلہ فرمایا ہے تاکہ اس کے مطابق عملدرآمد کیا جائے۔

"اس کے بعد اگر اجتہاد کی ضرورت ہوتی تو اپنی رائے سے فیصلہ دیتے" (السنن الکبریٰ بیہقی جلد عاشر صہ ۱۱۵ طبع دکن)

اس لیے جب حضرت عمرؓ کو کسی اہم مسئلہ کے دریافت کرنے کی ضرورت پڑتی تو از راہ بے تکلفی حضرت ابن عباسؓ سے فرماتے:

"اے علم کے دریا میں غوطہ لگانے والے غوطہ لگائیے (یعنی گہری سوچ بچار سے جواب دیجئے" (کنز العمال جلد ۷ صہ ۵۳ طبع قدیم)

تقلید علی المرتضیٰؓ

حضرت امام حسن فرماتے ہیں کہ:۔

"جب سے حضرت علی المرتضیٰ کوفہ میں تشریف لائے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے کبھی عمر بن الخطاب کے کام میں مخالفت کی ہو یا ان کے کام میں تبدیلی کر دی ہو" (ریاض النضرہ لمحب الطبری جلد ۲ صہ ۸۵)

یعنی حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے دور خلافت میں حضرت عمر الخطاب کے دور خلافت کے جاری کردہ نظام حکومت میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہ کی بلکہ اسے بحال رکھا اور اسی کے مطابق عملدرآمد فرماتے رہے کیونکہ وہ انہیں برحق سمجھتے تھے۔

اعتراف علی المرتضیٰؓ

شیعہ مجتہدین و علماء اس امر پر متفق اللسان ہیں کہ:۔

"محمد بن حنیفہ اپنے زمانہ کے لوگوں میں علم و زہد و عبادت و شجاعت میں افضل تھے۔ سیدنا امام حسنؓ۔ امام حسینؓ کے بعد حضرت علیؓ کی اولاد میں انہی کا برتر مقام ہے۔" (عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب از شیعی عالم و مجتہد سید جمال الدین ابن عنبہ صہ ۳۵۲۔ فصل ثالث طبع نجف اشرف)

حضرت محمد بن حنیفہ فرماتے ہیں کہ :۔

"میں نے اپنے والد شریف علی المرتضیٰ سے عرض کیا کہ حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین امت کون شخص ہے؟ حضرت علی نے فرمایا کہ ابوبکر ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ان کے بعد کون بہتر ہے؟ فرمایا پھر عمر بن الخطاب سب سے بہتر ہیں (میں نے اس خیال سے کہ عثمان کا ذکر کریں گے کہا کہ پھر کون آپ سب سے بہتر ہیں؟ جواباً فرمایا کہ میں مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں" (کنز العمال جلد ۶ صد ۳۶۶-۳۶۷ و حلیۃ الاولیاء لنعیم اصفہانی جلد ۵ صد ۸۷)

تحسین ابن عباسؓ

مشہور شیعہ مورخ مرزا محمد تقی لسان الملک "ناسخ التواریخ" میں مشہور مورخ المسعودی شیعی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت فاروق مندرجہ ذیل جامع توصیف و تعریف کے حامل تھے۔ حضرت علیؓ کے چچازاد بھائی :۔

"عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ اللہ عمر بن الخطاب پر رحم فرمائے اللہ کی قسم! وہ اسلام کے ساتھ عہد و پیمان رکھنے والے تھے۔ یتیموں کے ماویٰ اور جائے پناہ تھے۔ احسان کرنے میں انتہا کو پہنچنے والے تھے۔ ایمان کے مرکز تھے ضعیفوں کو پناہ دینے والے تھے۔ راست کار و راست باز لوگوں کے لیے جائے پناہ تھے صبر کے ساتھ اور وہ خیر رکھتے ہوئے اللہ کے حقوق کو ادا کرنے کے لیے قائم رہے حتیٰ کہ انہوں نے دین کو واضح کر دیا اور شہروں کو فتح کر ڈالا اور خدا کے بندوں کو پناہ دی"۔ (مروج الذہب المسعودی جلد ۳ صد ۶ و ناسخ التواریخ از مرزا محمد تقی لسان الملک جلد ۵ صد ۱۴۴ طبع ایران)

مسند امام احمد میں حضرت ابن عباسؓ کا یہ مزید فرمان موجود ہے کہ میرے نزدیک :۔

"سب سے پسندیدہ عمر بن الخطابؓ ہیں"۔ (مسند امام احمد جلد ۱ صد ۱۸)

حضرت ابن عباسؓ کے بھائی فضل بن عباس حضور نبی اکرم سے ذکر فرماتے ہیں کہ :۔

"حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بعد حق عمرؓ کے ساتھ ہے۔ جہاں موجود ہو"
(تاریخ کبیر امام بخاریؒ)

حضرت عقیلؓ بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ:۔
"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن الخطاب کو فرمایا تیرا غضب دینی حمیت ہے اور تیرا رضامند ہونا پسندیدہ حکم ہے" (اخبار اصفہان اصفہانی جلد ۱ صـ ۹۷ طبع لیدن یورپ)

دعائے علی المرتضیٰؓ

نماز تراویح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رواج دیا جسے مخالفین بدعت قرار دیتے ہیں مگر حضرت عثمان اور حضرت علی اسے جزو دین قرار دیتے تھے اسی لیے انہوں نے اپنے اپنے دور خلافت میں نماز تراویح جاری رکھی اور اسے بدعت قرار دے کر منسوخ نہ کیا۔ حضرت عمر کی وفات کے بعد حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں ایک دفعہ حضرت علیؓ عشاء کے وقت مسجد پہنچے۔ دیکھا کہ روشنی کا انتظام ہے اور لوگ جمع ہو کر تراویح میں مشغول ہیں۔ قرآن مجید کی تلاوت ہو رہی ہے یہ عجیب منظر دیکھ کر حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو یا الفاظ ذیل دعا دی کہ:۔

"اللہ تعالیٰ عمر کی قبر کو روشن اور منور فرمائے جس طرح انہوں نے ہماری مساجد کو (قرآن کی رونق سے) روشن فرمایا" (شرح نہج البلاغہ لا ابن ابی حدید شیعی جلد ۱۲ صـ ۹۸ طبع قدیم ایران)

حضرت علی المرتضیٰ چونکہ اپنے پیشرو خلفاء راشدین کے کار خیر کو جزو دین سمجھتے تھے۔ بدعت قرار نہ دیتے تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنے دور خلافت بھی نماز تراویح کو جاری رکھا۔

> حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:۔
> "فکر ایک روشن آئینہ ہے عبرت اندوزی ایک خیر خواہ متنبہ کرنے والی چیز ہے۔ نفس کی اصلاح کے لیے یہی کافی ہے کہ جن چیزوں کو دوسروں کے لیے برا سمجھتے ہو ان سے بچ کر رہو" (نہج البلاغہ صـ ۹۲۳ مترجمہ مفتی جعفر حسین مطبوعہ لاہور)

حقیقت بیانیاں

مقام ابوبکرؓ و علیؓ | عند اللہ و عند الرسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر الصدیق، اور حضرت علی المرتضیٰ کا کیا مقام تھا؟ اس کا جواب خود حضرت علی المرتضیٰ کے اس ارشاد میں موجود ہے

"رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے میرے اور ابوبکر کے لیے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں میں سے ایک کے ساتھ جبرائیل اور دوسرے کے ساتھ میکائیل اور اسرافیل بہت بڑا فرشتہ جنگی مواقع میں پہنچتا ہے اور جنگی صفوں میں شامل رہتا ہے" (حلیۃ الاولیاء لابی اصفہانی جلد ۲ صہ ۲۲۴)

اگر حضرت صدیق اکبر ظالم، جابر اور غاصب ہوتے یا انہوں نے کسی کی حق تلفی کی ہوتی تو انہیں یہ غیبی امداد نہ پہنچتی۔ کیونکہ بروئے قرآن کریم اللہ تعالیٰ ظالموں کی مدد نہیں کرتا اور نہ انہیں وہ اعزاز بخشتا ہے۔ جو حضرت ابوبکر صدیق کو بخشا گیا۔

حضرت علی المرتضیٰ کا ارشاد ہے کہ:۔

"میں نے رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے سنا کہ وہ ابوبکر کو فرما رہے تھے کہ:

اے ابوبکر آدمؑ سے لے کر قیامت تک جو لوگ میرے ساتھ ایمان لائیں گے ان سب کا ثواب اللہ نے مجھ کو عطا کیا ہے اور میری بعثت سے لے کر قیامت تک جو لوگ ایمان لائیں گے ان سب کا ثواب اللہ نے تجھے فرما دیا ہے" (ریاض النضرۃ لمحب الطبری جلد ۱ صہ ۱۹۷)

اعتماد علی الصدّیقؓ

حضرت علی المرتضیٰ جناب ابوبکر الصدیق کی صداقت و امانت و دیانت پر کامل یقین و اعتماد رکھتے تھے اسی لیے

" حضرت علی المرتضیٰ کسی اہم مسئلہ میں دوسروں کی طرح حضرت ابوبکر الصدیق سے حلف لینے کی ضرورت نہ سمجھتے تھے۔ (اوہام الجمع والتفریق لابی بکر احمد بن علی جلد ثانی صہ ۱۱۲ - ۱۱۳، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن)

تصدیق "صدّیق"

خود حضرت علی المرتضیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ:۔

" ابوبکر وہ شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل اور رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی زبان پر ان کا نام "صدیق" رکھا ہے۔ وہ نماز میں رسولِ خدا کے خلیفہ و قائم مقام ٹھہرے۔ رسولِ خدا نے جب ان کو ہمارے دین کے لیے پسند کر لیا۔ تو ہم اپنے دنیاوی معاملات کے لیے بھی ان پر رضا مند ہو گئے" (اسد الغابہ لابن اثیر الجزری جلد ۳ صہ ۳۱۶ مطبوعہ ایران)

توثیق خلافتِ صدّیق

حضرت علی المرتضیٰ و زبیر کا یہ فرمان شیعی شرح نہج البلاغہ میں موجود ہے کہ:۔

" بالتحقیق ہم ابوبکر کو خلافت کے لیے سب لوگوں سے زیادہ مستحق سمجھتے ہیں ہم ان کی بزرگی اور شرافت کے معترف ہیں"۔ (شرح نہج البلاغہ جلد ا صہ ۱۵۴ اور جلد ۲ صہ ۱۰۸، طبع بیروت)

اعتراف افضلیت

شیخین کی فضیلت کے سلسلہ میں ایک سوال و جواب:۔

" ایک شخص نے خلیفۃ المسلمین حضرت علی شیر خدا سے ان کے عہد خلافت میں دریافت کیا کہ اے امیر المؤمنین! مہاجرین و انصار نے آپ پر ابوبکر کو کس طرح مقدم کر دیا حالانکہ منقبت میں آپ زیادہ فائق ہیں اور اسلام لانے اور صلح جوئی میں آپ پیش پیش رہے ہیں اور سبقت لے

جاننے والے اعمال میں آپ مقدم ہیں؟ تو حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا:۔

"اے بیچارے تم نہیں جانتے کہ مجھ سے ابوبکر کو چار چیزوں میں سبقت حاصل ہے

۱۔ نماز کی امامت میں اور قوم کی پیشوائی میں۔

۲۔ ہجرت کرنے میں۔

۳۔ غار کی رفاقت نبوی میں۔

۴۔ اسلام کے اظہار اور اس کی اشاعت میں۔

بیچارے تم نہیں جانتے کہ اللہ نے ابوبکر کی مدح کی ہے۔" (کنز العمال جلد سادس ص ۳۱۸ بحوالہ ابن عساکر وغیرہ)

اعتراف افضلیت

شیعی شارحین نہج البلاغہ نے اپنی کتابوں میں حضرت امیر معاویہؓ کے نام حضرت علی المرتضیٰ کا ایک خط نقل کیا ہے۔ اس میں حضرت علی المرتضیٰؓ لکھتے ہیں کہ:۔

" اسلام میں سب سے افضل جیسا کہ تم نے لکھا ہے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ سب سے زیادہ اخلاص رکھنے والے خلیفہ صدیقؓ تھے اور خلیفہ کے خلیفہ فاروقؓ تھے مجھے اپنی زندگی کی قسم! یقیناً اسلام میں ان دونوں کا مقام عظیم ہے۔ ان کو موت کی مصیبت پہنچ جانا اسلام کے لیے شدید زخم تھا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحم فرمائے اور ان دونوں کو ان کے بہترین اعمال کے موافق جزائے خیر عطا فرمائے۔" (شرح نہج البلاغہ لابن میثم البحرانی ص ۴۸۶ طبع قدیم ایران)

مقام ابوبکر و عمرؓ

الشیخ ابوبکر محمد بن احمد بن حماد الدولابی نے اپنی مشہور کتاب الکنیٰ میں حضرت علی المرتضیٰ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ:۔

"حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ اس امت میں سے اولین جنت میں داخل ہونے

والے ابوبکر و عمر ہیں۔ ایک شخص نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ سے قبل یہ حضرات جنت میں تشریف لے جائیں گے؟ تو جواباً فرمایا کہ اس ذات کی قسم! جس نے ایک ایک دانہ پیدا کیا، اور ہر ایک روح کو تخلیق کیا۔ یقیناً ابوبکرؓ و عمرؓ محمد سے قبل جنت میں داخل ہوں گے۔" (کتاب الکنیٰ والاسماء للشیخ الادلابی جلد ا صفحہ ۱۲)

(۲)

علی متقی ہندی نے کنز العمال میں اس ضمن میں بہت سے محدثین سے نقل کیا ہے کہ:

" ابو المعتمر کہتا ہے کہ ابوبکر و عمر کے متعلق حضرت علی المرتضیٰ سے سوال کیا گیا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ دونوں بزرگ ان ستر آدمیوں کے وفد میں شامل ہیں جو قیامت کے روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر اللہ کے حضور میں پہنچیگا۔ ان دونوں حضرات کو عالم ارواح میں حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اللہ سے طلب کیا تھا لیکن یہ نبی کریمؐ کو عطا کئے گئے۔ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۶۶ ۔ طبع اول)

(۳)

مسنداتِ علی میں حضرت علی المرتضیٰ کا یہ ارشاد گرامی درج ہے کہ:۔

"حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح جنت میں جوانانِ جنت کے سردار امام حسن اور امام حسین ہوں گے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے ماسوا پختہ عمر یا عمر رسیدہ لوگوں کے سردار جنت میں حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق ہوں گے" (مسند امام احمد مسنداتِ علی)

اعزاز ابوبکر و عمر فاروق

حضرت علی بن الحسین (امام زین العابدینؒ) اور ان کے صاحبزادے امام زیدؒ بھی حضرت عمر فاروق کی تعریف و توصیف کیا کرتے تھے مسندِ امام احمد میں مروی ہے کہ:

"ایک شخص نے زین العابدین (علی بن الحسینؓ) کے پاس حاضر ہو کر کہا کہ ابوبکر و عمر

کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا قرب حاصل تھا؟ تو زین العابدین نے فرمایا کہ جو نزدیکی اور قرب ان کی قبروں کو حاصل ہے بحالت حیات بھی ان کو یہی قرب نصیب تھا (تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی جلد ۲ صہ ۳۰۶، و مسند امام احمد جلد ۴ صہ ۷۷)

(۲)

"ایک شخص نے امام جعفر صادق سے ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق سوال کیا۔ تو امام موصوف نے جواباً فرمایا کہ یہ دونوں بزرگ (تمام اہل اسلام) کے امام تھے۔ عدل و انصاف کرنے والے تھے حق بات پر قائم رہے حق پر ہی ان کا خاتمہ ہوا قیامت میں اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے۔" (کتاب "احقاق حق" قاضی نور اللہ شاستری شیعی جلد ۱ صہ ۱۶ طبع مصر قدیم و جلد اول صہ ۷ طبع جدید طہرانی و تعلیقات نجفی)

اعتراف علی المرتضیٰ

حضرت عمر فاروق پر قاتلانہ حملہ کے بعد جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ ان کی طبع پرسی کے لیے پہنچے تو حضرت علی المرتضیٰ پہلے سے وہاں موجود تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے ازراہِ تسلی حضرت عمر فاروق سے فرمایا:-

آپ کو خوشخبری ہو۔ اللہ کی قسم!

۱۔ آپ کا اسلام لانا (مسلمانوں کے لیے) باعث عزت ہوا۔

۲۔ آپ کا ہجرت کرنا وجہ کشائش ہوا۔

۳۔ آپ کی خلافت سراسر عدل تھی۔

۴۔ آپ رسول اللہ کے اصحاب اور ہم نشیں تھے۔

۵۔ نبی کریمؐ نے آپ سے رضامندی کی حالت میں انتقال فرمایا۔

۶۔ پھر آپ ابوبکر صدیق کے ہم نشین تھے وہ بھی رضامند ہو کر آپ سے رخصت ہوئے

۷۔ آپ کی خلافت پر دو شخصوں نے بھی اختلاف نہیں کیا۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابن عباس! تو اس چیز کی گواہی دیتا ہے؟ تو ابن عباس ابھی سنا ہی رہے تھے کہ حضرت علی المرتضیٰ نے جو پاس بیٹھے تھے فرمایا ہاں ہم اس بات کے گواہ ہیں۔ (آپ تردد نہ فرمائیں) (شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی جلد ۳ صد ۲۱۵ وصفحہ ۲۱۶ طبع بیروت)

حضرت ابن عباس کے اس حقیقت افروز بیان اور حضرت علی المرتضیٰ کی تائید و توثیق سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے خلافت فاروق متفق علیہ تھی کسی کو اس سے اختلاف نہ تھا جس کے خود اہل بیت شاہد عدل تھے۔

رشک علی المرتضیٰؓ

حضرت عمر فاروق کی زندگی اتنی لائق تقلید تھی کہ حضرت علی المرتضیٰ اس پر رشک کرتے تھے، امام محمد بن حسن کتاب الآثار میں لکھتے ہیں کہ

"امام ابو حنیفہؒ نے امام محمد باقرؒ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ حضرت علی المرتضیٰ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نعش پر حاضر ہوئے۔ تو فرمایا کہ میرے نزدیک اس کفن پوش سے بہترین کوئی شخص نہیں (میں چاہتا ہوں کہ) جب میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں حاضر ہوں تو میرا بھی اعمال نامہ ایسا ہو جیسا کہ اس کا اعمال نامہ ہے۔" (کتاب الآثار امام محمد باقر صد ۱۴۶)

یہی روایت امام محمد باقر کی زبانی جامع مسانید الامام اعظم للقاضی الخوارزمی جلد ۱ صد ۲۰۴ اور مسند امام احمد جلد ۱ صد ۱۰۹ (تحت مسندات علی میں درج ہیں۔ طبقات ابن سعد میں امام باقر کی روایت ان الفاظ میں نقل کی گئی ہے:-

"جب حضرت عمر کو غسل دیا گیا اور چارپائی پر رکھ کر سامنے لایا گیا تو حضرت علی المرتضیٰ تشریف لائے حضرت عمر کے جنازہ پر کھڑے ہو گئے اور ان کی تعریف و توصیف فرمانے لگے اس دوران انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ کی قسم! روئے زمین پہ کوئی شخص مجھے اس کفن پوش سے زیادہ محبوب و پسندیدہ نہیں ہے (میری خواہش

ہے کہ میں اس کے اعمال نامے جیسا اعمال نامہ لے کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں ملاقات کروں"۔ (طبقات ابن سعد جلد ۳ صہ ۲۴۹ وصہ ۲۷۰ طبع لبنان یورپ)

یہی روایت بزبان حضرت امام باقرؒ، امام جعفرؒ اور جابر بن عبداللہؓ شیعہ کتب

۱۔ کتاب الاخبار الشیخ الصدوق صہ ۷۱ طبع قدیم ایران۔

۲۔ کتاب الشافی صہ ۱۷۰ وصہ ۱۷۱ میں بھی موجود ہے۔

تمنائے علی المرتضیٰ

حضرت جعفر صادق اپنے والد محترم امام باقر سے روایت کرتے ہیں کہ:۔

"منبر نبوی اور قبر شریف کے درمیان بدری صحابہ کرام تشریف رکھا کرتے تھے عمر بن الخطاب پر جب قاتلانہ حملہ ہوا تو انہوں نے ان حضرات کی طرف آدمی بھیج کر کہلا بھیجا کہ تمہیں قسم دے کر عمر بن الخطاب دریافت کرتے ہیں کہ تم ایسے واقعہ پر رضامند ہو؟ یا یہ تمہاری رضامندی سے ہوا ہے؟ تو وہاں پر موجود تمام صحابہ کرام پر گریہ طاری ہو گیا۔ حضرت علی اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے ہرگز نہیں! ہم تو ان حضرت عمر کو دوست رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہماری زندگیوں میں سے عمر بن الخطاب کو زندگی دے دی جائے اور ان کی عمر دراز ہو۔" (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی جلد ۳ صہ ۱۹۵، تذکرہ امام جعفر صادق طبع مصر)

(۱)

بہترین ہستیاں

حضرت امام حسنؓ، امام حسینؓ کے بعد حضرت علیؓ کی تمام اولاد سے افضل و بزرگ ترین پسر محمد بن حنیفہ تھے انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت علی المرتضیٰ سے دریافت فرمایا کہ:۔

"رسول خدا کے بعد تمام لوگوں میں سے بہترین شخص کون ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکرؓ سب سے بہترین ہیں اور پھر عمرؓ" (الاعتقاد علی مذہب السلف بیہقی

صد ۱۹۱ بطبع مصر)

(۲)

حضرت علی المرتضیٰ پر اکثر یہ سوال ہوتا رہتا تھا کہ شرفِ فضیلت کسے حاصل ہے ؟

ایک مرتبہ وہب الخیر ابوجحیفہ نے حضرت علی المرتضیٰ کو یہ الفاظ ذیل خطاب کیا کہ :-

"اے نبیؐ کے بعد تمام لوگوں میں بہترین ہستی! تو حضرت علی نے اس نظریہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ٹھہر جا اے ابوجحیفہ! خبردار!! حضور علیہ الصلوٰۃ کے بعد ابوبکر و عمر تمام لوگوں سے بہترین ہستیاں ہیں۔ اور کسی مومن کے قلب میں میری محبت اور ابوبکر و عمرؓ کے ساتھ بغض و عداوت جمع نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح کسی مسلمان کے دل میں میرے ساتھ بغض و عداوت اور ابوبکر و عمر کی محبت یکجا جمع نہیں ہو سکتی:"

(کنز العمال جلد ۶ صد ۳۶۹)

مقامِ عثمانؓ

نزال بن سبرۃ کہتے ہیں کہ :-

"ایک دفعہ ہم نے حضرت علی المرتضیٰ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ عثمان بن عفان کے مقام کے متعلق بیان فرمائیں تو آپ نے فرمایا کہ عثمانؓ وہ شخص ہیں کہ جن کو "ملاءِ اعلیٰ" (آسمانوں کے فرشتوں کی جماعت) میں ذی النورین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے حضور علیہ السلام کے داماد ہیں۔ نبی کریمؐ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں۔ (الاصابہ و استیعاب جلد ۲ صد ۴۵۵، و کنز العمال جلد ۶ صد ۳۷۳، تاریخ الخلفاء سیوطی صد ۱۰۵)

(۲)

حضرت علیؓ نے ایک شخص کے استفسار کے جواب میں فرمایا :-

"جس شخص نے حضرت عثمان کے دین سے تبری و بیزاری اختیار کی یقیناً وہ دین اسلام سے بری ہو گیا" (الاستیعاب معہ اصابہ جلد ۳ صد ۷۶)

(۳)

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ:۔

"اللہ کی قسم! میں اسی نقش قدم پر چل رہا ہوں جس پر عثمان آرہے ہے تھے اللہ کے دین کے معاملہ میں انہیں زخیرات و حسنات میں سبقتیں حاصل ہیں جن کے بعد اللہ تعالےٰ ان کو کبھی بھی عذاب نہ دے گا" (انساب الاشراف بلاذری جلد ۵ صلا طبع یروشلم)

(۴)

عبد خیر کہتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی نے خطبہ دے کر فرمایا کہ

"نبیؐ اقدس کے بعد تمام لوگوں سے افضل ابوبکر ہیں اور ان کے بعد افضل عمرؓ بن الخطاب ہیں اگر میں تیسرے شخص کا ذکر کروں تو کر سکتا ہوں"

جب تیسرے آدمی کے متعلق عبد خیر کی دریافت پر حضرت امام حسین نے اپنے والد ماجد سے سوال کیا تو حضرت علی نے فرمایا کہ:

"یہ تیسرا وہ شخص عثمان ہے کہ جس کو لوگوں نے ذبح کر ڈالا۔ جیسے گائے ذبح کی جاتی ہے"

(الکتاب المصاحف صلا ۳۵-۳۶) طبع مصر)

اعتراف ابن عباسؓ

سیدنا حسن بن علی ابی طالب کی مندرجہ ذیل روایت شیخ صدوق شیعی کی کتاب معانی الاخبار میں موجود ہے کہ:۔

"حضرت حسن فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر میرے گوش کی طرح ہیں عمر بمنزلہ میری چشم ہے اور عثمان میرے دل کا قائم مقام ہے"

(کتاب معانی الاخبار الشیخ صدوق طبع ایران طبع قدیم صلا)

حضرت عبد اللہ بن عباس بنی ہاشم کے کبار علماء میں سے ہیں جن کی ساری زندگی حضرت علیؓ کی نصرت و حمایت میں گزری جن کے متعلق شیعہ حضرات کی معتبر و مستند کتاب کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ:۔

ابن عباس کا علم حضرت علی سے آیا ہے۔ اور حضرت علی کا علم نبی کریم علیہ السلام کے علم سے حاصل ہوا۔ اور نبی کریم کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے" (کشف الغمہ جلد ا صد ۷۰۵ طبع جدید طہران)

حضرت ابن عباس ایک مرتبہ امیر معاویہؓ کی خدمت میں تشریف لے گئے شرفا قریش اور بھی وہاں موجود تھے امیر معاویہ نے چند دیگر چیزوں کے علاوہ حضرت عثمان کے متعلق بھی ابن عباس سے دریافت کیا تو ابن عباس نے جواب دیا کہ عثمان پر اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے وہ :

۱۔ وہ اپنے خدام اور غلاموں پر مہربانی کرنے والے تھے۔

۲۔ نیکی کرنے والوں میں سے افضل تھے۔

۳۔ شب خیز و شب زندہ دار تھے۔

۴۔ دوزخ کے ذکر پر نہایت گریہ کرنے والے تھے۔

۵۔ عزت و وقار کے امور میں اٹھ کھڑے ہونے والے تھے۔

۶۔ بخشش و عطاء میں سبقت کرنے والے تھے۔

۷۔ حیادار تھے۔

۸۔ برائی سے انکار کرنے والے تھے۔

۹۔ وفادار تھے۔

۱۰۔ اسلامی لشکر کی تنگی کے مواقع پر امداد کرنے والے تھے۔

۱۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے۔

۱۲۔ جو شخص عثمان پر لعن طعن کرے اس پر اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تک لعنت جاری رکھے۔ (تاریخ مسعودی شیعی جلد الثالث جلد ۳ صد ۶ طبع جدید مصری)

واضح رہے کہ شیعی کتاب تنقیح المقال فی احوال الرجال شیخ عبداللہ الاحقانی اور تحفۃ الاحباب الشیخ عباس قمی میں تسلیم ہے کہ مسعودی امامیہ کے بہت بڑے بزرگوں میں سے ہیں۔

حُسنِ ادب واحترام حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان بن عفان کے دل میں اکابر بنی ہاشم کا بہت بڑا احترام تھا۔ البدایہ۔ الاستیعاب اور تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ:

"سیدنا عمر فاروق و سیدنا عثمان ذوالنورین جب سوار ہونے کی حالت میں حضرت عباسؓ (عم محترم حضرت علی المرتضیٰ) کے پاس سے گزرتے تو سواری سے اتر جاتے اور پاپیادہ چلنے لگتے یہ حضرت عباس کے احترام کے پیش نظر کرتے تھے۔

اقدام عثمان غنیؓ ایک مرتبہ حضرت عباسؓ کے حق میں ایک شخص نے تحقیر آمیز کلمات استعمال کئے اس پر حضرت عثمان نے اُسے زدو کوب کیا لوگوں نے حضرت عباس سے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا تو حضرت عثمان نے فرمایا کہ:۔

"نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے چچا عباس کی تعظیم کریں اور میں ان کے استخفاف و استحقار کی رخصت دے دوں، جو شخص ایسے فعل پر راضی ہو اور اس کو پسند کرے اس نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر دی۔" (تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۳۶)

مقام علی المرتضیٰؓ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے سامنے ایک شخص حضرت علی کی تنقیص کرنے لگا تو حضرت عمر نے اسے یوں ڈانٹ پلائی کہ:۔

"تو صاحب قبر یعنی نبی کریم بن عبداللہ بن عبدالمطلب کو جانتا ہے؟ علی ابن ابی طالب بھی عبدالمطلب کے پوتے ہیں پس علی ابن ابی طالب کو کلمات خیر کے بغیر مت یاد کرنا۔ اگر تو نے علی کو اذیت یا تکلیف پہنچائی تو گویا تو نے حضور علیہ السلام کو قبر میں ایذا پہنچائی۔" (امالی شیخ ابی جعفر شیخ الطائفہ الطوسی شیعی جلد ۲ ص ۴۶)

(۲)

ایک مرتبہ نافع بن الازرق نے عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ:۔

"میں علی ابن ابی طالب کو مبغوض و ناپسند جانتا ہوں، یہ سن کر ابن عمرؓ نے اسے خطاب کر کے

فرمانے لگے اللہ تجھے ناپسند کرے۔ الا مبغوض رکھے۔ تو ایسے شخص کے ساتھ بغض رکھتا ہے۔ جس کی ایک نیکی جو ابتداء اسلام میں صادر ہوئی تھی وہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔" (المصنف لابن ابی شیبہ جلد ۴ صد ۲۰۳)

(۳)

ایک موقع پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

"جس کا میں دوست ہوں علی المرتضیٰ بھی اس کے دوست ہیں۔ یہ فرمان نبوی سن کر حضرت عمرؓ نے حضرت علی المرتضیٰ سے کہا شادباش۔ خوش رہیئے آپ ہمارے اور ہر مسلمان کے محبوب ٹھہرے۔" (امالی الشیخ الصدوق شیعی صد ۳ طبع قدیم ایران)

مرتبۂ علیؓ عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ سے حضرت علی کے مقام ومنزلت کے متعلق سوال کیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"یہ حضور نبی علیہ السلام کا گھر ہے یہ ساتھ حضرت علی کا گھر ہے اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (ابوبکر) کا گھر ہے قرب مکانی سے قرب مقام ومرتبہ معلوم کیا جا سکتا ہے" (مناقب ابن شہر آشوب جزدوم صد ۱۵۴) گویا ؏

کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

تمنائے عمر فاروقؓ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا:۔

"جس قوم میں ابوالحسن (علی المرتضیٰ) موجود نہ ہوں میں اس میں زندہ نہ ہوں" (امالی شیخ ابی جعفر الطوسی الشیع جلد ۲ صد ۹۲)۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا

"اے علی! آپ کے بعد اللہ تعالیٰ مجھے باقی نہ رکھے۔ (مناقب ابن شہر آشوب شیعہ جلد ۳ صد ۲)

بعض اوقات حضرت عمرؓ نے حضرت علی المرتضیٰ کی یہاں تک فضیلت بیان فرمائی کہ

"اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا" (الاستیعاب جلد۳ صد۳۹)

تمنّائے علی المرتضیٰ

تاریخ یعقوب شیعی میں لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ نے ایک موقعہ پر حضرت فاروق کو ناصحانہ انداز میں فرمایا:۔

۱۔ قریب وبعید سب لوگوں پر اللہ کے حدود وقوانین جاری کیجیے۔

۲۔ کتاب اللہ کے موافق رضامندی اور ناراضگی دونوں میں یکساں حکم لگائیے۔

۳۔ سیاہ وسفید ہر قسم کے لوگوں میں حق وانصاف کے ساتھ تقسیم کیجیے!!!

یہ ناصحانہ کلمات سن کر حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ:

"مجھے اپنی زندگی کی قسم! آپ نے مختصر کلام کی۔ مگر ابلاغ وتبلیغ کا حق ادا کردیا۔"

۱۔ (تاریخ یعقوبی شیعی جلد۲ صد۲۰۸)

۲۔ (تہذیب الاحکام الشیخ الطوسی الشیعی جلد۲ صد۷۱)

۳۔ (المناقب لابن شہر آشوب الشیعی جلد۲ صد۲۰۱)

حُسنِ یگانگت

شیخین کے دورِ خلافت میں حضرت علی المرتضیٰ قاضی ومفتی رہے اور خلیفۃ المسلمین قاضی القضاۃ کے فرائض سرانجام دیتے رہے اس ضمن میں بھی وہ بشرطِ ضرورت حضرت علی المرتضیٰ سے بھی صلاح ومشورہ کرتے تھے اور اکثر وبیشتر حضرت علی المرتضیٰ کی رائے کو ترجیح دیتے تھے۔ جس کی تائید اہل تشیع کی کتابوں سے ہوتی ہے۔ مثلاً امام جعفر صادق کی روایت ہے کہ:۔

"عمر بن الخطاب کے زمانہ میں ایک مرد نے دوسرے مرد سے بدفعلی کی ایک فرار ہوگیا اور دوسرا پکڑا گیا اور حضرت عمر کے سامنے لایا گیا۔ عمر بن الخطاب نے حاضرہ لوگوں سے اس کی رائے دریافت کی ہر ایک جب اپنی اپنی رائے دے چکے تو عمر بن الخطاب نے علی ابن ابی طالب سے دریافت کیا کہ اے ابوالحسن آپ کی کیا رائے ہے۔ علی المرتضیٰ نے کہا کہ اس کی گردن اڑادیں۔ گردن ماردی گئی لاش

اٹھانے لگے تو علی المرتضیٰ نے کہا کہ ٹھہر یئے ابھی کچھ سزا باقی ہے عمر بن الخطاب نے دریافت کیا کہ وہ کیا ہے؟ علی ابن ابی طالب نے کہا کہ اس کو جلانے کے لیے لکڑی منگائیے پھر حکم دیا کہ اس کو جلا دو بچنانچہ وہ جلا دیا گیا''

(الفروع من الکافی جلد ۳ صـ۱۰۹ محمد بن یعقوب کلینی رازی شیعی۔ (۲) الاستبصار الشیخ ابی جعفر الطوسی شیعی)

اسی طرح حضرت عمرؓ نے حضرت علی المرتضیٰ کے مشورہ پہ

۱۔ شراب پینے کی سزا اسّی درے مقرر فرمائی (المصنف العبد الرزاق جلد ۷ صـ۳۷۸ طبع بیروت)

۲۔ تیسری بار چوری کرنے والے کی سزا عمر قید مقرر فرمائی (سنن البہقی جلد ۸ صـ۲۷۵)

۳۔ سن ہجری سے اسلامی تاریخ (کلینڈر) مقرر فرمایا۔ (البدایہ لابن کثیر جلد ۷ صـ۷۴ طبع مصر)

بارِ خلافت

شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد جب حضرت علی المرتضیٰ کے ہاتھ پر بیعت کا ارادہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ:۔

''مجھے چھوڑ دو اور (اس خلافت کے لیے) میرے علاوہ کوئی اور ڈھونڈ لو۔ ہمارے سامنے ایک ایسا معاملہ ہے۔ جس کے کئی رخ اور کئی رنگ ہیں جسے نہ دل برداشت کر سکتے ہیں نہ عقلیں اسے مان سکتی ہیں۔! اگر میں تمہاری اس خواہش کو مان لوں تو تمہیں اس راستہ پہ لے چلوں گا جو میرے علم میں ہے۔ اور اس کے متعلق کسی بات اور کسی ملامت کرنے والے کی سرزنش پر کان نہیں دھروں گا۔ اگر تم میرا پیچھا چھوڑ دو تو پھر جیسے تم ہو ویسا میں ہوں اور ہو سکتا ہے کہ جسے تم اپنا امیر بناؤ میں اس کی تم سے زیادہ سنوں اور مانوں۔ میرا امیر ہونے سے وزیر ہونا زیادہ بہتر ہے۔''

(خطبہ نمبر ۹۱ نہج البلاغہ مترجمہ مولانا مفتی جعفر حسین صـ۲۷۷ مطبوعہ امامیہ کتب خانہ لاہور)

(۱۱)

کرم فرمائیاں

صدیقی عطیہ یہ ایک مسلم امر ہے کہ خلفائے راشدین کے دور خلافت میں اہل بیت کو ان کے مالی حقوق برابر ملتے رہے اور خود علی المرتضیٰ کے ہاتھوں ادا ہوتے رہے یہاں تک کہ حضرت عمر کے عہد خلافت میں انہیں اتنا مال ملتا رہا جو ان کی ضرورت سے زائد ہوتا۔ اس لیے وہ محتاجوں میں تقسیم کرنے کے لیے بیت المال میں جمع کرا دیا جاتا۔ اس حق ادائی کے علاوہ بھی وقتاً فوقتاً حسب وسعت شیخین کا دست کرم و سخا اہل بیت کی طرف بڑھتا رہا کنز العمال میں مصنف عبد الرزاق کے حوالے سے تحریر ہے کہ:۔

"ابو جعفر کی ایک روایت ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے حضرت علی المرتضیٰ کو ایک لونڈی عطا کی۔ لونڈی کا عطیہ حضرت فاطمۃ الزہرا کو ناگوار گزرا۔ ام ایمن فاطمہ کے پاس آئیں تو حضرت فاطمہ کو ناخوشگوار حالت میں پایا ام ایمن کی دریافت پر حضرت فاطمہ رض نے بتلایا کہ ابو الحسن رض علی المرتضیٰ کو ایک لونڈی (خادمہ) ملی ہے اس اظہار ناراضی کا واقعہ ام ایمن نے حضرت علی کے کان تک پہنچا دیا جس پر حضرت علی رض نے فرمایا کہ یہ لونڈی ہم نے فاطمہ کے لئے دیدی" (المصنف العبد الرزاق صد ۲-۲۰ صد ۲۰۳ مطبع بیروت و کنز العمال جلد سابع صد ۱۱۲ طبع قدیم)

(۲)

دوسرا عطیہ حضرت صدیق اکبر کی طرف سے خالد بن ولید کو قبائل بنی تغلب کی سرکشی

کے لیے بھیجا گیا۔ وہاں سے جو غنائم آئے ان میں لونڈیاں بھی تھیں۔ ان میں سے ایک لونڈی کو خادمہ خلیفہ اول نے حضرت علی المرتضیٰ کو بھی عنایت کی جس کا نام الصہبا ام حبیب بنت ربیعہ تھا کتاب نسب قریش۔ طبقات ابن سعد۔ کتاب الطبقات اور فتوح البلدان کے علاوہ شیعہ کتب شرح نہج البلاغہ حدیدی شیعی۔ عمدۃ الطالب فی الانساب میں اس کا تذکرہ موجود ہے کہ الصہبا سے حضرت علی المرتضیٰ کی آخری مگر توام اولاد پیدا ہوئی۔ لڑکے کا نام عمر بن علی اور لڑکی کا نام رقیہ بنت علی رکھا ہے۔

(۳)

تیسرا عطیہ جنگ یمامہ کی فتوحات میں خولہ بنت جعفر بن قیس قید ہو کر آئیں اس فتح کا سہرا بھی خالد بن ولید کے سر تھا حضرت صدیق اکبرؓ نے سماۃ خولہ خادمہ حضرت علی کو ہدیہ دی جو حضرت علی المرتضیٰ کی زوجہ محترمہ بنیں اور اس سے حضرت علی کا صاحبزادہ محمد بن حنیفہ پیدا ہوا۔ یہ خولہ بنت جعفر قبیلہ بنو حنیفہ سے تھی۔ محمد بن حنیفہ کا شمار مشہور و معروف اہل علم و فضل میں ہوا اس واقعہ کا شیعی کتاب عمدۃ المطالب فی انساب آل ابی طالب میں ذکر موجود ہے کہ:۔

"حضرت علی کے صاحب زادے جو محمد بن حنیفہ کے نام سے مشہور ہیں ان کی والدہ خولہ بنت جعفر بن قیس تھی۔ اور وہ مرتدین قبائل سے قید ہو کر آئیں تھیں۔ اس ماں کی طرف اس کا لڑکا محمد بن حنیفہ منسوب ہے"۔ (صہ ۳۵۲، ۳۵۳ کتاب مذکورہ بالا)

اس امر کا نامور ملا محمد باقر مجلسی شیعی اصفہانی نے بھی اپنی کتاب "حق الیقین" میں ذکر کیا ہے۔

(۴)

چوتھا عطیہ حضرت صدیق اکبر کے ہدیہ و عطیہ کا سلسلہ صرف حضرت علی المرتضیٰ تک ہی محدود نہ تھا بلکہ یہ آل علی تک بھی وسعت پذیر رہا۔ فاضل بلاذری فتوح البلدان میں لکھتے ہیں کہ:۔

حیرہ کا مقام جب خالد بن ولید کی نگرانی میں فتح ہوا۔ تو خالد بن ولید نے ابوبکر صدیق کی خدمت میں طیلسان کی چادریں اور نقد ہزار درہم ارسال کئے۔ پس ابوبکرؓ نے حسین بن علی کو طیلسان کی ایک قیمتی چادر عنایت فرمائی۔ (فتوح البلدان صفحہ ۲۵۴)

یہ صدیقی عطیے اور ہدیے اس امر کے شاہد عدل ہیں کہ خاندان حضرت صدیق و حضرت علی میں نہایت مخلصانہ اور محبانہ تعلقات تھے۔ حضرت صدیق اکبر ازراہِ محبت و مودت حضرت علی یا ابن علی کو جو کچھ بھیجتے وہ اسے قبول فرماتے۔ اگر ان کے دل میں رائی بھر بھی رنجش یا خفگی ہوتی تو وہ ان کو قبول کرنے کی بجائے واپس کر دیتے مگر اس کی کبھی نوبت نہ آئی جو خوشگوار تعلقات کی علامت ہے۔

حق شناسی

حضرت عمر فاروق کے عہد خلافت میں مسلمانوں کو بہت سی فتوحات حاصل ہوئیں جب کثیر اموال غنائم جمع ہو گئے تو اس کی تقسیم کے لیے حضرت عمرؓ نے حسب معمول صحابہ کرام سے مشورہ لیا اور بالآخر یہ طے پایا کہ مال غنیمت کی تقسیم کے لیے باقاعدہ رجسٹر کھولے جائیں۔ اور حسب مراتب وظائف جاری کئے جائیں۔ اندراج اسماء کے وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کہ رجسٹر میں پہلے آپ کا نام اور آپ کے قبیلہ کا نام درج ہونا چاہیئے۔ حضرت عمر نے فرمایا:۔

" الاقرب فالاقرب' پر عمل کریں اور سب سے پہلے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ کو اور اہل بیت اور اس کی اولاد کو سب پر مقدم و پیش پیش رکھیں اور مجھے اندراج و شمار میں سب سے آخر میں رکھیں' (شرح نہج البلاغہ حدیدی شیعی جلد ۳ صفحہ ۱۶۶ و صفحہ ۱۶۷)

تقدیم اہل بیت کی وجہ بتلاتے ہوئے حضرت عمر فاروق نے فرمایا:۔

" اللہ کی قسم! ہمیں دنیا میں جو کچھ بھی فضیلت حاصل ہوئی ہے اور جس قدر بھی ثواب اعمال کی آخرت میں ملنے کی ہمیں امید ہے۔ یہ سب کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت

و ذریعہ سے نصیب ہوا ہے۔ آپ ہمارے لئے سراسر شرافت و عزت ہیں۔ اور آپ کی قوم تمام قبائل عرب سے ارفع و اعلیٰ ہے"۔ (طبقات ابن سعد جلد ۳ صہ ۲۱۲ طبع لیدن یورپ و طبری و فتوح البلدان وغیرہ)

فاروقی وظائف

رجسٹر وظائف کھلوانے کے بعد حضرت عمرؓ نے اہل بیت، اور صحابہ کرام کے مندرجہ ذیل وظائف مقرر فرمائے جو وہ تازیست ہر سال بیت المال سے وصول کرتے رہے۔

(۱)

سب سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم حضرت عباسؓ کے لیے پانچ ہزار درھم سالانہ وظیفہ مقرر ہوا۔

(۲)

بعد ازاں حضرت علی المرتضےٰ کے لیے بھی پانچ ہزار درہم مقرر فرمائے۔

(۳)

بدری صحابہ کے لیے بھی پانچ پانچ ہزار درہم سالانہ مقرر ہوئے اور ان کے فرزندان کے لیے دو، دو ہزار درہم مقرر ہوئے۔

(۴)

سیدنا حسن و سیدنا حسین کے لیے ان کے والد شریف کے وظیفہ کے برابر پانچ ہزار درہم سالانہ ازراہِ خصوصی رعایت مقرر فرمائے۔ کیونکہ یہ عزیزانِ نبی کریم اور ان کے رشتہ دار ہیں۔

(۵)

مہاجر عورتوں کے جو وظائف مقرر ہوئے ان میں سے سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی عمہ صاحبہ صفیہ بنت عبد المطلب کے لیے چھ ہزار درہم سالانہ وظیفہ تعین فرمایا۔

(۶)

حضرت علی المرتضیٰ کی اہلیہ محترمہ اسماء بنت عمیسؓ کے لیے ایک ہزار درہم مقرر کئے یہ تفصیل شارح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید شیعی معتزلی نے اپنی شرح میں بھی مختلف حوالوں سے دی ہے۔

ان گرانقدر عطیات کی روشنی میں یہ امر خود بخود غلط ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے تقسیم اموال میں اہل بیت کے حقوق کا خیال نہ رکھا۔ بلکہ انہوں نے بنی ہاشم کی قدردانی اور باعزت افزائی کی بہترین مثال قائم کی۔

خصوصی رعایت

حضرت فاروق اعظم بنی ہاشم اور اہل بیت نبوت کا خصوصی خیال رکھتے تھے۔ جیسا کہ ان کے مندرجہ ذیل اعلان سے ظاہر ہے کہ:۔

"جب ہمارے پاس عراق فتح ہونے پر خمس آئے گا تو ہم ہر غیر شادی شدہ ہاشمی کی شادی کر دیں گے۔ اور جس ہاشمی کے پاس بھی خادمہ نہ ہو گی اس کو خدمت کے لیے خادمہ دیں گے۔" (الریاض النضرۃ جلد ۲ صہ ۲۸)

نیز حضرت فاروق اعظم حضرت حسن اور حضرت حسین کو خمس و غیر خمس سے بھی عطیات دیا کرتے تھے۔ (کتاب الاموال صہ ۳۲۵ طبع مصر)

فاروقی عطیہ

سنہ ۱۶ھ میں جب کسریٰ کا پایۂ تخت مدائن فتح ہوا۔ تو وہاں سے کافی اشیاء از قسم ملبوسات۔ زیورات۔ وزیب و زینت کا سامان سعد بن ابی وقاص نے حضرت عمر فاروق کی خدمت میں روانہ کیا گیا جو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا حضرت علیؓ کو اس مال میں سے ایک بیش قیمت بچھونے (فرش پوش) کا ایک ٹکڑا حصہ میں ملا جس کو حضرت علیؓ نے بیس ہزار درہم میں فروخت کیا۔ (البدایہ لابن کثیر جلد ۷ صہ ۶۷)

اس سلسلہ میں مصنف عبدالرزاق مزید لکھتا ہے کہ:۔

"خزائن کسریٰ کی تقسیم کے سلسلہ میں حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ ان خزائن و اموال

کو پیمانوں سے ماپ کر تقسیم کیا جائے یا دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے اندازہ دیا جائے؟ تو حضرت علی نے مشورہ دیا کہ ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے دینا کافی ہے چنانچہ حضرت عمر نے سب سے پہلے سیدنا حسن بن علی المرتضے کو بلا کر ہتھیلیوں سے ماپ کر دیا۔ پھر سیدنا حسین ابن علی کو بلا کر اسی طرح دیا۔ پھر اور لوگوں کو بلا بلا کر دینا شروع کیا اور لوگوں کے ناموں کے اندراج کے لیے رجسٹر قائم کیا۔ ہر ہر مہاجر کے لیے سالانہ پانچ پانچ ہزار درہم مقرر کئے۔ اور ہر انصاری کے لیے چار چار ہزار درہم متعین کئے۔ ازواج مطہرات کے لیے فرداً فرداً بارہ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر فرمایا۔" (المصنف لعبد الرزاق جلد ۱۱ ص۱۰۰)

مندرجہ بالا عطیات کے علاوہ زمین بھی عطا کی امام جعفر صادق کی روایت ہے کہ:۔

" حضرت عمر فاروق نے حضرت علیؓ کے نام ینبع کے مقام پر ایک قطعہ اراضی بھی متعین و مقرر فرمایا۔ پھر حضرت علی نے وہاں عطا شدہ رقبہ کے قریب کچھ اور اراضی خرید کر کے اضافہ کیا۔ وہاں اپنے رقبہ میں کھدائی کرائی تو وہاں سے پانی کا ایک زور دار چشمہ پھوٹ نکلا حضرت علی کے زمانہ میں ہی اس آباد رقبہ کی آمدنی ایک ہزار وسق (چھ سو چھپن خلوار ۔ دو من) تک پہنچ گئی تھی"۔ (فتوح البلدان بلاذری ص۱۰۰ طبع اولیٰ مصر المتوفی ۲۷۶ھ)

عطیۂ ملبوسات

فتوحات میں ایک مرتبہ باہر سے کپڑا آیا فاضل ذہبیؒ تذکرۃ الحسین میں لکھتا ہے کہ:۔

" باہر سے آئے ہوئے کپڑے سے حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام کی اولاد کو پوشاک عطا کیں، ان میں حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے مناسب کوئی لباس نہ تھا حضرت عمر نے علاقہ یمن کی طرف آدمی روانہ کر کے حکم بھیجا کہ ان دونوں صاحبزادوں کے موافق لباس تیار کر کے ارسال کیا جائے۔ جب یہ لباس آیا اور حسنین نے زیب تن کیا تو

اس وقت عمر فاروق نے فرمایا کہ اب طبیعت خوش ہوئی ہے۔ (ریاض النضرۃ محب الدین طبری، جلد ۲ صہ ۲۸-۲۹، البدایہ ابن کثیر جلد ۸ صہ ۲۰۷، کنز العمال جلد ۷ صہ ۱۰۶ طبع اول قدیم۔ سیر اعلام النبلاء ذہبی جلد ۳ صہ ۱۹۱ تذکرہ حسینؓ)

عطیۂ خادمہ شیعہ مجتہدین کی کتب میں یہ امر واقعہ درج ہے کہ عجم کی فتوحات میں آمدہ مال غنیمت سے حضرت علی المرتضیٰ کے مشورہ پر حضرت عمرؓ فاروق نے ایک خادمہ حضرت حسینؓ کو عطا کی جس سے امام زین العابدین پیدا ہوئے۔ اس کی تفصیل امام محمد باقر کی اس روایت میں موجود ہے کہ:

" یزدگرد بادشاہ کی لڑکی جب عمر بن الخطاب کی خدمت میں مدینہ پہنچی تو اس کا حسن وجمال دیکھنے کے لیے مدینہ کی عورتیں مکانوں کے اوپر چڑھ گئیں اور مدینہ کی مسجد اس کی روشنی کی وجہ سے منور ہوگئی۔ حضرت علی نے عمر بن الخطاب کو مشورہ دیا کہ آپ اس لڑکی کو مسلمانوں میں سے کسی ایک شخص کو پسند کرنے کا اختیار دے دیں اس کے بعد اس شخص کے حصہ غنیمت میں اس کو شمار کر دیا۔ عمر بن خطاب نے اسی طرح کرتے ہوئے لڑکی کو حسب منشاء پسندیدگی کا اختیار دے دیا۔ لڑکی نے آکر حسین بن علی کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ جو عمر فاروق نے انہیں دے دی پھر حضرت علی نے اس کا نام پوچھا اس نے کہا کہ مجھے شاہ جہاں کہتے ہیں حضرت علی نے فرمایا نہیں بلکہ تیرا نام شہربانویہ تجویز ہے پھر حضرت علی نے خوشخبری کے طور پر حضرت حسین کو فرمایا کہ تیرے لیے اس سے فرزند ہوگا۔ جو اپنے دور میں تمام اہل زمین سے بہتر ہوگا۔ اس کے بعد زین العابدین اس سے تولد ہوئے"

۱۔ (اصول کافی صہ ۲۹۶)

۲۔ (کتاب الصافی شرح اصول کافی جزو سوم حصہ دوم صہ ۲۰۴، ۲۰۵)

۳۔ (عمدۃ الطالب صہ ۱۹۲)

بہرحقائق اس امر کے شاہد عدل ہیں کہ خانوادہ فاروقی وعلوی میں کوئی مذہبی یا سیاسی اختلاف نہ تھا۔ اہل بیت حضرت فاروق کو خلیفہ برحق سمجھتے تھے اور ان سے اپنے تمام مالی حقوق کے لیے عطیات بھی وصول وقبول کرتے تھے جس سے ان کی یگانگت عیاں ہے۔

عثمانی عطیہ

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک دفعہ حضرت علی المرتضےٰ ناقہ (یعنی اونٹنی) پر سوار ہو کر پہنچے آپ نے دریافت فرمایا کہ:۔

"یہ اونٹنی کس کی ہے؟ کیسی ہے؟ حضرت علی نے عرض کیا کہ عثمان بن عفانؓ نے مجھے سواری کے لیے دی ہے یہ سن کر حضور نبی کریم نے فرمایا اے علی! دنیاداری سے بچو!! جس کا دنیا سے تعلق کثیر ہو جاتا ہے اس کے شغل ومشاغل زیادہ ہو جاتے ہیں جتنے مشاغل زیادہ ہوں اتنی حرص بڑھتی ہے جب حرص ولالچ بڑھ جائے تو اذکار وغم بہت بڑھ جاتے ہیں۔ اور اپنے رب کو انسان فراموش کر دیتا ہے جو شخص اپنے رب کو بھلا دیتا ہے اے علی! تو اس کے حق میں کیا گمان رکھے گا؟" (اخبار اصفہان جلد ۲ صفحہ ۲۲۹)

دعوت طعام

حضرت امیر المومنین عثمان بن عفان کی طرف سے طائف کے علاقہ میں الحارث نامی امیر مقرر تھا۔ اس نے حضرت عثمان کے لیے طعام تیار کر کے ارسال کیا جس میں چکور وغیرہ حلال جانور پکے ہوئے تھے حضرت عثمانؓ نے حضرت علی کی طرف آدمی روانہ کئے کہ کھانے کے لیے تشریف لائیے۔ اس وقت حضرت علی اپنے اونٹوں کے لئے درختوں کے پتے جھاڑ کر ہاتھ صاف کر رہے تھے۔ عرض کیا گیا کہ کھانا تیار ہے تناول فرمائیے۔ حضرت علی نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"جو لوگ احرام نہیں باندھے ہوئے ان کو یہ طعام کھلائیے ہم لوگ احرام باندھے ہوئے ہیں۔ احرام باندھے ہوئے کے لیے شکار کا گوشت کھانا درست نہیں"

(السنن لابی داؤد جلد ۱ صفحہ ۲۰۳)

• دعوت طعام دبیاان کے خوشگوار تعلقات کی دلیل ہے ورنہ اپنے مخالف کو کون مدعو کرتا ہے۔

مالی اعانت

حضرت عثمان بن عفان کے دورِ خلافت میں بھی عنایات وعطیات کا سلسلہ جاری رہا مثلاً

"سعید بن العاص والی وحاکم کوفہ جب حضرت عثمانؓ کی خدمت میں کوفہ سے مدینہ پہنچے تو انہوں نے مہاجرین وانصار کے سرکردہ لوگوں کی طرف عطیات کپڑے اور پوشاکیں بھجوائیں اور حضرت علی کی طرف بھی عطیے اور ہدیے ارسال کئے۔ جو حضرت علی نے قبول فرمائے" (طبقات ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۲۱)

اسی طرح سنہ ۳۱ھ میں عبداللہ بن عامر خراسان۔ آمل اور مرو وغیرہ کا علاقہ فتح کر کے آئے تو مدینہ منورہ میں پہنچنے کے بعد امیر المومنین حضرت عثمان کی خدمت میں حاضری دی اور اسکے بعد اہل مدینہ کو عطیات دینے شروع کئے۔ حضرت علی کو بھی انہوں نے تین ہزار درہم بھجوائے جب حضرت عثمان کو یہ معلوم ہوا تو انہوں نے عبداللہ بن عامر کو فرمایا:۔

"تیرا بُرا ہو۔ تو نے علی بن ابی طالب کے لیے صرف یہ قلیل رقم بھجوائی۔ عبداللہ بن عامر نے عرض کیا کہ ایک شخص کو زیادہ دے دینے کو میں پسند نہیں کرتا۔ اور نہ اس کے متعلق آپ کی رائے مجھے معلوم تھی اس پر امیر المومنین حضرت عثمان نے فرمایا کہ حضرت علی ابن ابی طالب کو زیادہ دیجئے جسے عبداللہ بن عامر نے حضرت علی کی طرف بیس ہزار درہم ارسال کئے اور اس کے ساتھ دیگر اشیاء بھی بھجوائیں" (طبقات ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۳۳ طبع لیدن یورپ)

عثمانی بخشش

اہل تشیع کی معتبر کتاب تنقیح المقال میں درج ہے کہ:۔

"سہیل بن قاسم نوشجانی سے حضرت علی رضا نے

فرمایا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان نسبی رشتہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ وہ کیسے؟

زید رضہ نے فرمایا کہ حضرت عثمان کے امیر افواج عبداللہ بن عامر نے جب خراسان فتح کیا تو مجمیوں کے بادشاہ یزدجرد بن شہریار کی دو لڑکیاں اس کے ہاتھ لگیں۔ اس نے دونوں لڑکیوں کو حضرت عثمان کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ پھر حضرت عثمان نے ایک لڑکی حضرت حسن بن علی کو بخش دی، اور دوسری حضرت حسین بن علی کو دے دی۔ یہ دونوں لڑکیاں حضرت حسن اور حضرت حسین کے ہاں صاحب اولاد ہو کر فوت ہوئیں اور جو لڑکی حضرت حسین کی اہلیہ تھیں ان سے حضرت علی بن حسین (زین العابدین) متولد ہوئے۔"

(تنقیح المقال فی علم الرجال للشیخ عبداللہ المامقانی جلد ۳ صفحہ ۸۰ طبع تہران)

مندرجہ بالا عطیات کے علاوہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار سو درہم کا ایک خصوصی عطیہ حضرت علی المرتضیٰ کی شادی کے اخراجات کے لیے بھی عطا کیا تھا جس کی تفصیل گذشتہ اوراق میں گزر چکی ہے۔

غیبت اور افتراء

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ غیبت کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ:۔

اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے!

آپ نے فرمایا:

غیبت یہ ہے کہ تم اپنے کسی بھائی کے متعلق کوئی ایسی بات کہو جو اس کے لیے ناگواری کا باعث ہو۔

کہنے والے نے کہا کہ:۔

اگر میں وہی بات کہوں جو اس میں واقعۃً پائی جاتی ہو؟ آپ نے فرمایا:

اگر ہو جب ہی تو وہ غیبت ہے اور اگر نہ ہو تو تم نے اس پر افتراء باندھا ہے۔

(شرح نہج البلاغہ صفحہ ۳۰ مفتی جعفر حسین مطبوعہ امامیہ کتب خانہ لاہور)

حق شناسیاں

حسنِ سلوک دیگر اصحاب کبارؓ کی طرح حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی اہل تشیع کے عتاب کا شکار رہیں۔ اگرچہ ان کی بہتان طرازیوں کو خود خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں جھٹلا دیا۔ مگر انہیں خدا کے فرمان پر بھی اعتبار نہ آیا انہیں دشمنان علیؓ کی صف میں کھڑا کرکے اب تک سب و شتم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے حضرت علیؓ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی تھی۔ اور صحابہ کبارؓ میں زندگی گزاری تھی۔ وہ غیر معمولی فہم و فراست کے مالک تھے۔ اور بجا طور پر جنگ جمل اور جنگ صفین کو سبائیوں کی پیدا کردہ غلط فہمیوں اور ریشہ دوانیوں کا نتیجہ سمجھتے تھے اس لیے ان جنگوں کے فریق مخالف سے آپ کا تعلق معرکہ آرائی کے باوجود مشفقانہ اور مربیانہ رہا اور ان کے خلاف ایک لمحہ کے لیے بھی آپ کے دل میں کینہ یا بغض و عناد پیدا نہ ہوا جس کی تائید مندرجہ ذیل واقعات سے ہوتی ہے۔

(۱)

جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے لشکریوں کے ہاتھوں جب حضرت طلحہ بن عبید اللہ شہید ہوئے تو حضرت علی فوراً گھوڑے سے اتر کر ان کے پاس پہنچے ان کو خود اٹھایا چہرے پر سے غبار صاف کرتے جاتے رو پڑے اور فرمانے لگے:-

"کاش میں اس واقعہ سے بیس سال پہلے مرگیا ہوتا۔" (مجمع الفوائد جلد ۲ صفحہ ۲۱۴)

(۲)

حضرت علی اپنے مخالفین سے انتقام لینے کی بجائے انہیں جنت میں دیکھنے کے آرزو مند تھے فرمانے تھے :-

"مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میں طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ (جنت میں) ان کے دلوں کی باہمی کدورتیں نکال دی گئی ہیں۔" (سنن بیہقی جلد ۸ صفحہ ۱۷۳)

(۳)

ایک دوسرے موقعہ پر ان جنگوں میں دونوں طرف سے کام آنے والوں کے متعلق فرمایا :-

"ان میں سے جو شخص بھی صفائی قلب کے ساتھ مرا ہو گا وہ جنت میں جائے گا"

(مقدمہ ابن خلدون)

(۴)

جنگ جمل میں طرفین کے جو لوگ کام آئے حضرت علیؓ نے ان سب کی بلا امتیاز نماز جنازہ پڑھی

حسنِ احترام

جنگِ جمل میں حضرت عائشہؓ حضرت علیؓ کے خلاف لڑنے والی فوج کی سربراہ تھیں ان کا حضرت علیؓ نے بہ طریق ذیل ادب و احترام فرمایا :-

(۱)

جنگ ہارنے کے بعد حضرت علیؓ نے ان سے وہ سلوک نہ کیا جس کا دشمن مستحق ہوتا ہے۔ بلکہ خاتمہ جنگ کے بعد حضرت علیؓ بہ نفس نفیس حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔

(۲)

حضرت عائشہؓ کو انکی ضرورت کا ہر قسم کا سامان جو ان کی شان کے شایان ہو سکتا تھا اسی وقت مہیا کر دیا

(۳)

اور حضرت عائشہؓ کو مدینہ جانے کی اجازت دیدی۔ یہاں تک کہ ان کے جو آدمی لقمۂ اجل

ہونے سے بچ گئے تھے۔ ان کو قیدی بنانے کی بجائے اذن عام دے دی کہ جو یہاں ٹھہرنا چاہیں وہ یہاں ٹھہر جائیں اور جو جانا چاہیں وہ بے شک چلے جائیں۔

(۴)

حضرت علیؓ سے حضرت عائشہؓ کا اکیلا جانا برداشت نہ ہوسکا اس لیے آپ نے بصرہ کی مشہور چالیس عورتوں کو حضرت عائشہؓ کے ہمراہ جانے کے لیے تیار کیا تاکہ ان کا دل لگا رہے۔

(۵)

حضرت عائشہؓ کی روانگی کے دن حضرت علیؓ اور دوسرے لوگ حضرت عائشہؓ کو الوداع کہنے آئے تو اس وقت حضرت عائشہؓ نے فرمایا:۔

"اے میرے فرزندو! دیکھو!! ایک دوسرے پر کوئی ملامت نہ کرے۔ میرے اور علیؓ کے درمیان صرف اتنی سی چشمک رہی۔ جتنی کہ ایک عورت اور سسرال والوں میں ہوا کرتی ہے میری اس چشمک کے باوجود ان (علیؓ) کا شمار اخیار (اچھے لوگوں) میں ہوتا ہے"

اس کے جواب میں حضرت علیؓ نے فرمایا:۔

"بخدا! انہوں نے سچ کہا۔ میرے اور ان کے درمیان بس اتنی سی چشمک تھی اور وہ دنیا و آخرت دونوں میں تمہارے نبی کی زوجہ ہیں"

(۶)

اس کے بعد محمد بن ابی بکرؓ اور ان کے ساتھیوں نے حضرت عائشہؓ کو ادب و احترام سے رخصت کیا۔

(۷)

مگر امیر المومنین حضرت علیؓ حضرت عائشہؓ کو رخصت کرنے کے لیے چند میل خود ان کے ہمراہ پیدل گئے اور:

(۸)

ایک دن کی مسافت کے لیے اپنے فرزندوں کو بھی ساتھ بھیج دیا۔ (الفخری فی الآداب السلطانیہ والدول الاسلامیہ)

تبرّا کی سزا

حضرت عائشہ سے الوداعی ملاقات کر کے جب حضرت علی واپس تشریف لا رہے تھے تو راستے میں آپ کو اطلاع ملی کہ دو آدمیوں نے حضرت عائشہ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ آپ نے ان دونوں کو طلب کیا اور بعد اثبات جرم ان کو سو، سو دُرّوں کی سزا دی۔ (بحوالہ صدر)

لیکن محبان علی نے اس حسن اخلاق کا کبھی ثبوت نہیں دیا۔

حسن شرافت

حضرت مروان الحکم کا بیان ہے کہ:۔

"جمل کے دن یہ ہوا کہ جب ہم نے پیٹھ دکھائی تو حضرت علیؓ کے منادی نے یہ ندا دی کہ نہ پیٹھ دکھانے والے کو قتل کیا جائے اور نہ زخمی کا کام تمام کیا جائے پھر جنگ کے بعد آپؓ نے تمام لوٹا ہوا مال مسجد میں جمع کرا دیا اور اعلان کر دیا کہ جس کا مال ہو لے جائے۔"

یہ دو چشم دید واقعات بیان کرنے کے بعد حضرت مروان الحکم ان پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

"میں نے کسی غالب آجانے والے کو حضرت علیؓ سے زیادہ کریم النفس نہیں پایا"

حقیقت حال

مندرجہ بالا شیعہ مورخ کے بیان کردہ واقعات پر مدیر "فیض الاسلام" راولپنڈی اپنے علی نمبر ۱۹۶۷ء میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"حسب بیان شیعہ مورخ یہ اخلاق و احترام ہے ان ہستیوں کا آپس میں جو ابھی ابھی باہمی حرب و قتال سے فارغ ہوئے ہیں جس میں دس ہزار تک مقتولین کی تعداد پہنچ گئی اس طرح جنگ کے آخری فیصلہ پر پہنچ جانے کے بعد اسی وقت دونوں فریقوں نے اپنے دل سے جنگ کو نکال دیا تھا۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ہم جس

جنگ کو ختم کر چکے ہیں اس کی بدولت ہمارے لیے امت کے دو گروہ ہو جائیں گے۔ اور اس جنگ کو قیامت تک کھینچتے چلے جائیں گے۔ اور کئی اسلامی سلطنتیں اس "جنگ" کی نذر ہو جائیں گی۔ اور دینی طور پر بھی دو الگ الگ اسلام بنا لیے جائیں گے پھر ان دو میں سے ہر ایک کے اندر شاخ در شاخ نئے نئے "اسلام" نکلتے رہیں گے جو آپس میں ٹکراتے اور مرتے مارتے رہیں گے۔ اللہ! اللہ! کہاں علیؓ، عائشہؓ، اور معاویہؓ کا اسلام جو لڑ بھڑ کر اسی وقت معانقہ کر رہا تھا اور کہاں ہمارا ان تھک اسلام جو چودہ سو برس گزر جانے کے بعد بھی اسی طرح خم ٹھونک کر آستینیں چڑھائے ہوئے خنجر بکف مسلم کشی کے نعرے لگا رہا ہے" (ص ۱۳۲-۱۳۳)

حضرت علی المرتضیٰ واحد ہستی ہیں جن کے نام پر اور جن کے دورِ خلافت میں اسلام دشمن طبقہ نے اسلام میں اختلاف پیدا کیا حالانکہ ان کے خطبات مسلمانوں کے اختلافات کو ختم کرنے میں اپنی نظیر نہیں رکھتے مگر ان پر محبانِ علی توجہ اور عمل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

مثالی طرزِ عمل

حُبِّ علی میں جن اکابر کے خلاف بغض و عناد اور دشنام طرازی کے مظاہرے کیے جاتے ہیں خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ان کے بارے میں جو طرزِ عمل رہا۔ وہ مثالی حیثیت رکھتا ہے۔

جنگ جمل اور جنگِ صفین کے موقعہ پر حضرت علیؓ نے سنا کہ ایک شخص ان کے مخالف لشکریوں کے حق میں غلو آمیز باتیں کہہ رہا ہے تو آپ نے فرمایا:۔

"ان کے بارہ میں بھلائی کے سوا کچھ نہ کہو ان لوگوں نے سمجھا ہے کہ ہم نے ان کے خلاف بغاوت کی ہے اس لیے ان سے قتال کر رہے ہیں" (منہاج السنۃ صفحہ ۶۱ ج ۲)

جس سے صاف ہے کہ دونوں فریقوں کے دلوں میں بغض و عناد نہیں تھا بلکہ وہ دونوں نیک نیتی سے خود کو غلط فہمی کا شکار سمجھتے تھے جس کی مزید تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ جنگ صفین میں عبداللہ بن عمرؓ اور سعد بن مالکؓ شریک نہ ہوئے۔ ان کی اس عدم شرکت کے متعلق حضرت علیؓ

اکثر راتوں کو یہ فرمایا کرتے تھے کہ :۔

"اچھا مقام وہ تھا جو عبد اللہ بن عمرؓ اور سعد بن مالکؓ نے اختیار کیا کہ اس جنگ سے علیحدہ رہے۔ کیونکہ یہ کام اگر انہوں نے صحیح کیا تب تو ان کے اجر عظیم میں کیا شبہ ہے اور اگر اس جنگ سے علیحدہ رہنا کوئی گناہ بھی تھا تو اس کا معاملہ بہت ہلکا ہے۔"

اسی ضمن میں آپ اکثر حضرت حسنؓ سے ازراہ تاسف فرمایا کرتے تھے کہ :

یا حسن ! یا حسن !! ما ظن	یعنی اے حسن ! اے حسن تیرے باپ کو یہ گمان کبھی
ابوک ان الامر یبلغ الیٰ	نہ تھا کہ معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا تیرے باپ
ھٰذا و د ابوک لو مات	کی یہ تمنا ہے کہ کاش وہ اس واقعہ سے بیس سال
قبل ھٰذا بعشرین سنۃ	پہلے فوت ہو گیا ہوتا" (شرح عقیدہ واسطیہ)

اس ارشاد گرامی سے عیاں ہے کہ یہ جنگ ہوس اقتدار کا نتیجہ نہ تھی بلکہ فریقین کی اجتہادی غلطی کا نتیجہ تھی۔

وسیع الظرفی جنگ صفین کے سلسلہ میں امیر معاویہؓ کے متعلق جو زبان درازی کرتے تھے تو حضرت علیؓ انہیں روک دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ :۔

"امارت معاویہؓ کو بھی برا نہ سمجھو کیونکہ وہ جس وقت نہ ہوں گے تو تم سروں کو گردنوں سے اڑتے ہوئے دیکھو گے" (بحوالہ صدر)

آپؓ کے عقیدت مندوں میں سے ایک نے آپ سے قتال کرنے والوں کی متعلق پوچھا کہ کیا یہ لوگ مشرک ہیں ؟ تو حضرت علی نے فرمایا :۔

"شرک سے بھاگ کر تو وہ اسلام کی طرف آئے ہیں۔"

اس نے پھر سوال کیا کہ کیا یہ منافق ہیں ؟ تو آپ نے انہیں کبھی منافق بھی قرار نہ دیا کیونکہ اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے منافق نہیں ہوتے اس لیے اس سوال کا جواب حضرت علیؓ نے سائل کو یہ دیا۔

ان المنافقین لا یذکرون اللہ الا قلیلا

منافق تو اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں

اس پہ سائل نے تیسرا سوال کیا کہ آخر یہ جدال وقتال کرنے والے لوگ کون ہیں ؟ تو اس کے جواب میں حضرت علیؓ نے کوئی ایسا برا لفظ استعمال نہ کیا جو آپ کے محبین متحاربین کے متعلق بکثرت استعمال کرتے ہیں بلکہ یہ فرمایا کہ :۔

" یہ ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے " (بحوالہ صدر)

وسعت قلبی

یہ اسی بھائی چارہ کا نتیجہ تھا کہ جنگ صفین کے موقعہ پر دن میں تو فریقین کے درمیان جنگ ہوتی اور رات کے وقت ایک لشکر کے لوگ دوسرے لشکر میں جا کر مقتولین کی تجہیز و تکفین میں حصہ لیا کرتے تھے ۔ اس تاریخی نہری واقعہ کو متعدد مؤرخین نے نقل کیا ہے جس سے ثابت ہے کہ بدوران جنگ نہ صرف قائدین بلکہ ان کی پیروی کرنے والے لشکریوں کے دل بھی ایک دوسرے سے صاف تھے اور ان میں وہ بغض وعناد نظر نہ آتا تھا جو ان کے محبین کے دل میں پایا جاتا ہے ۔

حضرت علیؓ کے ساتھیوں میں ایسے لوگ بھی تھے جو امیر معاویہؓ سے لڑنا نہیں چاہتے تھے اور انہیں یہ جنگ ناگوار تھی ۔ آپ نے نہ ان کا کورٹ مارشل کیا نہ کوئی ان پر جبر کیا بلکہ فرمایا :۔

" تم میں سے جو شخص ہمارے ساتھ ہو کر معاویہؓ سے قتال پسند نہیں کرتا ۔ وہ اپنی عطا لے لے اور دیلمیوں کی طرف جا کر ان سے جنگ کرے ۔ "

مرہ ہمدانی کا بیان ہے کہ میں انہی میں تھا جنہوں نے دوسری صورت پسند کی ہم نے عطائیں لے لیں ۔ اور الدیلم کی جانب روانہ ہو گئے ہماری تعداد پانچ ہزار تھی " (فتوح البلدان بلاذری جلد ا صفحہ ۲۵۹)

گویا یہ دونوں جانب سے اجتہادی معاملہ تھا حق و باطل کا معرکہ نہ تھا ۔

شرافت و انسانیت

حضرت معاویہؓ بڑی خوبیوں کے مالک اور ماہر سیاستدان

تھے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کے ادسان خطا ہو جاتے تھے۔ انہوں نے حکومت کے نفاذ کے دوام اور مملکت کی وسعت تمام کے لیے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا اور ہر میدان میں کامیاب و کامران رہے اسی لیے حضرت عمرؓ نے ان کی دانشمندی اور حسن انتظام سے متاثر ہو کر چار صوبوں کا انتظام ان کے سپرد کر رکھا تھا۔

اگرچہ حضرت علیؓ کے بدخواہوں نے امیر معاویہؓ کو میدان جنگ میں حضرت علیؓ کے سامنے لا کھڑا کیا لیکن حضرت علیؓ نے از خود ان سے کوئی لڑائی مول نہ لی نہ کسی موقعہ پر ان سے ایسا قصاص طلب کیا جو حدود انصاف سے متجاوز ہو جنگ صفین کے موقعہ پر بھی حضرت علیؓ نے ان سے دشمنوں کا سا سلوک نہ کیا۔ بلکہ ایک بہادر کی طرح ہر مرحلہ پر شرافت وانسانیت کا ثبوت دیا۔ اس کے بالمقابل حضرت معاویہؓ نے بھی بعد از جنگ دل میں کوئی نفرت یا کدورت نہ رکھی۔ اور حضرت علیؓ کی اولاد سے بڑے حسن سلوک سے پیش آتے رہے اور حضرت علی کی عظمت کا اعتراف کرتے رہے۔

جنگ صفین کے موقعہ پر امیر معاویہؓ کے لشکریوں نے پانی کے گھاٹ پر قبضہ کر کے اعلان کر دیا کہ مخالف فریق کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہ لینے دیا جائے۔ اس پر حضرت علیؓ نے مجبوراً حملہ کر کے اس گھاٹ پر قبضہ کر لیا۔ مگر آپ نے مخالفین پر پانی بند نہ کیا بلکہ از راہ انسانیت انہیں پانی لینے کی اجازت دے دی۔

عبداللہ بن زبیر، مروان بن حکم، اور سعید بن عاص حضرت علیؓ کے شدید مخالفوں اور امیر معاویہ کے حامیوں میں سے تھے۔ مگر جب ان حضرات پر حضرت علیؓ کو دسترس حاصل ہوئی تو آپ نے ان حضرات کو معاف کر دیا۔

حسن اعتراف

جنگ وجدل کے باوجود امیر معاویہؓ کے دل میں حضرت علیؓ اور ان کے اہلبیت کی بڑی قدر و منزلت تھی جس کی واقعات ذیل نر بانِ حال تائید کرتے ہیں۔

(۱)

حضرت امیر معاویہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر فرمایا:۔

"علی مجھ سے بہتر ہیں اور مجھ سے افضل ہیں" (البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۱۲۹)

ایک اور موقعہ پر امیر معاویہؓ نے باہمی چپقلش پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:۔

"میرا ان سے اختلاف صرف حضرت عثمانؓ کے قصاص کے مسئلہ پر ہے۔ اگر وہ خونِ عثمانؓ کا قصاص لے لیں تو اہل شام میں سے ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا سب سے پہلے میں ہوں گا"۔ (بحوالہ الصدر ص ۲۵۹)

(۲)

حضرت امیر معاویہؓ کو جب خبر ملی کہ قیصر روم مسلمانوں کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر ان پر حملہ کرنا چاہتا تو انہوں نے قیصر روم کو مندرجہ ذیل خط لکھا:۔

"اگر تم نے اپنا ارادہ پورا کرنے کی ٹھان لی تو میں قسم کھاتا ہوں کہ میں اپنے ساتھی (حضرت علیؓ) سے صلح کر لوں گا۔ پھر تمہارے خلاف ان کا جو لشکر روانہ ہو گا تو میں اس کے ہراول دستے میں شامل ہو کر قسطنطنیہ کو جلا کر کوئلہ بنا دوں گا اور تمہاری حکومت کو گاجر مولی کی طرح اکھاڑ پھینکوں گا"۔ (تاج العروس ص ۲۰۸ ج ۷)

(۳)

حضرت علیؓ کی شہادت کی خبر سن کر حضرت امیر معاویہؓ آبدیدہ ہو گئے۔ ان کی اہلیہ نے اپنے شوہر سے کہا کہ زندگی میں تو آپ ان سے لڑتے رہے اب کیوں روتے ہو؟

امیر معاویہ نے جواب دیا کہ:۔

"ان کی وفات سے کیا فقہ اور کیا علم دنیا سے رخصت ہو گیا"۔ (البدایہ والنہایہ ص ۱۲۹ ج ۸)

(۴)

ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ نے ضرار صدائی سے حضرت علیؓ کے اوصاف بیان کرنے کی خواہش

ظاہر کی جس پر انہوں نے غیر معمولی الفاظ میں حضرت علیؓ کی تعریف و توصیف کی جس سے حضرت معاویہؓ بہت محظوظ ہوئے۔ اور فرمایا:-

" اللہ ابوالحسن (حضرت علیؓ) پر رحم کرے۔ خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے"۔ (الاستیعاب تحت الاصابہ صد ۴۳، ۴۴ جلد ۳)

حُسنِ عطاء

حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ المرتضیٰ سے جنگ لڑنے کے باوجود ان کے متعلق دل صاف رکھا اور آپ کی آل کی عزت افزائی کرتے رہے جس کے نتیجہ کے طور پر:-

" امام حسینؓ اپنے بھائی حسنؓ کے ساتھ حضرت معاویہؓ کے پاس جایا کرتے تھے اور وہ ان دونوں کی بہت عزت کرتے اور مرحبا کہتے اور عطیات دیتے ایک ہی دن میں ان کو دو دو لاکھ درہم عطا کیے"۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صد ۱۵۰)

شرح نہج البلاغہ میں ابن ابی الحدید شیعی لکھتے ہیں:-

" معاویہ دنیا میں پہلے شخص تھے جنہوں نے ان کو دس دس لاکھ درہم عطا کیے اور ان کے فرزند یزید پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس کو دگنا کر دیا اور یہ عطایا علیؓ کے ان دونوں بیٹوں حسن و حسین کو ہر سال دس دس لاکھ درہم عطا کیے اور اسی طرح عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن جعفر کو بھی دیئے جاتے"۔

جب حضرت امام حسنؓ کا انتقال ہوا تو اس کے بعد بھی امام حسینؓ ہر سال معاویہؓ کے پاس جاتے وہ ان کو عطیہ دیتے اور ان کا اکرام کرتے۔

حضرت امام حسنؓ نے خلافت سے دست برداری کا جو معاہدہ امیر معاویہؓ سے کیا تھا اس کی رو سے امیر معاویہؓ نے سالانہ بیس لاکھ درہم امام حسن کو ادا کرنے کا اقرار کیا تھا یہ وظیفہ تازیست بڑی باقاعدگی کے ساتھ امام حسن کو ادا کرتے رہے۔

امیر معاویہؓ اہل بیت سے تعلقات خوشگوار رکھنے کے لیے کبھی کبھی حسین علیہ السلام کو ملنے

مدینہ چلے جاتے تھے۔ اور کبھی انہیں دمشق بلا کر تحفوں اور عطیوں سے ان کی خاطر و مدارات کیا کرتے

مشاجراتِ صحابہؓ

مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع مرحوم لکھتے ہیں کہ :۔

" لفظ مشاجرہ شجر سے مشتق ہے جس کے اصل معنی تنے دار درخت کے ہیں۔ جس کی شاخیں اطراف میں پھیلتی ہیں۔ باہمی اختلاف و نزاع کو اسی مناسبت سے مشاجرہ کہا جاتا ہے کہ درخت کی شاخیں بھی ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں اور ایک دوسرے کی طرف بڑھتی ہیں صحابہ کرام کے درمیان جو اختلافات پیش آئے اور کبھی جنگوں تک نوبت پہنچی علماء امت نے ان کی باہمی حروب و اختلافات کو جنگ و جدل سے تعبیر نہیں کیا بلکہ از روئے ادب "مشاجرہ" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے کیونکہ درخت کی شاخوں کا ایک دوسرے میں گھسنا اور ٹکرانا مجموعی حیثیت سے کوئی عیب نہیں بلکہ درخت کی زینت اور کمال ہے "۔ (مقام صحابہ صہ ۸۷)

جنگ جمل اور جنگ صفین مشاجرات میں سے تھیں اور اصحاب شجرہ کی مجموعی تعداد بعہد حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ ڈیڑھ ہزار تھی۔

اجتہادی غلطی

جنگ جمل، حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کے درمیان ہوئی جبکہ جنگ صفین حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان ہوئی۔ اس امر پر اجماع امت ہے کہ ان دونوں جنگوں میں حضرت علیؓ حق پر تھے اور ان سے لڑنے والے خطا پر تھے لیکن ان کی خطائیں اجتہادی تھیں جن سے محاربین کی شخصیتیں مجروح نہیں ہوتیں اس لیے دونوں فریق صحابیت کی حدود میں آجانے کی وجہ سے واجب الاحترام ہیں۔ اور فرمان نبویؐ کے مطابق صحابہ کرامؓ کو برا کہنا قطعاً جائز نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو! میرے صحابہؓ کے معاملہ میں!! میرے بعد ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بناؤ۔ کیونکہ جس شخص نے ان سے محبت کی تو میری محبت کے ساتھ ان سے محبت کی۔ اور جس شخص نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کے ساتھ

ان سے بغض کیا اور جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی۔ اس نے اللہ کو ایذا دی اور جو اللہ کو ایذا پہنچانا چاہے تو ضرور قریب ہے کہ اللہ اس کو عذاب میں پکڑے گا"

(جمع الفوائد صہ ۲۹۴ جلد ۲)

اعلانِ برّیت

ازل سے بیکراں تک کا کوئی راز یا معاملہ خالق حقیقی سے پوشیدہ نہیں یہ امر علم الٰہی میں تھا کہ صحابہ کرام سے از راہ بشریت جو گناہ یا اجتہادی غلطیاں سرزد ہوں گی۔ ان پر وہ بعد ازاں نہ صرف پشیمان و پریشان ہوں گے بلکہ توبہ و استغفار بھی کریں گے۔ اور یہ امر بھی حق تعالیٰ سے مخفی نہ تھا کہ بعض لوگ از راہ بغض و عناد ان پر زبانِ لعن طعن دراز کریں گے۔ اس بیسے حق تعالیٰ نے ان کی توبہ و استغفار پیشگی قبول کر کے قرآن کریم میں ان کی بریت کا ان الفاظ میں اعلان فرما دیا:۔

لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین	اللہ تعالیٰ نے نبی اور ان مہاجرین و انصار کی توبہ
والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ	قبول کر لی جنہوں نے تنگی کے وقت نبی کی پیروی کی بعد
العسرۃ من بعد ما کاد یزیغ فریق	اس کے کہ قریب تھا کہ ان میں ایک فریق کے دل
منہم ثم تاب علیہم انہ	کج ہو جائیں پھر اللہ نے ان کو معاف کر دیا بلاشبہ
بہم رؤف الرحیم (توبہ ۱۱۷)	وہ ان پر بہت مہربان اور رحمت کرنیوالا ہے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ "خدا تعالیٰ نے قرآن میں خبر دی کہ وہ اصحاب شجرہ سے راضی ہو گیا۔ اور جو کچھ ان کے دلوں میں تھا اس کو جان لیا مگر پھر کبھی ان میں سے کسی پر ناراضی کا اظہار نہ فرمایا" اس لئے اصحاب شجرہ کے حق میں زبان درازی سے مندرجہ بالا اعلان ربانی کی تنقیص بلکہ تنسیخ لازم آتی ہے جس کی کوئی صاحب عقل و خرد جرأت نہیں کر سکتا۔

تائیدی واقعات

علم الٰہی کے مطابق صحابہ کرام کی بریت کا جو اعلان قرآن کریم میں ہوا مندرجہ ذیل واقعات سے اس کی تائید ہو جاتی ہے

۱۔ جدال و قتال کے بعد متحاربین کے دلوں میں کوئی نفرت یا کدورت نہ رہی

۲۔ کوئی فاتح اپنی زبان پر کوئی فخریہ کلمہ نہ لایا نہ فریق مخالف کے متعلق کوئی برا لفظ استعمال کیا
۳۔ اپنی اجتہادی غلطیوں پر کم و بیش سب نے ندامت پشیمانی اور پریشانی کا اظہار کر دیا۔

حضرت عثمانؓ نے اپنے خلاف عائد کردہ الزامات میں سے جو خلاف شرع ثابت ہوئے ان سے کھلے طور پر توبہ کا اظہار فرمایا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بدوران سفر بصرہ جہاں جنگ جمل کا واقعہ پیش آیا تھا ندامت کا اظہار فرمایا اور جب وہ اس واقعہ کو یاد کرتیں تو اتنا روتی تھیں کہ ان کا دوپٹہ تر ہو جاتا تھا۔

حضرت طلحہؓ چونکہ حضرت عثمانؓ کی مدد نہ کر سکے تھے اس لیے انہوں نے بھی اپنی اس کوتاہی پر پریشانی کا بارہا اظہار فرمایا۔

حضرت زبیرؓ نے بھی اپنے اس سفر پر اظہار ندامت کیا جس میں جنگ جمل کا حادثہ پیش آیا تھا خود حضرت علیؓ نے رحق پر ہونے کے باوجود پیش آنے والے بہت سے واقعات پر ندامت کا اظہار فرمایا۔

مزید تفصیل شرح عقیدہ واسطیہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں کسی کو صحابہ کرام پر سب و شتم کرنے کا جواز پیدا نہیں ہوتا اگر پشیمانی اور ندامت نہ بھی ہوتی تب بھی کسی کو اخلاقاً یا شرعاً کسی صحابی کو گالیاں دینے کا حق نہیں پہنچتا اور پھر جب خود خدا نے انہیں بری الذمہ قرار دے دیا تو پھر ہمیں کسی کو قصوروار گرداننے کا کیا حق حاصل ہے ہمیں تو رضاء الٰہی اور خوشنودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کے نقش قدم پر چل کر وسیع النظری اور کشادہ دلی کا ثبوت دینا چاہیئے تاکہ بین المسلمین اتحاد و اتفاق کی فضا پیدا ہو اور دنیا اخوت اسلامی کا نمونہ دیکھ سکے۔ اسی لیے حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو تم خدا رسولؐ اور اولی الامر کی اطاعت کرو جو تم میں سے ہو اگر کسی حکم میں تم تنازعہ کرو تو خدا اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو اب یہ بھی سمجھ لو کہ رسولؐ کی طرف رجوع کرنا یہی ہے کہ اس کی جمع کرنیوالی سنت کو اختیار کرو تفرقہ پیدا نہ کرو۔ (نہج البلاغہ ار دو ۵۱-۶۳ عربی $\frac{96}{2}$)

غمگساریاں

تدفین والدہ علی المرتضٰیؓ

خلفائے راشدین جس طرح تقاریب شادی میں شرکت کرتے تھے اسی طرح بیماری و مرگ کے موقعہ پر بھی ایک دوسرے کے شریک حال رہتے تھے حضرت علی المرتضیٰ کی والدہ محترمہ فاطمہ بنت اسد نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی تھی۔ ان کی تدفین میں حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق نے کتنا حق رفاقت ادا کیا اس کی تفصیل درج ہے۔

"جنابِ فاطمہ بنتِ اسد کو جب دفنانے کا وقت آیا تو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ و ابوایوب انصاری و عمر بن الخطاب اور غلام اسود کو بلا کر قبر کھودنے کا امر فرمایا۔ ان حضرات نے قبر کھودی جب لحد بنانے لگے تو نبی کریمؐ نے اپنے دست مبارک سے لحد تراش کر کے اس کی مٹی نکالی جب قبر تیار ہو گئی تو حضورؐ علیہ السلام تھوڑی دیر کے لیے قبر میں اتر کر لیٹ گئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زندہ کرتے ہیں، مارتے ہیں۔ خود زندہ ہیں ان پر موت نہیں آتی۔ اے اللہ! فاطمہ بنتِ اسد کی مغفرت فرمائیے اس کو صحیح جواب سمجھا دیجئے۔ اس کی قبر کو فراخ فرمائیے میرے وسیلہ سے اور انبیاء کرام کے توسل سے۔ تو ارحم الراحمین ہے اور فاطمہ بنت اسد پر چہار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی۔ پھر لحد میں خود نبی کریمؐ عباس بن عبدالمطلب، اور ابوبکر صدیق نے اتارا" (مجمع الزوائد نورالدین الہیثمی جلد تاسع ص ۲۵۶)

اس واقعہ سے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر الصدیق اور حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضٰی کی والدہ محترمہ کی تدفین میں شریک رہے کیونکہ شروع سے ان میں بھائی چارہ چلا آرہا تھا۔

فریضۂ عیادت

خلفائے راشدین میں خانہ واحدی تھی ان کا ایک دوسرے کے گھر آنے جانے اور شادی غمی میں شریک رہنے کا معمول تھا۔ وہ ایک دوسرے کے دکھ درد میں برابر شریک رہتے تھے۔ پانچوں نمازیں اکٹھی مسجد نبوی میں پڑھتے تھے اور متفق الخیال و متحد العمل رہتے تھے۔

جن دنوں حضرت فاطمہ آخری مرض میں مبتلا تھیں۔ ان دنوں حضرت ابوبکر و عمر کا معمول تھا کہ وہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت علی المرتضیٰ سے ان کی اہلیہ محترمہ حضرت فاطمہ کی بیماری کا حال دریافت کیا کرتے تھے جس کی تفصیل شیعہ کتب میں موجود ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ کے شاگرد رشید سلیم بن قیس الہلال العامری شیعی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ :-

"حضرت علی پانچوں نمازیں مسجد نبوی میں پڑھا کرتے تھے۔ جب نماز پڑھ چکتے تو ابوبکر و عمر حضرت علی المرتضیٰ سے پوچھتے کہ حضور کی صاحبزادی کا کیا حال ہے؟ کیسے مزاج ہیں"۔ (کتاب سلیم بن قیس صفحہ ۲۲۴-۲۲۵، مطبوعہ حیدریہ نجف اشرف عراق)

اسی طرح اگر صدیق اکبر کے خاندان میں کوئی بیمار ہوتا تو حضرت علی المرتضیٰ عیادت کے لیے تشریف لے جاتے۔ عبدالرحمٰن بن ابوبکر کا بیان ہے کہ :-

" ایک مرتبہ حضرت علی میری بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے۔ اور بیعت خلافت کا تذکرہ ہوتا رہا"۔ (فضائل ابی طالب عشاری)

فریضۂ تیمارداری

خانوادۂ صدیقی و علوی کی مودت و یگانگت کا یہ عالم تھا کہ ان کی اہل پردہ امداد و اعانت کے لیے ایک دوسرے کے گھر آتی رہتی تھیں حضرت فاطمۃ الزہراؓ جب آخری ایام میں بیمار ہوئیں تو آخری مشکل ایام تک حضرت

ابوبکر صدیق کی اہلیہ اسماء بنت عمیس ان کی خدمت گزاری میں لگی رہیں۔ ویسے بھی وہ ہمیشہ حضرت فاطمہ کی خیر وعافیت دریافت کرتی رہتی تھیں اور مزاج پرسی کے لیے جایا کرتی تھیں۔

"حضرت فاطمہ کے آخری ایام مرض میں اسماء بنت عمیس حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری کرتی رہیں۔"

(امالی شیخ ابی جعفر محمد بن حسن الطوسی شیعی جلد ۱ صـ ۱۰۷)

جلاء العیون ملا باقر مجلسی شیعی صـ ۱۷۲)

آخری خدمات

امام زین العابدین، ابن عباس سے نقل فرماتے ہیں کہ:۔

"حضرت فاطمہ سخت بیمار ہوگئیں۔ اپنی تیمار دار اسماء (زوجہ صدیق اکبرؓ) کو فرمانے لگیں کہ تم معلوم کر رہی ہو کہ یہ میرے آخری اوقات ہیں۔ کیا میرے جنازہ کو اس طرح بلا پردہ اٹھایا جائے گا؟ تو اسماء بولیں کہ بالکل نہیں، میں آپ کے لیے ایک باپردہ چارپائی تیار کرتی ہوں جیسا کہ میں نے حبشہ میں دیکھا ہے تو فاطمہؓ نے فرمایا مجھے اس طرح بنا کر دکھاؤ۔ اسماء نے حرم مدینہ سے کھجور کی تازہ چھڑیاں کٹوا کر منگوائیں۔ اور چارپائی چھپر کھٹ کی طرح تیار کر دی جو پہلی باپردہ چارپائی تیار ہوئی تھی اسے دیکھ کر حضرت فاطمہ متبسم ہوئیں۔

حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد صرف اس روز آپ نے تبسم فرمایا

(المستدرک للحاکم جلد ۳ صـ ۱۶۲)

۲ طبقات ابن سعد جلد ۸ صـ ۱۸)

۳۔ جلاء العیون ملا باقر مجلسی شیعی صـ ۱۷۵)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی آخری وصیت کی تکمیل بھی اسماء زوجہ ابی بکر الصدیقؓ نے کی اور ان کی وفات کی خبر بھی انہوں نے سنائی۔ جیسا کہ "احتیسا مائم"، صـ ۱۰۱، اور کتاب کشف الغمہ جلد ۲ صـ ۱۲۴ پر درج ہے۔

حضرت فاطمہ کے انتقال کے بعد جب غسل کا مرحلہ آیا تو انہیں غسل دینے میں تین افراد نے حصہ لیا:

"ایک حضرت علی المرتضیٰ تھے۔ دو عورتیں ان کے ساتھ اس سعادت میں شریک کار تھیں۔ ایک ابوبکر صدیق کی بیوی اسماء بنت عمیس اور دوسری عورت سلمیٰ زاطیہ ابو رافع غلام نبی اکرمؐ ان ہر سہ نے فاطمہ کا غسل تمام کیا۔"

۱۔ کتاب مناقب ابن شہر آشوب جلد رابع

۲۔ کتاب کشف الغمہ جلد ۲ صـ ۶۱

۳۔ المصنف العبد الرزاق جلد ۳ صـ ۴۱۰

امور بالا سب کے نزدیک مسلّم ہیں۔

فریضہ تعزیت

حضرت فاطمہ الزہرا کی وفات پر مدینہ منورہ میں بڑی قیامت بپا ہوئی۔ ان کی وفات کی خبر سن کر حضرت ابوبکر و عمرؓ بغرض تعزیت حضرت علی المرتضیٰ کے ہاں پہنچے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

"فاطمہ جس روز فوت ہوئیں مدینہ کے تمام مرد اور عورتیں رونے لگیں لوگوں پر اس طرح حیرانی و دہشت طاری ہوئی جس طرح حضور علیہ السلام کے انتقال کے روز تحیر و پریشانی چھائی تھی پس ابوبکر و عمر نے علی المرتضیٰ کے پاس آکر تعزیت اور اظہار افسوس کیا اور کہنے لگے کہ ابوالحسن فاطمہ بنت رسول اللہ کی نماز جنازہ کے لیے سبقت نہ کرنا" (بحوالہ صدر صـ ۲۲۶)

یعنی شرکت جنازہ کے لیے ہماری انتظار کرنا تاکہ مل کر نماز جنازہ پڑھ سکیں

نماز جنازہ حضرت فاطمہؓ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے چھ ماہ بعد بعمر ۲۸ سال حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بروز منگل تیسری رمضان شریف کو مغرب اور شام کے درمیان انتقال ہوا۔ امام جعفر صادق، امام باقر

سے روایت کرتے ہیں کہ :۔

"حضرت فاطمہ دختر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئیں تو ابوبکر و عمر دونوں نماز جنازہ پڑھنے کے لیے تشریف لائے۔ ابوبکر نے علی المرتضیٰ کو جنازہ پڑھانے کے لیے کہا کہ آگے تشریف لائیے تو علی المرتضیٰ نے جواب دیا کہ آپ خلیفہ رسول ہیں میں آپ سے پیش قدمی نہیں کر سکتا پس ابوبکر نے مقدم ہو کر نماز جنازہ پڑھائی۔" (کنز العمال جلد ۶ صہ ۳۱۸ ۔ طبع قدیم)

اس سلسلہ میں حضرت امام زین العابدین کی روایت میں مزید درج ہے کہ :۔

"حضرت علی نے نماز جنازہ کے لیے ابوبکر کو کہا کہ آگے تشریف لائیے ابوبکر نے جواب دیا کہ اے ابوالحسن! آپ کی موجودگی میں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ آگے تشریف لائیے اللہ کی قسم آپ کے بغیر کوئی دوسرا شخص فاطمہ کا جنازہ نہیں پڑھائے گا۔" پس ابوبکر نے فاطمہ کی نماز جنازہ پڑھائی اور رات کو دفن کر دی گئیں" (ریاض النضرۃ جلد ۱ صہ ۱۵۶)

صاحب طبقات نے مکمل سند کے ساتھ یہ روایت اپنی تصنیف میں لکھی ہے کہ :۔

" ابراہیم نخعی نے کہا کہ ابوبکر الصدیق نے فاطمہ دختر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ پڑھی اور چار تکبیریں کہیں" (طبقات ابن سعد جلد ثانی صہ ۱۹ ۔ طبع لیدن یورپ)

تحفہ اثنا عشریہ میں درج ہے کہ :۔

" علی المرتضیٰ کے فرمان کے مطابق ابوبکر الصدیق نماز کے امام بنے اور چہار تکبیروں کے ساتھ اس پر نماز گزاری" (صہ ۵۴۵)

کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ کے فرمان کے مطابق :۔

"رشتہ داران میت سے نماز جنازہ کا زیادہ حق دار والی و حاکم وقت ہوتا ہے"

(قرب الاسناد حمیری صہ ۱۴۰)

حضرت امام جعفر صادق کا بھی یہی ارشاد ہے کہ:۔

"جب وقت کا امیر نماز جنازہ کے موقعہ پر موجود ہو تو وہ تمام لوگوں سے نماز پڑھانے کا زیادہ حقدار اور مستحق ہوتا ہے"

(فروع الکافی جلد اول صہ ۹۳ طبع نول کشور)

متذکرہ بالا شیعہ روایات سے معاندین کے اس پروپاگنڈا کی تردید ہو جاتی ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر و عمر سے خفگی کے باعث اپنی اہلیہ کی وفات کی ان کو اطلاع نہ دی اور خود ہی اس کا جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا۔

گریۂ علی المرتضیٰؓ بر وفات صدیق اکبرؓ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت یافتہ اسید بن صفوان کہتے ہیں کہ:۔

"جب ابوبکر کا انتقال ہوا۔ اہل مدینہ گریہ زاری سے مضطرب ہو گئے اور اس طرح متحیر اور پریشان ہوئے جس طرح وصال نبوی کے روز لوگ مدہوش ہو گئے تھے۔ اس وقت علی ابن ابی طالب بعجلت گریہ کی حالت میں انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہوئے پہنچے اور فرمانے لگے آج روز نبوت کی بلا فصل خلافت و نیابت ختم ہو گئی جس مکان میں ابوبکر رکھے گئے تھے اس کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے ابوبکر اللہ تعالیٰ آپ پر رحم و کرم فرمائے۔ آپ تمام قوم سے اسلام لانے میں سابق تھے۔ اور ایمان میں مخلص تھے اور یقین میں زیادہ تھے۔ (ریاض النضرۃ محب الطبری جلد اول صہ ۹۰-۹۱ طبع تہران)

اظہار تاسف

حضرت ابوبکر صدیق کی خبر رحلت سنتے ہی حضرت علی المرتضیٰ اظہار تاسف کے لیے اس مکان کے دروازے پر پہنچے جس میں حضرت صدیق اکبر کی نعش پر چادر ڈالی ہوئی تھی اظہار تاسف کے ساتھ ساتھ حضرت علی المرتضیٰ نے خلیفہ

اول کی خوبیاں بھی بیان کیں جیسا کہ رائج ہے۔ صدیق اکبر کو خطاب کرتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا :۔

"اللہ جل شانہٗ کی قسم! آپ دین کے لیے ابتدائی مراحل میں سبقت کرنے والے اور بنیاد رکھنے والے تھے جس دور میں لوگ دین سے متنفر تھے اور آخر دور میں بھی آپ پیش رو رہے جب کہ لوگ ضعیف اور بزدل ہو رہے تھے آپ دین کے معاملات میں بھی اس پہاڑ کی طرح مضبوط رہے جس کو سخت تند ہوائیں متحرک نہ کر سکیں اور توڑ ڈالنے والی آندھیاں اپنی جگہ سے زائل نہ کر سکیں"۔ (کتاب الفائق جار اللہ زمخشری جلد اول ص ۲۸۴)

انتقال نبوی کے بعد فتنہ ارتداد کے دوران حضرت صدیق اکبر نے جو استقامت اور ثابت قدمی دکھائی اس سے حضرت علی المرتضیٰ اتنے متاثر تھے کہ ان کی وفات پر اس کا اظہار کیے بغیر نہ رہ سکے

تعزیتِ عمر فاروقؓ

خلیفہ اول کے انتقال کے بعد جب خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق اس دنیا سے رخصت ہوئے تو یہ خبر وفات سنتے ہی حضرت علی المرتضیٰ اظہار تعزیت کے لیے پہنچے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں :۔

"وفات کے بعد حضرت عمر فاروق چارپائی پر رکھے گئے۔ تو لوگ گرد و پیش جمع ہو گئے وہ ان کے حق میں دعائیہ کلمات کہہ رہے تھے کہ علی المرتضیٰ تشریف لائے اور عمر فاروق کو خطاب کر کے فرمانے لگے کہ میرا گمان یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اپنے دونوں دوستوں یعنی نبی اقدس اور ابو بکر صدیق کا ہم نشین اور ساتھی بنائے گا اس لیے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر سنتا تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ میں ابو بکر اور عمر فلاں کام کے لیے چلے گئے۔ اور میں ابو بکر اور عمر فلاں مقام میں داخل ہوئے۔ میں اور ابو بکر و عمر فلاں جگہ سے رخصت ہوئے اس چیز سے میں یہی خیال کرتا تھا کہ ان دونوں حضرات کے ساتھ آپ کو معیت و صحبت ہمیشہ نصیب رہے گی۔" (المستدرک للحاکم، جلد ۳، صفحہ ۶۹)

دعائے علی المرتضیٰ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فرمان ہے کہ انتقال فاروقی کے بعد "میں لوگوں میں موجود تھا۔ لوگ حضرت عمرؓ کے گرد اظہار تاسف کے لئے جمع تھے۔ اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ عمر بن الخطاب کو چارپائی پر رکھا گیا تھا اس وقت حضرت علی المرتضیٰ میری پشت کی طرف سے میرے کندھے پر اپنا بازو رکھ کر فرمانے لگے کہ عمر! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ میں امید اور توقع رکھتا ہوں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ آپ کے دونوں ساتھیوں نبی اکرمؐ و ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ اور معیت میں کر دے گا اور ان سے ملا دے گا اس وجہ سے کہ میں حضور علیہ السلام سے سنا کرتا تھا کہ آپ فرماتے تھے کہ میں اور ابوبکر و عمر نے اس طرح کام کیا۔ میں و ابوبکر و عمر داخل ہوئے میں اور ابوبکر و عمر خارج ہوئے۔ اور میں و ابوبکر و عمر چل پڑے" (کنز العمال جلد ۶ صد ۳۶۵ طبع قدیم دکن)

حضور نبی اکرمؐ اور حضرت صدیق اکبرؓ کے پہلو میں حضرت عمر فاروقؓ کی تدفین سے حضرت علی المرتضیٰ کے حسن ظن کی توثیق ہو گئی جس طرح یہ اپنی زندگی میں ہر معاملہ میں شریک و سہیم رہے ہیں اس طرح سفر آخرت کا آغاز بھی ایک ہی مقام سے کیا۔

شہادت حضرت عثمانؓ

خلیفۃ المسلمین حضرت عثمانؓ کے محاصرہ کے دوران حضرت امام حسن اور امام حسین حویلی کے باہر دروازہ پر بغرض حفاظت موجود تھے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر سن کر اضطراب کی حالت میں:۔

"حضرت علی نے اپنے بیٹوں کو فرمایا کہ امیر المومنین کیسے قتل ہو گئے؟ حالانکہ تم حویلی کے دروازہ پر موجود تھے۔ اور ان کو ضرب و شتم کیا۔ امام حسن کو طمانچہ مارا اور حضرت حسین کے سینے پر مارا۔ ابن طلحہ و ابن زبیر کو سخت سست کہا۔"

(انساب الاشراف احمد بن یحییٰ جلد ۵ صد ۶۹-۷۰ طبع یروشلم)

عقیدۃ السقارینی جلد ۲ صد ۳۶۲ طبع مصر)

(۲)

گریۂ علی المرتضیٰؓ جب حضرت عثمان بن عفان جام شہادت پی چکے تو "حضرت علی ان کے ہاں پہنچے اور روتے ہوئے ان پر بے ساختہ گر گئے۔ ان کی وارفتگی کی حالت میں دیکھ کر دیکھنے والے گمان کرتے لگے کہ علی بھی عثمان کے ساتھ لاحق ہونے ہیں (یعنی ان کا بھی دم یہیں نکلتا ہے (البدایہ جلد ۷ صد ۱۹۲)

گریۂ دختران علی المرتضیٰ رض اس سانحۂ عظیم پر صرف حضرت علی المرتضیٰ ہی نہ روئے بلکہ ان کے گھرانے والے پر حضرت عثمان کی مظلومیت پر روتے رہے:۔

"ایک روز حضرت علی المرتضیٰ اپنی بیٹیوں کے ہاں تشریف لے گئے تو وہ رو رہی تھیں اور اپنے آنسوؤں کو صاف کر رہی تھیں آپ نے دریافت فرمایا کیوں رو رہی ہو؟ صاحبزادیوں نے فرمایا مظلومیت عثمان پر رو رہی تھیں اس پر حضرت علی خود رو پڑے اور فرمایا کہ ان پر رو سکتی ہو"

(انساب الاشراف بلاذری جلد ۵ صد ۱۰۳)

نماز جنازہ حضرت عثمانؓ حضرت عثمان بن عفان کے جنازہ میں حضرت علیؓ ابن ابی طالب طلحہؓ بن عبیداللہ، زید بن ثابتؓ، کعبؓ بن مالک۔ اور حضرت عثمان کے دیگر رفقاء شامل رہے شیعی مورخ ابن ابی حدید نے مزید یہ لکھا ہے کہ:۔

" حضرت عثمان کے گھر والے چند آدمی ان کو دفن کرنے کے لیے گھر سے باہر لائے۔ ان لوگوں کے ساتھ حضرت حسن بن علیؓ عبداللہ بن زبیرؓ اور ابوجہمؓ وغیرہ بھی تھے۔ مغرب وعشاء کے درمیان جنت البقیع کے باہر "حش کوکب" نامی مقام پر انہوں نے حضرت عثمان کی نماز جنازہ پڑھی"

شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید الشیعی ج ا صد ۹۷ طبع قدیم ایران)

ہاشمیوں کی نماز جنازہ

خلفائے راشدین کے ذاتی اور خاندانی تعلقات بڑے مخلصانہ دوستانہ اور برادرانہ تھے وہ ایک دوسرے کی شادی غمی میں برابر شریک رہتے تھے یہاں تک کہ ہاشمیوں کے نماز جنازہ تک خلفائے ثلاثہ پڑھاتے رہے

حضرت فاطمۃ الزہرا کا جنازہ حضرت علی المرتضیٰ کی استدعا پر حضرت صدیق اکبر نے پڑھایا جس کی تفصیل معہ سندات قبل ازیں گزر چکی ہیں۔

حضرت عباس بن عبد المطلب کا انتقال حضرت عثمان غنی کی شہادت سے دو سال قبل مدینہ منورہ میں ہوا۔ ان کی نماز جنازہ حضرت عثمان نے پڑھائی۔ (الاستیعاب جلد ۲ صہ ۱)

حضرت علی کے صاحبزادہ محمد حنیفہ کی نماز جنازہ حضرت عثمان غنی کے صاحبزادہ ابان بن عثمان رض نے پڑھائی۔ (طبقات ابن سعد جلد ۵ صہ ۸۶)

حضرت علی کے حقیقی بھتیجے اور داماد حضرت عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب کی نماز جنازہ بھی حضرت عثمان کے صاحبزادے ابان بن عثمان نے پڑھائی۔ (اسد الغابہ جلد ۳ صہ ۱۳۵)

حضرت علی رض نے فرمایا:۔

خدا اس شخص پر رحم کرے جس نے حکمت کا کوئی کلمہ سنا تو اسے گرہ میں باندھ لیا۔ ہدایت کی طرف اسے بلایا گیا تو دوڑ کر قریب ہوا۔ صحیح راہبر کا دامن تھام کر نجات پائی۔ اللہ کو ہر وقت نظروں میں رکھا اور گناہوں سے خوف کھایا عمل بے ریا پیش کیا۔ نیک کام کئے۔ ثواب کا ذخیرہ جمع کیا۔ بری باتوں سے اجتناب برتا۔ صحیح مقصد کو پا لیا۔ اپنا اجر سمیٹ لیا۔ خواہشوں کا مقابلہ کیا۔ امیدوں کو جھٹلایا۔ صبر کو نجات کی سواری بنایا۔ موت کے لیے تقویٰ کا ساز و سامان کیا۔ روشن راہ پر سوار ہوا۔ حق کی شاہراہ پر قدم جمائے۔ زندگی مہلت کو غنیمت جانا۔ موت کی طرف قدم بڑھائے اور عمل کا سرمایہ ساتھ لیا۔

(نہج البلاغہ ۲۲۱ مطبوعہ امامیہ کتب خانہ لاہور)

صداقت شعاریاں

لاتعلقی

قرآن کریم کی رو سے خلفائے راشدین ایک دوسرے سے بڑی عقیدت ومحبت رکھتے تھے وہ ایک دوسرے کے بڑے مہربان قدردان اور خیرخواہ و ہمدرد تھے نہ خود کسی کی تنقیص و تخفیف کرتے تھے نہ کسی دوسرے کی ایسی حرکات برداشت کرتے تھے وہ حق گو اور صداقت شعار تھے نہ غلط بیانی کرتے تھے نہ غلط بیانی پسند کرتے تھے شیخین یعنی حضرت صدیق اکبر عمر فاروق اور عثمان غنی کے خلاف سب و شتم اور دشنام طرازی کا آغاز حضرت علی المرتضیٰ کے دور میں عبداللہ بن سبا یہودی نے کیا۔ یہ بات جب حضرت علی المرتضیٰ کے علم میں آئی تو آپ نے اس لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:۔

"میرے لیے اور اس سیاہ خبیث کے لیے کیا تعلق ہے اور کیا واسطہ ہے"

(لسان المیزان لابن حجر عسقلانی جلد ۳ ص ۲۹)

سوید بن غفلہ نے حضرت علی المرتضیٰ سے کہا کہ:۔

"جو لوگ ابوبکر و عمر کی تنقیص اور عیب جوئی کر رہے تھے وہ یہ بھی خیال رکھتے ہیں کہ آپ بھی اپنے دل میں ان کے حق میں اسی طرح کی بدگمانی رکھتے ہیں"۔ (بحوالہ صدر)

حضرت علی المرتضیٰ نے اس اتہام کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:۔

"معاذاللہ! کہ میں ان دونوں کے متعلق حسن ظن کے بغیر کسی چیز کو اپنے دل میں جگہ دوں"۔ (بحوالہ صدر)

اظہارِ بیزاری

سوید بن غفلہ کہتا ہے کہ خبر بالا سننے کے بعد حضرت علی المرتضیٰ نے:۔
"میرا ہاتھ پکڑا اور مسجد میں منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دے کر فرمانے لگے کہ اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو پھاڑ کر پودا اور درخت بنایا اور روح کو پیدا کیا۔ ابوبکر و عمر کو مومن کامل کے بغیر دوسرا آدمی دوست نہیں رکھتا اور بدبخت کے سوا کوئی دوسرا شخص ان کے ساتھ بغض و عداوت نہیں رکھتا ان دونوں کے ساتھ دوستی قرب اللہ کا باعث ہے۔ اور ان کے ساتھ دشمنی دین اسلام سے دور ہونا ہے ان لوگوں کا کیا حال ہے؟ جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ساتھیوں اور وزیروں، قریش کے سرداروں اور مسلمانوں کے اکابر کو برائی سے یاد کرتے ہیں جو ان کو برائی سے یاد کرے گا۔ میں ایسے شخص سے بری اور بیزاری ہوں اس پر دنیا و آخرت کی سزائیں لازم ہیں"

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی جلد ۷ صفحہ ۲۰۱)

(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۶۹، ۳۷۰)

سزاء دشنام طرازی

دشنام طرازی کا سلسلہ جب نہ رکا اور:۔
"حضرت علی المرتضیٰ کو معلوم ہوا کہ ابن سبا شیخین کے حق میں تنقیص کرتا ہے اور مجھے ان سے افضل و اعلیٰ قرار دیتا ہے تو آپ نے ابن سبا کو قتل کی سزا دینے کا ارادہ کیا تلوار منگائی پھر یہ قصد تبدیل کر کے حکم دیا کہ اس کو شہر بدر کر دو جس مقام اور جس شہر میں میں مقیم ہوں اس میں یہ نہیں ٹھہر سکتا چنانچہ اسے مقام مدائن کی طرف نکال دیا گیا۔ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۷۱)

اس واقعہ کے بعد پھر ایک شخص نے امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کے سامنے شیخین کی افضلیت اور مسابقت بیان کی تو حضرت علی نے فرمایا:۔
"اگر تو قریشی ہے تو خیال یہ ہے کہ تو قبیلہ عائذہ سے ہوگا؟ اس نے کہا ہاں! پھر

فرمایا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ مومن کو ناجائز عمل سے بچالیتا ہے تو میں تجھے قتل کر دیتا۔ اگر تو زندہ رہا تو تجھے میری طرف سے ایسا اندیشہ اور خوف لاحق رہے گا جو تجھے اس غلط نظریہ سے روک دے گا۔" (کنز العمال جلد سادس ص۲۱۸ بحوالہ ابن عساکر وغیرہ)

ذلّت وخواری (۲)

ابو حکیمہ کا بیان ہے کہ :۔

"ہم مسجد میں بیٹھے تھے ایک شخص آیا اور ابوبکر و عمر کی شان میں تنقیص کرنے لگا اور عثمان کے حق میں گالیاں بکنے لگا میں اٹھ کر حضرت علی کی خدمت میں چلا گیا اور عرض کیا کہ مسجد میں ایک شخص نے اس طرح کہا ہے آپ نے فرمایا کہ اس شخص کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ وہ لایا گیا آپ نے پوچھا کہ اس امر کا کون گواہ ہے کہ اس شخص نے اس طرح کہا ہے تو میں نے بھی گواہی دی اور میرے ساتھیوں نے بھی شہادت دی۔ پس حضرت علی نے حکم دیا کہ اس کو پاؤں میں مسل دیا جائے یعنی زدوکوب کیا جائے۔ ذلیل وخوار کیا جائے۔ پھر اس کو بازار میں سے جاؤ تاکہ عام لوگ اس کی حالت کو دیکھ لیں، نیز حکم دیا کہ اس کو شہر سے نکال دو۔ یہ میرے شہر میں نہ رہے۔" (کتاب الکنی دولابی جلد ۱ ص۱۵۹ طبع دکن)

مگر اس کے باوجود یہ فتنہ رکنے کی بجائے بڑھتا ہی چلا گیا۔

سزائے غلط بیانی

جب شیخین پر حضرت علی المرتضیٰ کو فضیلت دینے کا چرچا بڑھا تو حضرت علی المرتضیٰ نے اسے غلط بیانی پر محمول کرتے ہوئے فرمایا کہ :۔

"جو شخص مجھے ابوبکر و عمر پر فضیلت دیتا ہے اس پر مفتری اور کذاب کی سزا جاری ہوگی اس کی شہادت ساقط کر دی جائے گی اور گواہی غیر معتبر ہوگی۔" (کنز العمال جلد۶ ص۳۶۶)

دوسری روایت میں ہے کہ :۔

"میں اس کو زانی کی حد لگاؤں گا" (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۷)

چنانچہ آپ نے تنگ آکر مسجد میں جا کر شیخین کی افضلیت پر ایک طویل خطبہ دینے کے بعد اعلان فرمایا کہ :۔

"جو شخص ابوبکر و عمر پر مجھے فضیلت دے گا اور ان سے مجھ کو افضل قرار دے گا میں اس شخص پر مفتری (یعنی کذاب جھوٹا) کی حد جاری کروں گا یعنی اسے اسی درے لگائے جائیں گے" (لسان المیزان جلد ۳ صفحہ ۲۹۰)

(۲)

علاوہ ازیں وہ شیخین کے خلاف طعن و تشنیع کرنے والوں کو اپنے ہاں سے نکال دیتے تھے چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف زبان طعن دراز کرنے والے کے متعلق حضرت علی نے فرمایا کہ :۔

"جس شخص نے حضرت عثمان کے دین سے تبری و بیزاری اختیار کی یقیناً وہ اپنے ایمان و اسلام سے بری یعنی خارج ہو گیا" (استیعاب الاصابہ جلد ۳ صفحہ ۷۰)

بد دعا ابن عباس

حضرت ابن عباس خلفاء راشدین کی تنقیص اور بری تنقید کرنے والوں کو سخت وعید سناتے تھے مثلاً ایک مرتبہ تو آپ نے اپنے ایک مخاطب کو منتقصانہ تنقید پر یوں متنبہ کیا کہ :۔

"اے مخاطب تیری ماں تجھے گم پائے اور واویلا کرے" (امالی شیخ ابی جعفر طوسی شیعی جلد ۱ صفحہ ۱۱ طبع نجف اشرف)

ایک اور موقعہ پر فرمایا کہ :۔

"جو شخص حضرت عمر کی تنقیص و عیب جوئی کرے اس پر قیامت تک اللہ کی لعنت ہو" (مروج الذہب المسعودی شیعی جز ثالث صفحہ ۶، وناسخ التواریخ از مرزا محمد تقی لسان الملک)

شیعی جلد ۵ صہ ۴۴ (طبع ایران)

فتویٰ امام زین العابدین رض

عراق سے آنے والے جو لوگ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف حضرت امام زین العابدین کے سامنے طعن و تشنیع کرتے تو امام زین العابدین ان کو حکم دیتے کہ :۔

"ہمارے ہاں سے اٹھ جاؤ۔ اللہ تمہیں برکت نہ دے، اور تمہارے گھر رحمت کے قریب نہ ہوں۔ تم اسلام کے ساتھ مسخری کرتے ہو اور تم اہل اسلام میں سے نہیں ہو"

(البدایہ جلد ۹ صہ ۱۰۷)

گویا امام زین العابدین تو ایسے بدزبانوں کو مسلمان ہی نہ سمجھتے تھے۔۔

بددعائے امام زین العابدین رض

ایک مرتبہ حضرت زین العابدین کے پاس عراق کی ایک پارٹی آئی اور ابوبکر الصدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی کے حق میں لعن و تشنیع کرنے لگی۔ جب وہ مطاعن سے فارغ ہوئے تو حضرت زین العابدین نے ان سے سوال کیا کہ کیا آپ مہاجرین یا انصار میں سے ہو۔ جو صادق و مخلص اور اللہ کی رضا اور فضل کے طلب گار تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہم ان میں سے نہیں اس پر حضرت زین العابدین نے فرمایا:۔

"تم نے ان دونوں فریق میں سے ہونے سے بیزاری اختیار کی اب میں تمہارے حق میں گواہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے ہرگز نہیں ہو۔ جن کے متعلق خدا تعالیٰ کا فرمان ہے (کہ جو لوگ بعد میں آئے کہتے ہیں کہ اے اللہ! ہم کو اور ہمارے سابق ایمان لانیوالے بھائیوں کو بخش دے اور ہمارے قلوب میں مومنوں کے حق میں کھوٹ اور کینہ نہ ڈال دینا۔) لہٰذا تم یہاں سے نکل جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ وہی معاملہ کرے، جس کے تم اہل ہو" (کشف الغمہ فی معرفۃ الآئمہ از علی بن عیسیٰ اربلی شیعی جلد ۲ صہ ۲۶۷)

(۳) ارشاد امام زید رض

امام زین العابدین کے لڑکے اور امام محمد باقر کے حقیقی بھائی

امام زید بن زین العابدین فرمایا کرتے تھے کہ :۔

" یقیناً حضرت علی کی سیرت وعملی زندگی حضرت عمر کے ساتھ مشابہ تھی اور ان دونوں حضرات کا ایک کردار اور ایک عمل تھا۔ اس لیئے ابوبکر و عمر سے تبری و برأت کرنا بعینہٖ علی ابن ابی طالب سے بیزاری اختیار کرنا ہے" (ریاض النضرۃ جلد ۲ صد ۸۵، اور جلد اوّل صد ۵۸)

کلمہ خیر امام زید رض شاہ ایران جاہ قاجار کے وزیر اعظم مرزا تقی لسان الملک شیعی لکھتا ہے کہ :۔

" کوفہ کے مشہور لوگوں کی ایک جماعت (جس نے حضرت زید کے ساتھ بیعت کی ہوئی تھی) زید کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ ابوبکر و عمر کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ زید بن امام زین العابدین نے فرمایا کہ میں ان دونوں کے حق میں کلمہ خیر اور بہتر بات کے سوا کوئی قول نہیں کرتا۔ میں نے اپنے خاندان اہلبیت سے بھی ان دونوں کے بارے میں کلمہ خیر کے بغیر کچھ نہیں سنا"

(ناسخ التواریخ جلد ۲ صد ۵۹۰ طبع قدیم ایران)

اس ضمن میں سید جمال الدین ابن عنبہ شیعی نے مزید لکھا ہے کہ :۔

" یہ جواب سن کر وہ کہنے لگے کہ آپ ہمارے خلیفہ اور امیر نہیں ہیں۔ زید سے یہ لوگ منفرق ہو گئے اور ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ زید کہنے لگے کہ انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا بس ان کا نام رفضہ و رافضی رکھا گیا (جماعت کو چھوڑ دینے والے)" (عمدۃ المطالب از ابن عنبہ شیعی)

بیزاری امام باقر رض خلفائے راشدین کے انتقال کے بعد تبرا اور دشنام طرازی کی تحریک چونکہ زور پکڑ گئی۔ اس لیے اہل بیت سے عقیدت رکھنے والے بڑے پریشان تھے۔ اور ایسا اوقات وہ پراپاگنڈہ کی شدت سے متاثر بھی ہونے لگتے تھے

جس کی خبر آئمہ کرام کو بھی پہنچی رہتی شعیبہ خیاط کہتا ہے کہ:۔

"جب میں محمد باقر کو رخصت کرنے گیا۔ تو آپ نے بطور وصیت مجھے فرمایا کہ میری طرف سے اہل کوفہ کو پیغام دے دو کہ جو شخص ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بیزاری کرتا ہے میں اس سے بری ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہوں اور ان کو راضی رکھیں (ریاض النضرۃ جلد ۱ صد ۵۸)

اللہ کے دشمن

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے جابر سے فرمایا:۔

"مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ عراق میں ایک قوم ہے وہ لوگ ہماری محبت اور دوستی کے دعوے دار ہیں، اور ابوبکر و عمر کے متعلق کچھ بیہودہ (طعن و تشنیع) کرتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کو اس چیز کا امر کیا ہے لہٰذا ان کو اطلاع کر دو کہ اللہ تعالیٰ شاہد و گواہ ہے کہ میں ان سے بری اور بیزار ہوں جس ذات کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اس کی قسم ہے کہ اگر مجھے اس قوم پر حکومت حاصل ہو جائے تو ان کی خون ریزی و قتل کر کے اس کے ہاں تقرب و نزدیکی حاصل کروں! مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہی نصیب نہ ہو اگر میں ابوبکر کے لیے استغفار نہ کروں اور ان کے حق میں ترحم و دعا کے کلمات نہ کہوں۔ اللہ کے دشمن ان دونوں کے مقام سے غافل ہیں۔" (حلیۃ الاولیاء اصفہانی جلد ۳ صد ۱۸۵)

راویانِ کذب و افتراء

کثیر النواع جس کا خلوصِ تشیع محتاج دلیل نہیں۔ کہتا ہے کہ "میں نے امام باقر سے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ کیا ابوبکر و عمر بن الخطاب نے تمہارے حقوق میں ظلم و ستم روا رکھا تھا؟ یا تمہارے حق کو برباد و ضائع کر دیا تھا؟ امام نے جواب دیا کہ بالکل نہیں اس ذات کی قسم جس نے تمام عالم کے نذیر پر قرآن اتارا۔ ان دونوں بزرگوں نے ہمارے حقوق سے ایک دانہ کے برابر بھی ضائع نہیں کیا۔ اور ظلم نہیں کیا۔

پھر فرمایا کہ مغیرہ بن سعید اور بنان کے ساتھ اللہ تعالیٰ وہی معاملہ فرمائے جس کے وہ اہل ہیں ان دونوں نے ہم اہلبیت پر جھوٹ، کذب، افترا، دروغ بنابنا کر پھیلا دیئے اور ہماری طرف منسوب کر دیئے۔" (شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید شیعی جلد ۴ صد ۱۳۲ طبع بیروت شام)

بیزاری امام جعفر صادق

سالم ابن ابی حفصہ سے روایت ہے کہ:۔ "سیدنا جعفر صادق نے فرمایا کہ ابوبکر میرے جد اور نانا ہیں کوئی شخص اپنے آباؤ اجداد کو گالی دیتا ہے ؟ نبی اقدس کی شفاعت ہی مجھے نصیب نہ ہو اگر میں حضرت ابوبکر و عمر سے تولی اور دوستی نہ رکھوں۔ اور میں ان کے دشمنوں سے بیزاری اختیار نہ کروں۔ (سیرۃ عمر بن الخطاب لابن جوزی صد ۳۱ طبع مصر)

دعاء علی المرتضٰی رض

حضرت علی المرتضٰی کے دل میں شیخین کی کتنی محبت اور عظمت تھی اس کا اندازہ ان کے حسب ذیل فرمان سے لگایا با آسانی لگایا جاسکتا ہے حضرت علی شیر خدا فرماتے ہیں کہ:۔

"نبی پاک کے بعد مسلمانوں نے اپنی جماعت سے اپنے دو امیر ابوبکر و عمر یکے بعد دیگرے تجویز کئے جو نیک اور صالح افراد تھے۔ پس ان دونوں نے کتاب و سنت پر عمل درآمد کیا اور ان کی سیرت و کردار بہت عمدہ تھا سنت نبوی سے انہوں نے تجاوز نہیں کیا پھر وہ اسی حالت میں فوت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر اپنی رحمت فرمائے"

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی جلد اول صد ۲۹۵، جز ششم طبع ایران قدیم)

پیشین گوئیاں علی المرتضٰی

دشنام طرازی اور دشنام طرازی کرنے والوں کے انجام کے متعلق حضرت علی المرتضٰی کی چشم بصیرت اور فراست جو کچھ دیکھ رہی تھی اس کے متعلق عبداللہ بن کثیر کی روایت ہے کہ:۔

"مجھے علی المرتضٰی نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جو ہماری محبت کا دعویٰ

کریں گے اور ہمارے گروہ میں سے ہونا ظاہر کریں گے۔ وہ لوگ شریر بندوں میں سے ہیں۔ جو ابوبکر و عمر کو دشنام دیتے ہیں اور سب و شتم کرتے ہیں۔" (کنز العمال جلد ۶، صہ ۳۶۶۔ طبع قدیم اول)

ایک دوسرے ارشاد میں آپ نے سب و شتم کرنے والوں کے انجام کے متعلق یہ ارشاد فرمایا کہ :-

"بعض لوگ مجھ سے محبت میں اتنا غلو کریں گے کہ آگ میں جھونک دیئے جائینگے اور کچھ لوگ مجھ سے اتنی نفرت کریں گے انہیں دوزخ کی ڈانٹ پھٹکار کھانا پڑے گا"

○

"دو آدمی میری وجہ سے ہلاک ہوں گے ایک وہ جو مجھ سے محبت میں غلو کرے گا۔ اور دوسرا وہ شخص جس کا بغض اسے میرے خلاف بہتان تراشی تک پہنچائے گا۔"

(نہج البلاغہ صہ ۹۵۴ مطبوعہ ایران)

خفگی نبوی ؐ

امام ابن جوزی لکھتے ہیں :-

" اسلام اپنے ماننے والوں کو اس امر پر مکلف قرار دیتا ہے کہ وہ خلافت ارضی کا بار اپنے کاندھوں پر اٹھالیں اور دنیا کے گوشے گوشے سے ظلم و جور اور استبداد و استعمار کے نقش مٹادیں اسی فلسفہ کے مطابق صدیق اکبر کے عہد میمنت لزوم میں اسلام عرب سے باہر نکلا۔ اس کام کی تکمیل خلافت فاروقی میں ہوئی۔ فاروق اسلام کی سطوت کے نشان بن گئے۔ فاروق کے سینے میں اسلام کا نور درخشاں تھا۔ اس نور کے سہارے وہ عجم میں آگے بڑھے اور اس ظلمت کدہ میں مجبور انسان کے ہاتھوں میں آزادی کی شمع تھمادی۔ ان شخصیتوں پر لعن طعن یا تعریض و تشنیع اللہ کے نزدیک سخت مکروہ اور مبغوض عمل ہے۔

محمد بن یحییٰ الواسطی کا بیان ہے کہ :-

میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ "یہاں کچھ لوگ ابوبکر اور عمر کو برا بھلا کہتے ہیں یہ دونوں میرے لیے بہ درجہ رکھتے ہیں"۔ یہ کہہ کر آپؐ نے اپنی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی اٹھائی، پھر فرمایا کہ "جس نے انہیں دونوں کو برا بھلا کہا اس نے گویا خود مجھے برا بھلا کہا"۔

(حیات فاروق اعظم از امام جمال الدین ابوالفرج بن جوزی ص۲۲۷ سنہ ۳۴۸ھ)

عتابِ الٰہی

اس خواب کی تائید اس حدیث نبویؐ سے بھی ہوتی ہے۔ کہ :۔

" میرے صحابہؓ کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو!! میرے بعد ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بناؤ کیونکہ جس شخص نے ان سے محبت کی تو میری وجہ سے ان کے ساتھ محبت کی اور جس شخص نے ان سے بغض رکھا۔ تو میرے بغض کے ساتھ ان سے بغض رکھا۔ اور جس نے ان کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی اور جو اللہ کو ایذا پہنچانا چاہتا ہے تو قریب ہے کہ اللہ اس کو عذاب میں پکڑ لے"۔ (جمع الفوائد ص۴۹۴ جلد۲)

یعنی جس کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوگی وہ ان کے صحابہ کرامؓ سے بھی محبت کرے گا۔ جو شخص حضورؐ کے کسی صحابی سے محبت رکھے گا تو آپؐ بھی اس سے محبت رکھیں گے جو شخص حضورؐ کے کسی صحابی سے بغض رکھے گا وہ در اصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھے گا اور آپؐ کے لیے باعث اذیت ہوگا جس کی قرآن کریم واضح وعید آئی ہے۔ کہ :۔

" جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں۔ اللہ نے ان کو دنیا اور آخرت میں پھٹکارا اور ان کے واسطے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

(الاحزاب ۵۷/۲۲)

ابطالِ حق

امام مسلم کے استاد ابوزرعہ عراقی لکھتے ہیں کہ:۔
"جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ صحابہ کرام میں سے کسی کی بھی تنقیص کر رہا ہے تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے اس لیے کہ قرآن حق ہے۔ رسولؐ حق ہیں۔ جو تعلیمات لے کر آئے وہ حق ہیں اور یہ سب چیزیں ہم تک پہنچانے والے صحابہؓ کے سوا کوئی نہیں۔ تو جو شخص ان کو مجروح کرتا ہے وہ کتاب و سنت کو باطل کرنا چاہتا ہے"۔ (الدرۃ المقبیۃ از علامہ سفارینیؒ)

مذکور الصدر کتاب میں حافظ حدیث ابن حزم اندلسی کا اس مسئلہ میں یہ قول درج ہے کہ:۔
" تمام صحابہؓ قطعی طور پر اہل جنت میں سے ہیں کیونکہ باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا۔ اور جہاد کیا وہ بعد کے لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے۔

وہ لوگ درجہ کے اعتبار سے ان لوگوں کے مقابلہ میں عظیم تر ہیں جنھوں نے (فتح مکہ کے بعد) انفاق اور قتال کیا۔ اور اللہ نے اچھائی (جنت) کا وعدہ بھی سے کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بلاشبہ وہ لوگ جن کے لیے ہمارا اچھائی (جنت) کا وعدہ پہلے آچکا ہے وہ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے"۔

نسلِ نو اسلام سے دور ہوتی چلی جارہی ہے اسے بچاؤ۔ ورنہ ہمارا حشر بھی وہی ہوگا۔ جو سمرقند و بخارا کا ہو چکا ہے۔

۱۹۹۷